

سیرہ عثمان بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

الامام الفقیہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم رحمہ اللہ

المتوفی ۲۲۴ ھ

ترجمہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ لدھیانوی

عرض مترجم

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث دیر اور تاریخ و رجال کی کتابوں میں ان کے عدل و انصاف، خشیت و ملکیت، زہد و تقویٰ، فہم و است اور قضا و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اگر ان منتشر کلیوں کو مرتب کیا جائے تو ایک بیش قیمت گلدستہ تیار ہو سکتا ہے، آپ کی سیرت پرستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں سیرۃ ابن جوزی معروف و مشہور ہے، غالباً اس موضوع پر سب سے پہلی (اور نہایت نادر و متبرک) کتاب امام مالکؒ کے شاگرد الامام الفقیہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم المالکی المصری (م ۲۱۴ھ) کی تالیف ہے۔

مصنف امام نے وہ تمام حالات جو انھوں نے اپنے قابل اعتماد اساتذہ سے سنے تھے ان کو بیڑۃ عمر بن عبد العزیز کے نام سے مرتب کیا ہے، اس کتاب کی جلالت قدر کا اندازہ امام محی الدین ندویؒ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے وقد جمع ابن عبد الحکم فی مناقب عمر بن عبد العزیز مجلداً مشتملاً علی جمیل سیرتہ وحسن طریقہ، وفیہ من النفائس ما لا یتغنی عن معرفتہ والنادب بے (ابن عبد الحکم نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حسن طریقہ پرستقل ہے اور اس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغناء نہیں ہو سکتا۔)

یہ کتاب نادر مخطوطوں کی شکل میں دنیا کے خال خال کتب خانوں کی زینت تھی، مشرق وسطیٰ کے ایک محقق ایشخ احمد عبیدہ کی عرق ریزی و جانفشانی سے پہلی بار ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوئی۔ جزا ھو اللہ احسن الجزا۔ اس کا اردو ترجمہ بعض احباب کی فرمائش پر کیا گیا، جو "بنیات کراچی میں شائع ہوا۔"

ترجمہ: محمد رفیع الدین

جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے اُن کے محاسن کا ذکر اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ ان شاء اللہ خیر ہی خیر ہے

امام احمد بن حنبلؒ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اشاعت اول — ستمبر ۱۹۹۶ء

تعداد — ایک ہزار

قیمت —

ناشر — مکتبہ لدھیانوی

جامع مسجد فلاح فیڈرل بی ایریا

نصیر آباد بلاک نمبر ۱۴، کراچی ۳۸

رابطہ — جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش

ایم اے جناح روڈ۔ کراچی ۷۴۴۰۰

فون ۷۷۸۰۳۳۷

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	عرض متبرجم	۳
۲	نبی ہلال اور فاروق اعظمؓ (عمر بن عبدالعزیز کا نسب)	۱۳
۳	خلافت سے پہلے کے حالات	۱۵
۴	خلافت سے پہلے	۱۸
۵	سعید بن مسیب کا احترام	۱۹
۶	یادِ آخرت	۲۰
۷	خود داری اور بھوٹ سے نفرت	"
۸	حجاج کی موت پر	۲۱
۹	حجاج کی موت پر سجدہ شکر	۲۲
۱۰	حجاج کے مدینہ میں داخلے کی ممانعت	"
۱۱	مسجد نبوی کا احترام	"
۱۲	ولید بن عبدالملک سے گفتگو	"
۱۳	خالد بن ریان کی معزولی	۲۳
۱۴	بارش سے عبرت	۲۴
۱۵	جذایوں کا واقعہ	"
۱۶	میراث کے سلسلہ میں خلیفہ سے گفتگو	۲۵
۱۷	مدینہ طیبہ سے تعلق	۲۶
۱۸	بدشگونی کی تردید	"
۱۹	حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات	۲۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۰	آنحضرتؐ جیسی نماز	۲۷
۲۱	عمر بن عبدالعزیز کے استخلاف کا واقعہ	۲۸
۲۲	تین فوری احکام	۳۲
۲۳	پہلا حکم	"
۲۴	دوسرا حکم	۳۳
۲۵	تیسرا حکم	۳۴
۲۶	شاہی اخراجات کی اصلاح	"
۲۷	سابق خلیفہ کی مخصوص اشیاء بیت المال میں	۳۵
۲۸	خبر و نوڈیوں کی پیش کش	۳۶
۲۹	خلافت کا نصب العین	"
۳۰	مصاحبت کے شرائط	۳۷
۳۱	ابتدا بالسلام ہمارے دوتر ہے	"
۳۲	اتباع سنت کی تاکید	۳۸
۳۳	منصب رسالت اور منصب خلافت	۳۹
۳۴	خوف خدا کی ضرورت	"
۳۵	آخرت سے غفلت کی اصلاح	۴۰
۳۶	احیائے سنت کے بغیر زندگی بے مقصد	"
۳۷	موت اور قیامت	۴۱
۳۸	سب سے بڑا بد قسمت	۴۲
۳۹	کھانے کا معمول	۴۳
۴۰	کوفہ کی ایک خاتون کا واقعہ	"
۴۱	چراغ ٹھیک کرنے کا واقعہ	۴۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۲	گورزدوں کی تنخواہ اور حضرت عمرؓ کا زہد	۴۵
۴۳	بیت المال کا منبر	"
۴۴	بیت المال کا گرم پانی	۴۵
۴۵	خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غنہ	۴۶
۴۶	غلام اور خچر	۴۷
۴۷	خوفِ الہی	"
۴۸	وابق کی راتیں	۴۸
۴۹	آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کھیل	"
۵۰	ایک ہی گرتا	۴۹
۵۱	مجلس، برخاست کرنے کا معمول	"
۵۲	کھانے میں اسراف کی اصلاح	۵۰
۵۳	خلافت سے وفات تک	"
۵۴	مزاج پُرسی کرنے والے کو جواب	۵۱
۵۵	بنی امیہ کا مطالبہ	"
۵۶	سعین اور مدوگار	۵۲
۵۷	زیاد اور بیت المال	"
۵۸	خلیفۃ اللہ کا مصداق	۵۳
۵۹	سکڑیوں کا تحفہ	۵۴
۶۰	محمد ابن کعب اور حدیث ابن عباسؓ	"
۶۱	گھوڑ دوڑ سے ممانعت	۵۶
۶۲	اندھوں اور اپاہجوں کی دیکھ بھال	"
۶۳	گر جا والوں کی عیبافت	"

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۴	صاحبزادیوں کی معاشی حالت	۲۷
۶۵	سیر و تفریح اور آج کا کام	"
۶۶	عنبر کا واقعہ	۵۸
۶۷	نومذبی کا قصہ	۶۰
۶۸	اصلاح کا طریقہ	"
۶۹	انصاف و عدالت	۶۱
۷۰	خیبر کی جاگیر	"
۷۱	خلیفہ کی اہلیہ کے زیورات	۶۲
۷۲	خلیفہ اور حج	۶۳
۷۳	کھلی آزمائش	"
۷۴	پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ	۶۴
۷۵	نماز کی تاکید، گشتی فرمان	۶۵
۷۶	فیصلے کرنے کے آداب	۶۶
۷۷	خارجیوں کے نام	۶۹
۷۸	قتال کے آداب	۷۰
۷۹	حاکم کے لیے دستور العمل	۷۳
۸۰	خوارج کو دعوت	۷۷
۸۱	ایک بدعت کی اصلاح	۷۶
۸۲	اولائے حقوق میں اختیاط	۷۷
۸۳	حکام کے لیے خطرات	"
۸۴	بعض اہم اصلاحی اقدامات	۷۸
۸۵	شراب نوشی کی ممانعت	۷۷

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۶	نعت اسلام کی ناقدری	۹۰
۸۷	جاہلی نوحہ اور بین کی مذمت	۹۲
۸۸	پند و نصیحت سے تاثر	۹۵
۸۹	خالد بن صفوان کی ناصحانہ تقریر	۹۶
۹۰	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی کچھ دعائیں	۹۸
۹۱	قبر کی جگہ خریدنا	۱۰۱
۹۲	سوت کی رغبت	"
۹۳	سوت کی دعا کرنا	۱۰۲
۹۴	صاحبزادے کی وفات سے عبرت	۱۰۳
۹۵	عافیت کی سوت کی دعا	۱۰۴
۹۶	اولاد کا وصی	۱۰۵
۹۷	نصرانی طبیب سے علاج	۱۰۶
۹۸	آخری لمحات	۱۰۷
۹۹	جنازے میں شہداء کی شرکت	۱۰۸
۱۰۰	وفات پر جنات کا اظہار غم	"
۱۰۱	نوروز و مہرجان کے تحائف	۱۰۹
۱۰۲	قارون کی حلال کھائی	۱۱۰
۱۰۳	زید بن حسن کی بیعت کا واقعہ	"
۱۰۴	مزاہم، بہترین وزیر	۱۱۱
۱۰۵	سلیمان کی رائے	۱۱۲
۱۰۶	طریقہ اصلاح	"
۱۰۷	آقا ست عدل	"

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۰۸	مصاحت کا اہتمام	۱۱۲
۱۰۹	بعد کے خلیفہ کو وصیت	۱۱۳
۱۱۰	سیرت فاروق پر چلنے کا غم	۱۱۴
۱۱۱	کمال ایمان کا معیار	۱۱۵
۱۱۲	گوزروں کے لیے روشنی	"
۱۱۳	سرکاری کاغذات کا خرچ	"
۱۱۴	ملزموں کو شبہ کی بنا پر سزا دینا	۱۱۷
۱۱۵	ملاقات کی مقدار اور تقسیم	۱۱۸
۱۱۶	ایک جشن لوندی کا منظر	۱۱۹
۱۱۷	خلیفہ کا قاصد اور اس کا استقبال	"
۱۱۸	ملاحوں کی دقت کا خیال	"
۱۱۹	مقروض کا قرض بیت المال سے	۱۲۰
۱۲۰	مقروضوں کا قرض، کنواروں کی شادی، اور یتیموں کی دیکھ بھال	۱۲۱
۱۲۱	زلزلہ، صدقہ اور دعائیں	"
۱۲۲	خوشحالی اور شکر	۱۲۲
۱۲۳	گورنر سے حلف	۱۲۳
۱۲۴	پورے صوبے میں ایک بھی صدقہ لینے پر آمادہ نہیں	۱۲۴
۱۲۵	کتاب و سنت کی پابندی	۱۲۵
۱۲۶	اللہ کے لیے	۱۲۶
۱۲۷	مال اور اس کی وصیت	۱۲۷
۱۲۸	مفسدوں کے ساتھ معاملہ	۱۲۸
۱۲۹	اہل علم کی قدر شناسی	۱۲۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۳۰	عام لوگوں کا تمول	۱۳۵
۱۳۱	اپنے فرزند کی درخواست کا جواب	"
۱۳۲	شادی بیاہ میں سارنگی کی ممانعت اور دف کی اجازت	۱۳۶
۱۳۳	لوگوں کے غضب کردہ سوال کی واپسی میں آسانی اور فراوانی	"
۱۳۴	دل ہلا دینے والی نصیحت	۱۳۷
۱۳۵	خارجیوں سے شاندار مناظرہ	۱۳۸
۱۳۶	صبر و رضا	۱۳۳
۱۳۷	رعایا کی خوش حالی پر مسرت	۱۳۴
۱۳۸	داد و دہش کا معیار	"
۱۳۹	خلیفہ کی توہین پر قتل؟	"
۱۴۰	معاشی مساوات اور اس کا طریقہ	۱۴۵
۱۴۱	نصیحت کی فضیلت اور اس کے آداب	۱۴۶
۱۴۲	علم اور علماء	۱۴۷
۱۴۳	بہنسی مذاق کی نحوست	"
۱۴۴	گورنر کے خلاف مقدمہ	۱۴۸
۱۴۵	ولید کو نصیحت اور حجاج کی سازش	"
۱۴۶	خوفِ آخرت	۱۵۱
۱۴۷	خلیفہ کی خوراک	"
۱۴۸	قیامِ عدل میں مدد کرنے والوں کو انعام	۱۵۲
۱۴۹	ایک انصاری کا واقعہ	۱۵۳
۱۵۰	حجاج کے مزے سے	"
۱۵۱	رجاء بن حیوۃ کا عجیب خواب	۱۵۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۵۲	خلیفہ کی معذرت	۱۵۷
۱۵۳	دکچپی نہیں رہی	۱۵۸
۱۵۴	آپ کی خلافت، سیلمان کے گناہوں کا کفارہ	"
۱۵۵	قسطنطنیہ کے لوگوں پر شفقت	۱۵۹
۱۵۶	آپ سے پہلے غلوں کا زرخ	"
۱۵۷	آپ کی خلافت پر بنی ایہ کارِ عمل	"
۱۵۸	خلیفہ کی جانب سے نصیحت کی درخواست	۱۶۰
۱۵۹	خلیفہ کا یوسید و ظیفہ	۱۶۲
۱۶۰	سائل سے ہمدردی	"
۱۶۱	ولید کے بٹھے کے نام	۱۶۳
۱۶۲	خلیفہ کے خصماں	۱۶۷
۱۶۳	ولید کی تہمت اور اس کی اصلاح	"
۱۶۴	ولید کی نمائش کا انجام	۱۶۹
۱۶۵	حضرت عمر اور آپ سے پہلے کے تین خلیفہ	۱۷۰
۱۶۶	یٹڑھیوں کی مرست	"
۱۶۷	بیت المال کا مال کس کا حق ہے؟	۱۷۲
۱۶۸	اللہ کا مال، مسلمانوں کی ضروریات کے لیے	۱۷۳
۱۶۹	ہیرہ یا رشوت	"
۱۷۰	بیت المال کا سوتی اور خلیفہ کی صاحبزادی	"
۱۷۱	صبح و شام دو درہم	۱۷۴
۱۷۲	ایک حکیمانہ نصیحت	"
۱۷۳	امیر المومنین کا صبح و شام کا کھانا	"



وبہ نستعین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖٖ وَاَصْحَابِہٖ

مصنف کتاب الامام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن الحکم فرماتے ہیں :-
 ”اس کتاب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے جتنے حالات ذکر کئے گئے
 ہیں وہ سب میں نے امام مالک بن انس، لیث بن سعد، سفیان بن
 عیینہ، عبداللہ بن لہیع، بکر بن مضر، سلیمان بن یزید الکلبی، عبداللہ بن
 وہب، عبدالرحمن بن القاسم، موسیٰ بن صالح اور دیگر اہل علم سے جن
 کے نام میں نے ذکر نہیں کئے سنے ہیں۔ ان تمام اکابر نے ان حالات
 کا کچھ حصہ بیان فرمایا، اور میں نے وہ سب جمع کر دیئے۔“

بنی ہلال کی ایک لڑکی سے حضرت عمر بن خطاب کے صاحبزادے کا نکاح

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دودھ میں پانی ملانے
 کی ممانعت فرمادی تھی، ایک رات اطراف مدینہ میں (کسی ضرورت کے لئے) نکلے
 اچانک ایک عورت کی آواز سنی، وہ اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی: ”بیٹی! تم نے ابھی تک
 دودھ میں پانی نہیں ملایا؟ صبح ہونے کو ہے“ لڑکی بولی: ”دودھ میں پانی کیسے ملاؤں؟“
 امیر المومنین نے تو اس سے منع کر رکھا ہے۔“

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۷۴	نفرانیوں کو مناصب	۱۷۵
۱۷۵	ذمیوں کے بارے میں خاص ہدایات	۱۷۶
۱۷۶	چوپاؤں کے بارے میں ہدایات	۱۷۷
۱۷۷	ذمیوں کے تاوان موقوف	۱۷۸
۱۷۸	دیہاتیوں کی تعلیم کا اہتمام	۱۷۹
۱۷۹	معاشرہ میں پھیلتی ہوئی برائیوں کو نہ روکنے کا انجام	۱۸۰
۱۸۰	قسطنطنیہ کے مسلمان قیدی	۱۸۱
۱۸۱	بیت المال سے مقروضوں کے قرضے ادا کرنے کا حکم	۱۸۲
۱۸۲	آئندہ تمہیں ایک درہم بھی دوں گا	۱۸۳
۱۸۳	اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف	۱۸۴
۱۸۴	حضرت عمر سے قبل	۱۸۵
۱۸۵	درمیانہ طبقہ	۱۸۶
۱۸۶	قتل صرف شام رسول کی سزا ہے	۱۸۷
۱۸۷	دو خارجیوں سے گفتگو	۱۸۸
۱۸۸	موت کو یاد کر لیا کرو	۱۸۹
۱۸۹	ایک مسلمان قیدی کا واقعہ	۱۹۰
۱۹۰	خلیفہ کا گھرویران اور رعایا کا گھر آباد	۱۹۱
۱۹۱	خلیفہ کے خانگی، معمولات اور احساسِ ذمہ داری	۱۹۲
۱۹۲	علم کی ترغیب	

بڑھیا: "اور لوگ بھی تو ملاتے ہی ہیں تم بھی ملا لو، امیر المؤمنین کو کیا خبر؟"
 لڑکی: "اگر عمر کو خبر نہیں تو رب عمر تو جانتا ہے، جب ان کی ممانعت ہے تو مجھ سے
 تو یہ نہیں ہوگا" اس لڑکی کی گفتگو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے حد پسند آئی، صبح ہوئی تو اپنے صاحبزادے
 عاصم کو بلا کر یہ سارا قصہ انہیں سنایا اور فرمایا: "جاؤ دریافت کرو وہ لڑکی کون ہے؟" عاصم گئے،
 تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا تعلق قبیلہ بنی ہلال سے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو
 اگر اطلاع کی، یہ سن کر آپ) نے عاصم سے فرمایا: "بیٹا جاؤ اس لڑکی سے نکاح کر لو،
 وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے بطن سے ایک ہسوار پیدا ہو جو تمام عرب کی قیادت
 کرے" چنانچہ عاصم نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اس کے بطن سے ام عاصم بنت
 عاصم بن عمر بن خطاب پیدا ہوئیں۔ ام عاصم کا نکاح عبدالعزیز بن مروان بن الحکم سے ہوا
 اور ان سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے (رضی اللہ عنہم)

امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ اہل دانش کہا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام
 کے بارے میں عزیز مصر کی فراست بالکل صحیح نکلی، جب اُس نے کہا:

ایتونی بہ استخلصہ
 لنفسی
 ان کو میرے پاس لاؤ، میں انہیں اپنی ذات
 کے لئے خاص کر لوں گا۔

فلما كلمه قال انك اليوم
 لدینا حکیم، امین
 پس جب ان سے گفتگو کی تو کہا، آج سے آپ ہمارے
 نزدیک ایک معزز امین کی حیثیت سے رہیں گے۔

۱۔ امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں ان کا نام "یسی" نقل کیا ہے شیخ اکبر محمد الدین بن عربی کی "مسامرات" میں ہے کہ
 ان کا نام "قریب" تھا۔ مناقب اللہور میں بھی اسی طرح ہے، تاریخ ابن عساکر میں داؤد قطنی کے حوالہ سے "سکنا نام غنیہ" لکھلے (حاشیہ)

۲۔ سورہ یوسف، آیت ۵۶۔ کتاب کے ایک دوسرے نسخے میں یہاں اس آیت کا حوالہ ہے۔ اکوھی
 مشواہ، عسی ان ینفعنا و نتخذہ ولداً۔ سورہ یوسف، آیت ۲۱ (یعنی عزیز مصر نے اپنی بیوی سے
 کہا: اے ذرا عزت و احترام سے رکھنا، امید ہے یہ ہمیں کام دے گا، یا کیا بعید ہے کہ ہم اسے بیٹا ہی بنالیں)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست قبیلہ بنی ہلال کی اس لڑکی کے بارے میں
 بالکل درست ثابت ہوئی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا تھا: "اس سے نکاح کر لو"
 بخدا اس سے ایک ہسوار پیدا ہوگا، جو تمام عرب کی قیادت کرے گا۔" چنانچہ اس سے
 عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

اور مجھے ایک پسندیدہ شخص نے بتایا کہ حضرت لیث (اس پر یہ اضافہ) فرماتے
 تھے کہ سلیمان بن عبدالمکک کی فراست بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں صحیح نکلی،
 اس نے کہا تھا: "بخدا میں ایسی نامزدگی کروں گا جس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔" چنانچہ
 اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔

(روایت ہے کہ ایک بار) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سوکرائے، انھیں
 ملیں، منہ پر ہاتھ پھیرا اور کہی بار فرمایا: "یہ کون ہے جو عمر کی اولاد سے ہوگا؟ جس کا نام عمر ہوگا،
 اور جو عمر کے طریقہ پر چلے گا" (رضی اللہ عنہ)

خلافت سے پہلے کے حالات

حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ جب ذرا ہونٹیں سنبھالا۔ ہنوز چھوٹے
 بچے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا کرتے، حضرت عبداللہ
 ان کی والدہ ماجدہ کے چچا تھے پھر جب ان کے پاس سے واپس آتے تو اپنی والدہ سے
 کہتے: "امی جان! میں اپنے ماموں یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا بنتا چاہتا ہوں"

۱۔ نسخہ بارہیس کے حاشیہ میں ہے کہ انکی پیدائش مصر کے ایک قصبہ "حلوان" میں ۱۱ھ میں اور بقول بعض ۱۲ھ میں ہوئی، انکی والدہ
 دہل کے حکام تھے، امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں ذکر کیا ہے کہ انکی ولادت مصر میں ۱۱ھ میں ہوئی نیز اس کتاب میں امام بخاریؒ
 کا تاریخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن العزیز کی اصل مدنی ہے فلینظر حاشیہ۔ ۲۔ ماموں کے بجائے "چچا" ہونا چاہیے۔
 (کمانی الحاشیہ) حضرت عبداللہ، انکی والدہ کے چچا ہوتے ہیں۔ بعید نہیں کہ صغر سنی کی بنا پر انہیں ماموں کہا ہو مترجم

والدہ ماجدہ فرماتیں: ”جاہٹ انو اپنے ماموں جیسا بنے گا؛ وہ کئی بار یہی بات دہراتیں
 عمر بن عبدالعزیز کچھ سیانے ہوئے توان کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے گورنر کی
 حیثیت سے وہاں چلے گئے، اور اپنی بیوی ”ام عاصم“ کے نام خط لکھا کہ وہ بچے کو لے کر
 مصر آجائیں۔ ام عاصم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں،
 اور انہیں اپنے شوہر عبدالعزیز کے خط کی اطلاع کی، حضرت عبداللہ نے فرمایا: ”بھتیجی! تمہارے
 شوہر کا خط آیا ہے تو تمہیں جانا ہی چاہیے۔“ جب انہوں نے روانگی کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ
 نے فرمایا: ”اس بچے کو۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز کو۔ ہمارے پاس پھوڑ جاؤ، یہ تم سب کی
 نسبت ہمارے گھرانے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔“ چنانچہ وہ انہیں چھوڑ گئیں،
 اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بات کا رد کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ جب مصر پہنچیں تو عبدالعزیز
 اپنے بیٹے کے استقبال میں نکلے، مگر عرج ساتھ نہ تھے، دریافت کیا: ”مگر کہاں ہے؟“ ام عاصم
 نے حضرت عبداللہ کے اصرار پر انہیں مدینہ چھوڑ آنے کا سارا قصہ سنایا، اس پر عبدالعزیز
 بے حد خوش ہوئے، اور اپنے بھائی عبدالملک بن مروان کو (جو اس وقت امیر المومنین تھے)
 یہ واقعہ لکھ بھیجا، عبدالملک نے لکھا کہ ہزار دینار مانا ان کا وظیفہ جاری کر دیا جائے۔
 بعد ازاں حضرت عمرؓ اپنے والد عبدالعزیز سے ملنے مصر آئے مدت وہاں رہے،
 دریں اثنایہ سانچہ پیش آیا کہ ایک دن وہ دراز گوش پر سوار تھے، گر گئے، پیشانی پر زخم آیا،
 ان کے بھائی اصبح بن عبدالعزیز کو۔ جو ابھی نو عمر تھے۔ ان کے گر کر زخمی ہونے کی خبر ملی
 تو بے تحاشا ہنسنے لگے۔ جب ان کے والد عبدالعزیز کو معلوم ہوا کہ اصبح اپنے بھائی کے
 گر کر زخمی ہونے پر ہنس رہے، تو اس پر بڑا خشمناک ہوا، اور تیس دن تنہا لہجے میں بولا: ”گر کر
 تمہارے بھائی کا سر پھوٹ جاتا ہے مگر تم اس کی مصیبت کی خوشی میں ہنسنے ہو؟“ اصبح
 نے کہا: ”جناب یہ بات نہیں، میں نہ توان کی مصیبت پر خوش ہوا ہوں، نہ ان کے گر جانے
 کی بنا پر ہنسنا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان میں اصبح بنی امیہ کی تمام

علامتیں جمع ہیں، مگر پیشانی پر زخم کا نشان نہیں، جب یہ سواری سے گرے اور ان کی،
 پیشانی پر زخم آیا تو مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ وہ تمام علامتیں پوری ہو گئیں۔ میں اس خوشی
 میں ہنسنا تھا، بچہ بھی اشج بنی امیہ ہے۔“ عبدالعزیز یہ سن کر خاموش ہو گئے، اور کہا:
 ”جس شخص سے اس قسم کی امیدیں وابستہ ہوں اس کی تعلیم و تربیت مدینہ ہی میں ہونی چاہیے“
 چنانچہ انہیں پھر مدینہ بھیج دیا۔

بعد ازاں حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے، اور نہایت احسن طریق
 سے حکمرانی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ (مزاج میں ترف و تنعم کا غلبہ تھا چنانچہ اعلیٰ درجے کا غیر
 استعمال کرتے تھے جس کی خوشبو دور دور تک پہنچتی، زلفیں (کنڈھوں پر) لٹکتیں، چادر
 ٹخنوں سے نیچے ڈھلکتی، اور چال ڈھال میں ناز و غلام کا ایک خاص انداز پایا جاتا۔ تاہم
 ان پر شکم پروری، شہوت پرستی اور غلط فیصلے کے طعن کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو
 ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا: ”آپ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی
 اور اس کے حکم کے سامنے جھکے رہیے جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی امید رکھئے، کیونکہ
 اللہ تعالیٰ کے یہاں دائمی خیر اور مصائب کا عوض ہے۔ آپ کو جس چیز کا اندیشہ سلیمان
 (آپ سے پہلے خلیفہ) کے بارے میں تھا۔ اب اس کا اندیشہ خود اپنے بارے میں
 یکجہ، اتنا کہہ کر کہ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اسے میرے پاس بلاؤ۔“
 جب واپس آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”تم نے یہ نصیحتیں مجھے کس لئے کیں؟“ اس نے کہا:
 ”جان بخشی ہو، تو عرض کر دوں۔“ فرمایا: ”تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔“ وہ شخص بولا: ”میں نے آپ کو

۱۷ اشج، اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہو، مشہور تھا کہ اموی خاندان میں
 امام عادل ہوگا۔ جس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہوگا، اس کا مصداق حضرت عمر بن عبدالعزیز ہوئے۔
 ”اشج بنی امیہ“ سے یہی مراد ہے۔ مترجم

مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے کہ آپ کی چادر نیچے ڈھکی ہوئی اور زلفیں دراز ہوتی تھیں، آپ سے عطر کی خوشبو بہکا کرتی تھی، مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زمین میں رہنے کی ہمت کیسے دے رہے ہیں؟ اب آپ جب اس حالت کو پہنچے تو میں نے اپنا فرض سمجھا کہ تعزیت بھی کروں اور نصیحت کا حق بھی ادا کروں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "بھائی! اگر تم ہمارے پاس رہنا پسند کرو تو بڑی اچھی بات ہے ہماری نگرانی کرو گے اور اگر جانا چاہیے تو خدا حافظ۔"

خلافت سے پہلے ترفہ و تنعم

اموی خاندان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سب سے بڑھ کر ناز پروردہ اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے آدمی تھے، ان کی نشوونما سلطنت کی آغوش میں ہوئی، عطر بیزی میں ان کا شہرہ تھا، جہاں سے گزر جاتے وہاں کی فضا معطر ہو جاتی، وہ ناز و غرام کی ایک مخصوص مستانہ چال چلتے تھے، جو انہی کی نسبت سے "عمری چال" کے نام سے مشہور ہو گئی تھی، اور جو نو عمر و شیرازوں کو بہت بھلی لگتی تھی، وہ اسے سیکھا کرتی تھیں، مگر جب مسند خلافت سنبھالی تو سب کو چھوڑ دیا، لیکن وہ مخصوص چال (ان کی فطری تھی یا فطرت ثانیہ بن گئی تھی، اس لئے اس کو) نہیں چھوڑ سکتے تھے، بسا اوقات اپنے غلام "مزارحم" سے فرماتے کہ جب مجھے اس مخصوص انداز میں چلتے دیکھو تو مجھے یاد دلادینا، ان کے یاد دلانے پر آپ اسے بدلنے کی کوشش کرتے، مگر کامیاب نہ ہوتے، چنانچہ پھر وہی چال چلنے لگتے۔ خلافت سے پہلے ان کی چادر زمین کی جاڑوب کشی کیا کرتی تھی، کبھی جوتے میں پھنس جاتی تو اسے زور سے کھینچ کر پھاڑ دیتے مگر جوتا اتارنے کی زحمت گوارا نہ کرتے، کبھی جوتا گر کر نکل جاتا تو اس کی پروا نہ کرتے، اگر خادم پیچھے سے لاکر پیش کرتا تو اسے ڈانٹ دیتے۔ انگشتی سے سرکاری کاغذات پر ہر لگاتے تو مٹی عنبر آلود ہو جاتی۔

حضرت سعید بن مسیبؓ کا احترام

(الف) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ مدینہ طیبہ کے حاکم تھے ایک دن اپنے ایک قاصد حضرت سعید بن مسیبؓ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے ایک مسئلہ پوچھ آئے، حضرت سعید کسی حاکم یا خلیفہ کے پاس جانے کے عادی نہیں تھے۔ قاصد نے غلطی سے کہہ دیا کہ آپ کو امیر صاحب بلاتے ہیں، چونکہ بلا دہا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی جانب سے تھا۔ اس لئے حضرت سعید کو ان کے بلانے پر نہ جانا گوارا نہ ہوا، فوراً جوتے پہنے اور قاصد کے ساتھ ہو لئے۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے دیکھا کہ حضرت سعیدؓ بنفس نفیس تشریف لا رہے ہیں تو فرمایا: "حضرت! ہم نے قاصد آپ کو بلانے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ وہ آپ سے مسئلہ دریافت کر آئے، یہ اس کی غلطی ہے کہ اس نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی، خدا را آپ واپس اپنی جگہ تشریف لے جائیں، ہمارا قاصد وہیں آکر آپ سے مسئلہ دریافت کرے گا۔"

(ب) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ (اپنے زمانہ امارت میں) ایک رات مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور قرأت جہر کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، آواز بڑی اچھی تھی، اتفاقاً قریب ہی کہیں حضرت سعید بن مسیبؓ تھے، حضرت سعیدؓ نے اپنے غلام سے فرمایا: "ارے بُرو! ہٹاؤ اس قاری کو یہاں سے اس کی آواز ہمیں پریشان کر رہی ہے۔" حضرت عمرؓ بدستور اپنے دھیان میں نماز پڑھتے رہے، اتنے میں حضرت سعیدؓ نے بُرو سے پھر فرمایا: "ارے بُرو! بڑے افسوس کی بات ہے، میں نے کہا نہیں کہ اس قاری کو یہاں سے ہٹاؤ؟ تو نے ابھی تک نہیں ہٹایا۔" بُرو نے کہا: حضور! مسجد کوئی ہماری جاگیر تو نہیں۔ یہ بات حضرت عمرؓ کے کان میں پڑی تو اپنے جوتے اٹھائے اور مسجد کے دوسرے کونے میں چلے گئے۔

یاد آخرت

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ کسی سفر کے لئے نکلے، حضرت عمرؓ نے اپنا سامان اور خیمہ وغیرہ پہلے سے آگے نہیں بھجوا یا تھا۔ منزل پر پہنچے تو ہر شخص اپنے خیمے میں، جو اس نے پہلے سے بھجوا رکھا تھا، چلا گیا، اور سلیمان کے لئے جو خیمہ نصب کیا گیا تھا وہ اس میں فروکش ہوا، حضرت عمرؓ کہیں نظر نہ آئے تو سلیمان نے کہا: انہیں تلاش کرو، غالباً انہوں نے کوئی خیمہ نہیں بھیجا تھا، تلاش کی گئی تو دیکھا گیا کہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے ہیں، سلیمان کو اطلاع کی گئی، آپ کو بلایا، اور دریافت کیا: ابو جھوٹ کیوں رو رہے تھے؟ فرمایا: ”امیر المؤمنین! رونے کا سبب یہ ہوا کہ مجھے قیامت کا دن یاد آگیا۔ دیکھئے! میں نے گھر سے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی، مجھے یہاں کچھ نہیں ملا، اسی طرح قیامت میں بھی جس نے جو چیز آگے بھیجی ہوگی وہی اسے ملے گی۔“

خود داری اور جھوٹ سے نفرت

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی رفاقت میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے کسی پُر فضا مقام میں گئے۔ اتفاقاً وہاں پانی پر ان کے اور خلیفہ سلیمان کے غلاموں کے درمیان کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کے غلاموں نے خلیفہ سلیمان کے غلاموں کی پٹائی کر دی۔ انہوں نے خلیفہ سلیمان سے اس کی شکایت کی، سلیمان نے حضرت عمرؓ کو بلایا، شکایت کے لہجے میں کہا: ”آپ کے غلاموں نے میرے غلاموں کو مارا ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”مجھے علم نہیں۔“ سلیمان بگڑ کر بولا: ”آپ جھوٹ کہتے ہیں،“ فرمایا: ”جھوٹ تو میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اور مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ، جھوٹے آدمی کو نقصان دیتا ہے۔ آج

مک کبھی نہیں بولا۔ اور آپ کی اس مجلس کے علاوہ دنیا میں رہنے کی اور بہت سی جگہ ہے۔“ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ آئے اور آتے ہی مصر چلے جانے کے ارادے سے سامان باندھنا شروع کر دیا، سلیمان کو خبر ہوئی تو اسے بہت شناق گذرا۔ ان دونوں کی پھوپھی نے بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کی کوشش کی۔ سلیمان نے پھوپھی صاحبہ سے کہا: ان سے کہیے میرے پاس آئیں تو سہی، پس اب ناراضگی چھوڑ بھی دیں، پھوپھی کے کہنے پر حضرت عمرؓ سلیمان کے پاس گئے۔ اس نے معذرت کی اور کہا: ”ابا حفص! مجھے جب بھی کوئی غم اور پریشانی کا قصہ پیش آتا ہے، میں غور و فکر کے بعد اس کا حل نکال لیتا ہوں۔“ اس کے منانے پر وہاں گئے اور ارادہ سفر ترک کر دیا۔

حجاج کی موت پر

جب حجاج بن یوسف کی موت کی خبر آئی تو لوگ ولید بن عبدالملک کے پاس تعزیت کے لئے گئے۔ مگر حضرت عمرؓ نہیں گئے، ولید کو اس کا رنج ہوا، اس نے حضرت عمرؓ سے کہا: ”عمر! حجاج کی موت پر جس طرح دوسرے لوگوں نے میری تعزیت کی تم نے کیوں نہیں کی؟“ جواب دیا: ”امیر المؤمنین! حجاج ہمارے گھرانے کا ایک فرد تھا۔ اس کی موت پر ہم خود تعزیت کے مستحق ہیں۔ نہ یہ کہ ہم تعزیت کریں۔“ ولید بولا: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: میں نہیں چاہتا کہ مجھے کلام کے بدلے اتنا اتنا کچھ

لے۔ جہشیاری نے اپنی کتاب ”الموزر اذ الکتاب“ میں روایت کیا ہے کہ حجاج نے ایک دن اپنے سیکرٹری سے کہا: ”لوگ میرے بارے میں کیگتے ہیں؟“ اس نے معذرت کی، کہا: نہیں، ضرور بتانا ہوگا۔ اس نے کہا: ”لوگ آپ کو ظالم، خائن، قاتل، سخت گیر، جھوٹا کہتے ہیں۔“ کہا سب کچھ ٹھیک کہتے ہیں سوائے جھوٹ کے، کیونکہ خدا جانتا ہے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ، جھوٹے آدمی کے لئے عیب کی چیز ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

حجاج کی موت پر سجدہ شکر

حضرت عمر بن عبد العزیز کو حجاج بن یوسف کے مرنے کی خبر ملی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حضور میرا سر جھک گیا کہ اس نے حجاج کا دور ختم کر دیا۔

حجاج کے مدینہ میں داخلے کی ممانعت

جن دنوں حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے۔ حجاج کو امیر الحج بنا دیا گیا۔ حضرت عمر نے خلیفہ کو خط لکھا کہ مجھے حجاج کے مدینہ آنے سے معاف رکھا جائے۔ خلیفہ نے حجاج کو لکھا کہ عمر بن عبد العزیز نے اس مضمون کا خط لکھا ہے، جو شخص تمہارے آنے کو پسند نہیں کرتا تم اگر اس کے پاس نہ جاؤ تو کیا عرج ہے؟ چنانچہ حجاج مدینہ نہیں گیا۔

مسجد نبوی کا احترام

حضرت عمر بن عبد العزیز جن دنوں مدینہ کے حاکم تھے۔ جب آپ مسجد نبوی کی چھت پر رات گزارتے تو کوئی عورت آپ کے پاس نہیں آ سکتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا ادب ملحوظ رہتا تھا۔

ولید بن عبد الملک سے گفتگو

حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں: ایک دن دوپہر کا وقت تھا کہ خلیفہ عرج بن ابی ذہب ان قطع ملة الحجاج العتد الفرید میں ہے کہ جب آپ کو موت حجاج کی خبر ملی تو سجدے میں گر گئے۔ (کمانی الحاشیہ)

ولید بن عبد الملک نے مجھے بلوایا، اس وقت مجھے بلوانا اس کی عادت نہیں تھی۔ میں گیا، تو اسے اپنے مخصوص کمرے میں پایا، کمرے کے دو دروازے تھے، ایک بیرونی دروازہ جس میں باہر سے داخل ہوتا تھا اور دوسرا اندرونی دروازہ، جس سے نکل کر وہ گھر جاتا تھا۔ میں اجازت لے کر اندر گیا، تو دیکھا کہ ماتھے پر بل ہیں، سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: ”یہاں بیٹھ جاؤ“ چنانچہ مجھے اپنے سامنے بٹھلایا جیسے کسی ملزم کو بٹھایا جاتا ہے۔ اس کے پاس اس وقت صرف خالد بن ریان تھا جو تلوار سونے کھڑا تھا۔ ولید نے گرجتے ہوئے کہا: ”جو شخص خلفاء کو برا کہتا ہے اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تمہارے خیال میں اسے قتل کر دیا جائے یا نہیں؟“ میں خاموش رہا۔ وہ پھر گرجا: ”جواب کیوں نہیں دیتے؟“ پھر میں چپ رہا۔ اس نے پھر ہی کہا، میں نے عرض کیا: ”کیا مجھے قتل کرنا ہے؟“ کہنے لگا: ”نہیں سوال خلفاء کی عیب چینی کا ہے؟“ میں نے کہا: ”تو پھر میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو خلفاء کی ہتک عزت کے جرم میں سزا دی جاسکتی ہے۔“ ولید نے سراٹھا کر بن ریان کی طرف دیکھا، مجھے ہی گمان ہوا کہ اسے میرے قتل کرنے کو کہہ رہا ہے تاہم اس نے اتنا کہا کہ یہ ان میں کا متجربہ ہے۔ پھر اٹھا اور گھر چلا گیا، ابن ریان نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے کہا: ”آپ چلے جائیے۔“ ابن ریان حضرت عمر کا محافظ اور خیر خواہ تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: میں اٹھ کر چلا آیا، مگر خوف کی یہ حالت تھی کہ پیچھے سے ہوا کی سرسراہٹ بھی ہوتی تو مجھے خیال ہوتا کہ شاید مجھے واپس بلانے کے لئے کوئی آدمی آرہا ہے۔

خالد بن ریان کی معزولی

خالد بن ریان ولید بن عبد الملک کا محافظ تھا۔ جب حضرت عمر مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اسے اس کے منصب سے معزول کر دیا اور فرمایا: ”مجھے اس کی پکڑ دھکڑ یاد آ جاتی ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر اسے نیچا

کیا ہے، اب اسے کبھی اونچا نہ کیجیو۔ چنانچہ کسی نامور کو اس طرح گنہگار ہوتے نہیں دیکھا گیا، جیسا کہ خالد بن ولیدؓ کو شہ گنہگار میں چلا گیا، بعد ازاں یہ ایک چھوٹی بستی میں رہا کرتا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، یہاں تک کہ لوگ کہا کرتے تھے: ”خدا جانے خالد کا کیا ہوا، زندہ بھی ہے یا مر گیا۔“

بارش سے عبرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ایک بار سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ حج کے لئے گئے راستہ میں گرج چمک کے ساتھ سخت بارش ہوئی، سلیمان نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”ابو حفص! کبھی ایسی بارش دیکھی؟“ فرمایا: ”ابھی تو یہ اس کی رحمت کی بارش ہے، اگر اس کے غضب کی بارش ہو تو کیا حالت ہوگی؟“

جذامیوں کا واقعہ

سلیمان بن عبدالملک حج کے لئے گئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بھی ان کے ساتھ تھے، ایک رات مکہ مکرمہ کے قریب سواری پر چارہے تھے، سلیمان کو اونگھ آگئی، اتنے میں جذامیوں کے شور مچانے اور گھنٹیاں بجانے کی آواز آئی، گھبراہٹ اور بے چینی سے سلیمان کی آنکھ کھل گئی۔ ان کی اس حرکت پر بڑی کوفت ہوئی اور حکم دیا انہیں آگ سے جلا دیا جائے۔ جس شخص کو یہ حکم دیا گیا تھا وہ بے حد پریشان ہوا کہ کیا کیا جائے، اتنے میں اس کی ملاقات حضرت عمرؓ سے ہوئی وہ آپ کو دیکھتے ہی بولا: ”ابو حفص! امیر المومنین کی جانب سے بڑا حادثہ پیش آگیا، نصہ یہ ہوا کہ امیر المومنین کا گدڑ سواری پر سوتے ہوئے ان جذامیوں کے پاس سے ہوا۔ ان کے چپخنے چلانے اور گھنٹیاں بجانے سے وہ گھبراہٹ اور غصے میں حکم فرما دیا کہ ان کو آگ سے جلا دیا جائے“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ذرا ٹھہرو امیر المومنین

ملتا ہوں“ حضرت عمرؓ سلیمان کے پاس گئے، کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں پھر آپ نے فرمایا: ”امیر المومنین! آپ نے کبھی ان مبتلائے مصیبت (جذامی) لوگوں جیسا بھی کوئی دیکھا؟ اللہ تعالیٰ اپنی عافیت میں رکھے کاش آپ ان کو یہاں سے نکال دینے کا حکم فرما دیتے“ سلیمان بولا: آپ نے ٹھیک فرمایا۔ ان کو یہاں سے نکال دیا جائے“ حضرت عمرؓ پیچھے لوٹے، اور اس شخص سے فرمایا: امیر المومنین نے ان کو نکال دینے کا حکم فرما دیا ہے۔

میراث کے سلسلہ میں خلیفہ سے گفتگو

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ، سلیمان بن عبدالملک سے اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ عبدالعزیزؓ (حضرت عمرؓ کے والد) کی بعض صاحبزادیوں کو عبدالملک کے خاندان سے وراثت پہنچتی ہے۔ (وہ دولائی جاتے) سلیمان نے کہا: ”عبدالملک نے اس سلسلہ میں ایک تحریر چھوڑی ہے، جس میں لکھا ہے کہ ان کو میراث نہ دی جائے“ حضرت عمرؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد پھر اسی موضوع پر گفتگو کی، سلیمان نے خیال کیا کہ میں نے عبدالملک کی تحریر کا جو حوالہ دیا ہے غالباً ان کو میری بات کا اعتبار نہیں آیا۔ سلیمان نے اپنے خادم سے کہا: ”نورا عبدالملک کی کتاب (تحریر) لائیو“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”امیر المومنین! آپ نے قرآن مجید منکرا یا ہے؟“ (سلیمان تو یہ سن کر چپ ہو گیا) اس کا لڑکا بولا ایوب بولا: ”اب تم ایسی باتیں بھی کرنے لگو گے جن کی وجہ سے تمہاری گردن اڑادی جائے“ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: ”خدا نخواستہ اقتدار آپ کے ہاتھ آیا تو مسلمانوں کو اس سے بھی بڑا حادثہ پیش آسکتا ہے“ سلیمان نے ایوب کو جھڑکا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اگر اُس نے جہل سے کام لیا ہے تو بروہاری ہم نے بھی نہیں کی۔“

مدینہ طیبہ سے تعلق

حضرت عمر بن عبد العزیز جب مدینہ طیبہ سے نکلے تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور رٹنے لگے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: ”مزاحم! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں سے نہ ہوں جنہیں مدینہ شریف باہر نکال بھیجتا ہے“۔

بدشگونی کی تردید

مزاحم کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ طیبہ سے نکلے تو میں نے دیکھا کہ چاند دُبران میں ہے۔ میں نے ان سے یہ کہنا تو مناسب نہ سمجھا، بلکہ یہ کہا: ”دراچاند کی طرف نظر فرمائیے کتنا خوبصورت نظر لگتا ہے“ حضرت عمر نے دیکھا تو چاند دُبران میں تھا، فرمایا: ”شاید تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ چاند دُبران میں ہے، مزاحم! ہم چاند سورج کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اللہ واحد و تبارک کے (حکم و مشیت کے) ساتھ نکلتے ہیں“۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مدینہ کی مثال مٹی کی سی ہے، یہ میل کچیل (یعنی غیر مخلص لوگوں) کو باہر نکال بھیجتا ہے“۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں اسی ارشاد نبوی کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ دُبران: چاند کی ایک منزل کا نام ہے، اس وقت چاند ثریا اور جوزا کے درمیان ہوتا ہے۔ عرب میں نجومیوں کا یہ دہم رائج تھا کہ یہ ساعت منحوس ہوتی ہے۔ مزاحم کا اشارہ اسی طرف ہے۔

۳۔ مطلب یہ کہ چاند، سورج اور ستاروں کی گردش اور انکے مختلف حالات کی تبدیلی انسان کے نفع و نقصان اور سعادت و شریان میں کوئی تاثیر نہیں نہ ان چیزوں پر ایک سمان کی نظر ہونی چاہیے بلکہ انسان کی تمام تر کامرانی و ناکامی، اللہ واحد و تبارک کی مشیت و ارادہ پر معلق ہے، سمان کا مطلع نظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکام کی پیروی ہے اور بس۔ اس لئے سعد و نحس کا نظریہ محض ایک جاہلی دہم ہے۔

(متزجم)

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

حضرت عمر بن عبد العزیز ایک رات تنہا سوار ہو کر کسی طرف کو نکلے، آپ کے خادم مزاحم بھی آپ کے پیچھے ہوئے۔ حضرت عمر ان سے آگے ذرا فاصلے پر تھے۔ مزاحم نے دیکھا کہ آپ ایک اور شخص کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے ہوئے ہے۔ حالانکہ گھر سے آپ تنہا نکلے تھے، مزاحم کہتے ہیں۔ میں نے سوچا یہ کوئی رہبر ہوگا، (جیسے راستہ بتانے کے لئے ساتھ لے لیا ہوگا) میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تاکہ آپ سے جا ملوں، میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا چل رہے ہیں اور کوئی آپ کے ساتھ نہیں۔ میں نے عرض کیا: میں نے ابھی آپ کے ساتھ ایک شخص کو دیکھا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا میں نے خیال کیا وہ کوئی بدرقہ (رہبر) ہوگا، میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا ہیں۔ فرمایا ”مزاحم! واقعی تو نے اسے دیکھا ہے؟“ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: ”میرا گمان ہے تم نیک آدمی ہو، مزاحم! دراصل وہ خضر علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے اس امر (خلافت) سے پالا پڑے گا اور (حق تعالیٰ کی جانب سے) اس پر میری مدد کی جائے گی۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ عراق سے مدینہ آئے تو انہیں حضرت عمر بن عبد العزیز کی نماز پسند آئی تھی۔ حضرت عمرؓ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا :-

ماصلیت خلف امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد صلۃ بصلۃ رسول اللہ علیہ وسلم امامکم هذا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز انحضرت کی نماز سے اتنی شائبہت رکھتی ہو، جتنی کہ تمہارے اس امام کی نماز۔ حضرت عمرؓ نماز میں رکوع سجدہ پورے اطمینان سے کیا کرتے تھے اور قیام وقعود میں تخفیف کیا کرتے تھے۔

عمر بن العزیز کے استخلاف کا واقعہ

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کا ایک لڑکا ایوب بن سلیمان تھا، جسے سلیمان نے دلیعہد بنا رکھا تھا، مگر اس کا انتقال سلیمان کی وفات سے پہلے ہوا، اس کے باقی تمام لڑکے کم عمر تھے، سلیمان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اسے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کی فکر ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اور رجاء بن حیوۃ عیادت کے لئے آئے تو سلیمان نے رجاء کو مخاطب کر کے کہا: میرے لڑکوں کو قمیص اور چادر پہنا کر میرے پاس لاؤ، حکم کی تعمیل کی گئی، وہ بیچارے اتنے نو عمر تھے کہ اپنے لباس تک کو نہیں سنبھال سکتے تھے، ان کے کمرے اور چادریں زمین پر گھسٹ رہی تھیں، سلیمان نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

میرے بیٹے کم سن بچے ہیں کامیاب وہ ہے جس کے بیٹے بڑی عمر کے ہوں
حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں۔ تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی (سورۃ الاعلیٰ)
پھر سلیمان نے رجاء بن حیوۃ سے کہا: میرے لڑکوں کو تلواریں حائل کر کے میرے پاس لاؤ، چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی، مگر وہ اپنی کم سنی کی بنا پر ان کے متحمل نہیں تھے، بلکہ انہیں زمین پر گھسیٹتے آرہے تھے، سلیمان نے یہ منظر دیکھ کر پھر کہا:-

”میرے بیٹے بڑھاپے کی اولاد ہیں۔ کامیاب آدمی وہ ہے جس کی جوانی کی اولاد ہو“
حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں ”تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی“

سلیمان نے جب دیکھا کہ اس کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں جو بار خلافت اٹھا سکتا ہو تو اسے حضرت عمر بن عبد العزیز خلافت کے لئے موزوں تر نظر آئے، کیونکہ آپ کے حالات سے وہ اچھی طرح واقف تھا، اس کے لئے رجاء بن حیوۃ سے مشورہ کیا اور اپنا خیال بھی ان کے سامنے ظاہر کیا، رجاء نے اس رائے کی پُر زور تائید کی اور حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کا مشورہ دیا، سلیمان نے کہا: بخدا میں ایسی نامزدگی کروں گا جس میں شیطان کا کوئی حصہ نہ ہو۔

جب مرض نے شدت اختیار کی تو سلیمان نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا جس میں حضرت عمر بن عبد العزیز کو اور ان کے بعد یزید بن عبد الملک کو خلافت کے لئے نامزد کیا اور رجاء بن حیوۃ کے علاوہ کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ سعید بن خالد، عمر بن عبد العزیز اور خاندان کے بعض دیگر افراد سلیمان کی عیادت کے لئے آئے، دیکھا کہ اس پر موت کے آثار نمایاں ہیں، سعید بن خالد اور عمر بن عبد العزیز وہاں سے اٹھ آئے، ان کے پیچھے پیچھے رجاء بن حیوۃ آرہے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز جوتا ٹھیک کرنے کے بہانے سے ذرا پیچھے رہ گئے، اتنے میں رجاء بن حیوۃ ان سے آئے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان سے فرمایا: ”رجاء! امیر المؤمنین پر موت کے آثار ہیں۔ میرا خیال ہے وہ یقیناً کسی کو خلیفہ نامزد کریں گے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ مجھے اس سلسلہ میں یاد کریں تو انہیں ضرور ٹال دیجئے، اور اگر وہ مجھے یاد نہ کریں تو اس کے لئے میرا نام ہرگز پیش نہ کیجئے“
رجاء بن حیوۃ نے کہا: مجھے وہم و گمان بھی نہیں تھا، کہ آپ کا خیال بھی ادھر جا سکتا ہے کیا خیال ہے، عبد الملک کی اولاد خلافت کے کاروبار میں تمہیں بھی شریک کر سکتی ہے؟“

حالانکہ سلیمان اس کام سے فارغ ہو چکے تھے اور رجا بن حیوۃ کو اس کی خبر بھی تھی، مگر اس موقع پر انہوں نے اس راز کو حضرت عمر سے مخفی رکھنا مناسب سمجھا۔

جب ہشام بن عبد الملک سر پر خلافت پر متمکن ہوئے تو ایک بار ان کی مجلس میں رجا بن حیوۃ کا تذکرہ ہوا، ہشام نے کہا: یہ وہی صاحب تو ہیں جنہوں نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ملی بھگت کر رکھی تھی اور اس کے نتیجے میں اگلے دن وہ خلیفہ بن گئے تھے رجا بن حیوۃ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا: آج میں اس راز کا افشاء کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اگر سلیمان ان کو خلیفہ بنانا چاہیں تو میں اسے اس کام سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں اور اگر سلیمان ان کو اس سلسلہ میں یاد نہ کریں تو میں ان کا نام پیش نہ کروں۔ ہشام کو رجا بن حیوۃ کے اس انکشاف سے بے حد تعجب ہوا، اور بے اختیار بولا: "میرا خیال ہے عمر بن عبد العزیز نے کبھی ایک قدم بھی کسی اچھی نیت کے بغیر نہیں اٹھایا۔"

بہر حال جب سلیمان کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس تحریر میں جس کو خلیفہ کو نامزد کیا گیا ہے۔ اس کے لئے بیعت لی جائے، چنانچہ لوگوں نے بیعت کی، مگر انہیں کچھ شبہ نہیں تھی کہ اس میں کس شخص کا نام درج ہے۔ دریں اثنا سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ مگر رجا بن حیوۃ نے سلیمان کی موت کو مخفی رکھا، باہر نکل کر لوگوں کے پاس آئے، اور کہا امیر المؤمنین محمد اللہ اب ٹھیک ہیں، اور حکم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے، اس سے دوبارہ بیعت کی جائے، لوگوں نے کہا: ہمیں امیر المؤمنین تک پہنچاؤ، ہم ان کی زیارت کریں گے اور ان کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ رجا بن حیوۃ اندر گئے اور حکم دیا کہ امیر المؤمنین کو ٹیکے کے سہارے بٹھا دیا جائے، ان کے پاس ایک خادم کو کھڑا کر دیا گیا، اب لوگوں کو امیر المؤمنین کی خدمت میں باریابی کی اجازت دی گئی، لوگ دروازے کے پاس ٹھہر کر دور ہی سے سلام و زیارت کرتے اور خادم، امیر المؤمنین

کی طرف سے سلام کا جواب دیتا، جیسا کہ مریض کی طرف سے جواب دینے کا دستور ہے، بہر حال لوگ یونہی دیکھ کر واپس ہو جاتے، بعد ازاں رجا بن حیوۃ نے کہا: امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ جس شخص کو نامزد کیا گیا ہے، اس کی بیعت کرو اور سمع و طاعت بجالاؤ۔ چنانچہ تمام لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، بنی مروان، بنی امیہ اور امراء و وزراء تمام معززین موجود تھے۔ سب نے دوبارہ بیعت کی، جب رجا بن حیوۃ کو اطمینان ہو گیا، تو ادھر ادھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیکھنے لگے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے، تلاش کیا تو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں کہیں دوڑ بیٹھے ہیں، رجا بن حیوۃ نے ان کے پاس جا کر کہا: "السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اٹھیے ممبر پر تشریف لے چلیے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: "رجا! خدا کے لئے مجھے معاف رکھو۔" رجا بن حیوۃ نے عرض کیا: خدا کے لئے مسلمانوں کو اضطراب اور الجھن میں نہ ڈالئے، سلیمان اپنے رب سے جا ملے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کا فیصلہ فرما دیا ہے، ان کے اصرار پر حضرت عمر بن عبد العزیز ممبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو سلیمان کے انتقال کی اطلاع کی اور عہد نامہ کھول کر پڑھا، اس میں تحریر تھا کہ "سلیمان کے بعد عمر بن عبد العزیز اور ان کے بعد یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوں گے" جب انہوں نے عمر بن عبد العزیز کا نام پڑھا تو ہشام بن عبد الملک گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ایک آہ سرد کھینچی، ایک شامی نے یہ دیکھ کر تلوار نیام سے نکال لی اور بولا: "ایک کام کا فیصلہ امیر المؤمنین نے کر دیا ہے تو اس پر آہ کہتا ہے؟" پھر جب عمر بن عبد العزیز کے بعد یزید بن عبد الملک کا نام پڑھا تو ہشام بولا: "بسر و چشم! (سمعنا و اطعنا) امیر المؤمنین کی تحریر شکر تمام لوگ سمع و طاعت بجالائے اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے بیعت کی۔

جس دن حضرت عمر بن عبد العزیز نے سر پر خلافت کو زینت بخشی اس سے

پہلی رات ایک شخص نے خواب دیکھا کہ نوبیا ایک شخص آسمان سے کہہ رہا ہے: (اور یہ اسے دیکھ رہا ہے) لوگو! تمہارے پاس عدل اور نرمی آرہی ہے، اب مسلمانوں میں اعمالِ صالحہ کا چرچا ہوگا۔ خواب دیکھنے والا اس شخص سے دریافت کرتا ہے: بندہ خدا! وہ کون ہے؟ آواز دیتے والا آسمان سے زمین پر اترتا اور اپنے ہاتھ سے لکھا "عمر"

تین فوری احکام

بیعت کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی ابھی جنازہ تیار نہیں ہوا تھا کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے نماز مغرب ادا کی اس کے بعد جنازہ پڑھایا پھر جنازہ قصر سے قبر تک لایا گیا، سلیمان کی تدفین سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فوراً قلم کا غد طلب کیا اور تین فیصلے لکھے، گویا ان کے نزدیک خلیفہ بن جانے کے بعد ان میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی فیما بینہ، و بین اللہ روا نہیں تھی، لوگ ان فیصلوں کے فی الفور وہی لکھنے پر چمپے میگوئیاں کرنے لگے وہ کہہ رہے تھے: آخر اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی؟ ان سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ کم از کم اپنے گھر تو پہنچ لیں؟ "یس جی! یہی اقتدار پسندی کا مظاہرہ ہے" یہی صاحب ہیں جن کا سلطنت سے گریز پائی میں شہر تھا؟ وغیرہ وغیرہ

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ کسی بات کی جلدی تھی، نہ خلافت کا رعب جہاں مقصود تھا، بلکہ انہوں نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ ان فیصلوں میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی ان کے لئے جائز نہیں۔

پہلا حکم

انہوں نے سب سے پہلے جو فیصلہ لکھا وہ یہ تھا کہ مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ سے واپسی کی اجازت ہے۔

اس کا قصہ یہ تھا کہ سلیمان بن عبد الملک نے اسے قسطنطنیہ کے بڑی و بھری جہاد کے لئے بھیجا تھا۔ قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے مگر یہ دشمن کے دھوکے میں آگئے، حریف نے ان کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے سامان پر قبضہ کر کے شہر کا دروازہ بند کر لیا، سلیمان کو اس کی اطلاع پہنچی تو اسے اس فریب خوردگی کا بے حد رنج ہوا، اور قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں انہیں واپس آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ ان کے لئے وہاں ٹھہرنا دو بھر ہو گیا تھا، بھوک اور بد حالی میں جا لڑوں کے کھانے تک ذرت پہنچی، کوئی شخص اپنی سواری سے ادھر ادھر ہوتا تو لوگ اسے کاٹ کر کھا جاتے۔ مگر سلیمان بار بار کی اپیل کے باوجود اپنے فیصلے پر اڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ان کی حالت سے پریشان تھے، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور اس امر کی گنجائش نظر نہ آئی کہ مسلمانوں کے معاملات ان کے سپرد ہوں اور وہ ان بے چاروں کے معاملہ میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا رکھیں۔

دوسرا حکم

دوسری بات جو تحریر فرمائی وہ اسامہ بن زید تنوخی کی برطرفی تھی، یہ صاحب مصر کے خراج کے تحصیل کرتے اور بڑے جابر و ظالم، حق تعالیٰ کی نازل فرمودہ سزاؤں میں تعدی کرتے، خلافت قاعدہ لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتے، چوپاؤں کے پیٹ چاک کر کے ان کے پیٹ میں گوشت کے ٹکڑے بھر کے بحری درندوں کے سامنے ڈال دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے ہر علاقے کی جیل میں ایک سال رکھا جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھے جائیں۔ صرف نماز کے وقت کھولا جائے اور پھر باندھ دیا جائے، یہ ایک سال مصر میں مجبوس رہا۔ پھر فلسطین منتقل کر دیا گیا اور وہاں ایک سال مجبوس رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور زید بن عبد الملک خلیفہ ہوئے تو انہوں نے پھر اسے مصر میں اس کے منصب

تیسرا حکم

تیسرا حکم یزید بن ابی مسلم کی افریقہ سے برطرفی کا تھا یہ بہت بے ڈھب کا حکم تھا، بظاہر بڑے زہد و عبادت کا مظاہرہ کرتا تھا، مگر چھوٹے بڑے تمام شاہی فرامین کو نافذ کرنا ضروری سمجھتا تھا، خواہ وہ کتنے ہی ظالمانہ اور مخالف حق کیوں نہ ہوں، عین اس حالت میں جب کہ اس کے سامنے لوگوں کو سزائیں دی جاتیں وہ ذکر و تسبیح اور وظیفہ میں مشغول رہتا اور ساتھ کے ساتھ کسزاکے بارے میں ہدایات بھی دیتا: سبحان اللہ الحمد للہ! اولڑکے! فلاں جگہ سے باندھو۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اولڑکے فلاں جگہ کو باندھو۔ یہ تھی اس کی بدترین حالت اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی معزولی کا حکم تحریر فرمایا لے

بہر حال یہ اسباب تھے جن کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان امور میں فوری فیصلہ ضروری

سبھا۔ شاہی اخراجات کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز حبیب سلیمان کے دفن سے فارغ ہو کر واپس آنے لگے تو آپ کو شاہانہ سواری پیش کی گئی۔ فرمایا: ”یہ کیسی؟“ عرض کیا گیا: یہ شاہی سواریاں ہیں جن پر کبھی کوئی سوار نہیں ہوا ان کا مصرف یہ ہے کہ نیا خلیفہ پہلی بار ان کو سواری سے مشرف کیا کرتا ہے۔ آپ نے

۱۔ یزید بن ابی مسلم کا جو واقعہ یہاں ذکر کیا گیا ہے، وہ مورخین کی عام تصریحات کے خلاف ہے جہاں تک میں نے کتب تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کسی نے یہ نقل نہیں کیا کہ یزید بن ابی مسلم کو یزید بن عبدالملک کے دور سے پہلے کبھی افریقہ کا گورنر بنایا گیا ہو۔ یزید بن عبدالملک کا دور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی وفات کے بعد اسے افریقہ کا گورنر بنایا گیا۔

انہیں قبول نہیں فرمایا اور اپنے خادم مزاحم سے فرمایا: ”مزاحم! انہیں مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دو۔“ نیز آپ کے لئے خیمے اور شامیانے آراستہ کئے گئے، جن کو کبھی کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ دستور تھا کہ خلفا کے لئے ان کے مسند خلافت منبھالنے پر اس قسم کے شامیانے نصب کئے جاتے تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: ”یہ کیا ہے؟“ عرض کیا گیا: ”یہ نئی خلافت کے خیمے اور شامیانے ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوتے۔ ان میں پہلی بار نئے خلیفہ کی نشست ہوتی ہے۔“ فرمایا ”مزاحم! ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں شامل کر دو۔“ پھر آپ اپنی نچر پر سوار ہو کر ان فرش فروش تک پہنچے جو نئے خلیفہ کے اعزاز میں آراستہ کئے گئے تھے، آپ ان کو پاؤں سے ہٹاتے ہوئے نیچے کی چٹائی پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا: ”مزاحم! ان کو بھی مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دو۔“

سابق خلیفہ کی مخصوص اشیاء بیت المال میں

دستور یہ تھا کہ جب کسی خلیفہ کا انتقال ہو جاتا تو اس کے ملبوسات اور عطر وغیرہ میں سے جو چیزیں اس کی استعمال شدہ ہوتیں وہ اس کے اہل و عیال کا حق سمجھی جاتیں اور غیر مستعمل عطر اور لباس، بعد کے خلیفہ کی نذر کر دیا جاتا۔ سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد اس کے اہل و عیال کی ساری رات اس حالت میں گزری کہ وہ تیل اور خوشبو ایک شیشی سے دوسری شیشی میں انڈیلتے رہے اور جو کپڑے استعمال نہیں ہوئے تھے انہیں پہن پہن کر مستعمل کرتے رہے، صبح ہوئی تو سلیمان کے اہل خانہ نے وہ تمام چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: یہ آپ کی ہیں اور یہ ہماری ہیں، حضرت عمر نے فرمایا ”یہ اور وہ کا کیا مطلب؟“ انہوں نے بتایا کہ جو کپڑے اور عطر خلیفہ سابق کے استعمال میں آچکے ہیں۔ وہ اس کی اولاد کا حق ہے، اور جو غیر مستعمل ہیں وہ بعد کے خلیفہ کا حق ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ یہ ساری چیزیں نہ میری ہیں۔ نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔ مزاحم! ان سب

کو مسلمانوں کے بیت المال میں پہنچاؤ۔“

خویر و لونڈیوں کی پیشکش

امراء و وزراء نے باہمی مشورہ کیا، انہوں نے کہا جو کچھ آج تم نے دیکھا ہے اس کے بعد شاہی سواریوں، خیموں، شامیانوں، زینت و آرائش اور فرش فروش کی توقع تو بے سود ہے اب صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہیں لونڈیاں، یہ ان کی خدمت میں پیش کر دیکھو ممکن ہے۔ انہیں سے تمہاری مراد بر آئے، ورنہ تمہیں ان صاحب سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے چنانچہ مورخیوں جیسی حسین و کشیزاؤں کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ایک ایک سے دریافت کرتے: تم کون ہو؟ کس کی ہو؟ اور کس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ ہر لونڈی بتلاتی کہ وہ اصل میں فلاں کی تھی اور اس طرح پکڑ کر اسے یہاں لایا گیا، آپ نے سب کے بارے میں حکم فرمایا کہ انہیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ سواری دے کر انہیں ان کے اصل شہروں کی طرف واپس کر دیا گیا جب ان لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو آپ سے قطعی مایوس ہو گئے،

اور انہیں قطعی یقین ہو گیا کہ آپ لوگوں کو حق و انصاف پر مجبور کریں گے۔

خلافت کا نصب العین

خلافت کے بعد آپ نے تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی، نہ کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔ بنی مروان اور بنی امیہ کے سربراہ اور وہ افراد، شرفائے عرب اور امراء لشکر آپ کے دروازے پر منتظر تھے کہ آپ کی جانب سے کیا احکامات صادر ہوتے ہیں۔ تین دن کے بعد اجلاس عام فرمایا، لوگوں کو شریعت کے مطابق حق و انصاف قائم کرنے کی تلقین کی، کتاب و سنت کو رواج دیا، عادلانہ سیرت پر چلے، دنیا کو خیر باد کہی

زہد و قناعت کو شعار بنایا، احکام الہیہ کو زندہ کرنے کے لئے زندگی وقف کر دی اور حیات مستعار کے آخری لمحات تک اسی روش پر قائم رہے۔

مصاحبت کے شرائط

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو لوگ آپ کے سامنے کھڑے ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا۔

”لوگو! اگر تم کھڑے ہو گے، میں بھی کھڑے ہونا پڑے گا، تم بیٹھو تو ہم بیٹھیں گے (انسانوں کے سامنے کھڑے ہونا زیبا نہیں) کیونکہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں اور کچھ سنتیں جاری فرمائی ہیں، جو شخص ان پر عمل پیرا ہوگا وہ (رسول اللہ علیہ وسلم سے) جا ملے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا وہ ٹھوڑا دیا جائے گا۔ جو شخص ہماری مصاحبت میں رہنا چاہتا ہے اسے پانچ باتوں کا التزام کرنا ہوگا۔

(۱) جن لوگوں کی ضرورتیں ہم تک نہیں پہنچ پاتیں ان کی ضرورتیں ہمیں پہنچائے (۲) عدل و انصاف کی جو صورتیں ہم سے اوجھل ہیں ان کی طرف ہماری راہنمائی کرے (۳) حق و انصاف کے قیام میں ہماری مدد کرے (۴) ہماری اور تمام لوگوں کی امانت کا حق ادا کرے (۵) ہمارے پاس کسی کی بدگونی نہ کرے۔ جو شخص ان امور کا التزام نہیں کر سکتا اس کو ہماری صحبت و ہم نشینی کی اجازت نہیں۔

ابتداءً بالسلام ہمارے ذمہ ہے، خلیفہ کا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ جب پہرے داروں کی طرف باہر نکلتے تو پہلے سے یہ کہلا بھیجنے کہ ہماری آمد پر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہمیں سلام کرنے میں ابتدا

کی جائے، باہر اگر تمہیں السلام علیکم کہنا ہمارے ذمہ ہے۔

اتباع سنت کی تاکید

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ہیں، ان پر عمل کرنا کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا ہے، ان سے اللہ کے دین میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں تغیر و تبدل کا کسی کو حق نہیں، نہ خلاف سنت کام لائق التفات ہے، جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے وہ ہدایت پر ہوگا۔ جو ان سے مدد لے اس کی مدد ہوگی۔ اور جو شخص ان کو چھوڑ دے اور اہل ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنائے وہ جدھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ (مصنف کتاب عبداللہ بن عبدالحکیم فرماتے ہیں، میں نے امام مالکؒ سے سنا وہ فرماتے تھے اچھا سنت کے سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا عزم مجھے بے حد پسند ہے۔

منصب رسالت اور منصب خلافت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:-

”لوگو! تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ اس کتاب کے بعد

جو آپ پر نازل کی گئی ہے کوئی کتاب ہے۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حلال ٹھہرائیں وہ قیامت تک حلال رہیں گی اور جن چیزیں ان کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام رہیں گی۔

نوح سبحانہ! میں فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، میں تو بس اللہ اور رسولؐ کے

فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں، میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا،

بلکہ پہلوں کے راستے پر چلوں گا۔ سن رکھو! اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی

فرمانبرداری جائز نہیں، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، بلکہ تمہیں میں کا ایک فرد ہوں، البتہ

میری ذمہ داریوں کا بار تم سب سے گراں ہے۔ لوگو! سب سے افضل عبادت خلائق

کا ادا کرنا اور محرکات سے بچنا ہے۔ بس مجھے یہ عرض کرنا تھا۔ میں اپنے لئے اور

تمہارے لئے اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں۔

خوف خدا کی ضرورت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا

لوگو! خدا کے خوف (تقویٰ) کو لازم پکڑو، کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر

چیز کا بدل ہے مگر اس کا کوئی بدل نہیں، لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکام ہوئے

ہیں جن کو خوش رکھنا تم اس واسطے ضروری سمجھتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ تم

ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکو۔ لوگو! میں مال و دولت کو تم سے بچا بچا کر نہیں رکھوں گا

بلکہ جہاں مجھے حکم دیا گیا ہے وہاں صرف کروں گا۔ سن رکھو! خالق کی نافرمانی

میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں اقول قولی ہذا استغفر اللہ العظیم لی ولکم۔

آخرت سے غفلت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا۔

”میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لئے جمع نہیں کیا جو میں

نے ایجاد کیا ہو بلکہ میں نے تمہاری معاد اور جس حالت کی طرف تم لوٹ کر جانے

والے ہو اس میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں،

مگر اس کی تیاری کی کوئی فکر نہیں کرتے، وہ احمق ہیں۔ اور جو لوگ اس کے سہ

سے منکر ہیں وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔

بس اتنا فرمایا اور ممبر سے نیچے اتر آئے۔

احیائے سنت نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بے وطن لوگوں کو (جو اپنے اپنے علاقوں سے اپنی ضرورتوں کے لئے دار الخلافہ میں آئے ہوئے تھے) جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا اس میں فرمایا :-

لوگو! اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ، کیوں کہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں تمہیں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو، دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے، میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں سے بہترین آدمی ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بروں سے اچھے ہیں اگر کسی شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے تو میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے (اطلاع ملنے پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی) اور جس پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا (یونہی یہاں آیا ہوا ہے) اسے اپنی جگہ واپس جانا چاہیے) آئندہ میں اسے یہاں نہ دیکھوں۔

دیکھو! میں نے اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس مال کو ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ اب اگر تم کو دینے میں بھی بخل کروں تو پھر میں پرلے درجہ کا کنجوس ٹھہرا، بخدا! اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کر سکوں یا حق و انصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔

موت اور قیامت

ایک اور خطبے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

”اما بعد: لوگو! مہلت زیادہ طویل اور قیامت کا دن کچھ زیادہ دور نہیں، جس کی موت آپہنچی اس کے لئے قیامت برپا ہوگئی، مرنے کے بعد نہ کسی گنہگار سے عذر و معذرت قبول کی جائے گی۔ نہ کسی کی بھلائی میں اضافہ ہوگا، خبردار! خلاف سنت میں کسی شخص کے لئے سلامتی نہیں، نہ اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت روا ہے۔ جو شخص حاکم کے ظلم سے بھاگ نکلے تم اسے نافرمان“ کہتے ہو، جب کہ امام ظالم اس سے بڑھ کر نافرمان کہلانے کا مستحق ہے۔ دیکھو! میں ایک ایسی چیز کی اصلاح میں لگا ہوں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہی مدد کر سکتا ہے، اس پر بڑے ختم ہو گئے، چھوٹے بڑے بن گئے، گونگے بولنے لگے اور دیہاتی مہاجر بن گئے، اب لوگوں نے اسی چیز کو دین سمجھ لیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ حق بس یہی ہے۔ پھر فرمایا: میری محبوب خواہش یہ ہے کہ تمہاری عزت و آبرو اور مال و دولت کو بڑھاتا رہوں، الایہ کہ مال و عزت سے تعرض حق کی بنا پر ہو (الابحقہا)، ولا قوۃ الا باللہ۔

سب سے بڑا بد قسمت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مقام خمارہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

”لوگو! تمہیں عبت اور بیکار نہیں پیدا کیا گیا نہ مہمل چھوڑا گیا ہے کہ من مانی کرتے رہو، تمہارے لوٹ کر جانے کی۔ ایک جگہ مقرر ہے جس میں اللہ رب العزت حکم اور فیصلے کیلئے نزول اجلال فرمائیں گے۔ بڑا بد قسمت اور حرماں نصیب وہ شخص جو اللہ کی رحمت کے سائے سے نکل جائے جو رحمت کہ ہر چیز کو محیط ہے اور اس جنت سے محروم رہ جائے جس کی پہنائی آسمان و زمین کی برابر ہے تم دیکھتے نہیں؟ آج تمہارے

قبضے میں ان لوگوں کا سرو سامان ہے جو موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں، اور تمہارے بعد وہ لوگ آئیں گے جو تمہاری چیزوں پر قابض ہوں گے، تا آنکہ یہ ساری چیزیں خیر الوارثین کے قبضہ میں چلی جائیں گی، تم صبح و شام ان لوگوں کو رخصت کرتے ہو جن کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا وقت موعود آ پہنچتا ہے پھر تم ان کو زمین کے گڑھے میں دبا آتے ہو، جہاں نہ تکبیر ہے نہ بستر وہ احباب کو چھوڑ گیا ساز و سامان اس سے چھن گیا، حساب و کتاب کا اس کو سامنا ہے، مٹی میں اس کی رہائش ہے، اپنے عمل میں مجبوس ہے، جو کچھ چھوڑا اس سے مستغنی ہے اور جو کچھ آگے بھیج گیا اس کا محتاج ہے۔

اس کے بعد فرمایا :-

”خدا کی قسم! میں تم سے جو کچھ کہتا ہوں یہ سمجھتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ جتنے گناہ میرے پاس ہیں تم میں سے کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں تم میں سے جو شخص بھی اپنی ضرورت میرے سامنے پیش کرے گا، میری خواہش ہوگی کہ جہاں تک مجھے قدرت ہے میں اس کی ضرورت پوری کروں، اور اگر کوئی شخص اپنی ایسی ضرورت پیش کرے جس کی گنجائش میرے پاس نہ ہو، تو میری تمنا ہوگی کہ اس محرومی کی ابتداء مجھ سے اور میرے خاندان کے قریبی لوگوں سے کی جائے تاکہ تمہاری اور تمہاری معیشت برابر کی سطح پر آجائے،

بھنا! اگر میں اس حالت کو چھوڑ کر فراخ دستی اور عیش سامانی کا ارادہ کرتا تو زبان کے لئے یہ کام بڑا آسان ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ناطق نازل ہو چکی ہے جس میں مجھے اس کی اطاعت کا حکم ہے اور اس کی معصیت سے ممانعت۔

جب خطبہ بیان تک پہنچا تو آپ نے کپڑے کے پلے سے چہرہ ڈھانک لیا

اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی تمام حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ جب سکون ہوا تو فرمایا:-
ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائیں اور اپنی محبت و رضا کے اعمال کی توفیق بخشیں۔“

کھانے کا معمول

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خلیفہ ہوئے تو دنیا سے زہد و قناعت اختیار کی، عیش و عشرت پر لات ماری اور انواع و اقسام کے کھانے یکسر ترک کر دیئے۔ معمول یہ تھا کہ جب آپ کا کھانا تیار ہو جاتا تو کسی چیز میں ڈھک کر رکھ دیا جاتا، جب تشریف لاتے تو اسے خود ہی اٹھا کر تناول فرما لیتے۔

کوفہ کی ایک خاتون کا واقعہ

ایک عورت کوفہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس آئی، عرض کیا: امیر المومنین کی طرف سے وظائف تقسیم ہوئے ہیں ان میں سے نہ مجھے کچھ ملا۔ نہ میری بیٹیوں کو۔ فرمایا: ”تیرا گواہ کون ہے؟“ کہنے لگی:۔۔۔ وہاں کے سارے چوہدری اور جان پہچان کے لوگ اس کی گواہی دیں گے۔“ فرمایا: اچھا شام کو آئیو، میں تجھے ایک تحریر لکھ کر دوں گا۔ پھر فرمایا ”ذرا ٹھہرو! خدا جانے شام تک کون جسے، کون مرے؟ جا تو ناظمہ بنت عبدالملک (حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی اہلیہ) کے پاس جا بیٹھ (میں ابھی لکھے دیتا ہوں) یہ خاتون، ناظمہ بنت عبدالملک کے پاس جا بیٹھیں، مٹھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ گھر تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی ڈالا۔ اس عورت نے ناظمہ سے کہا ”آپ سر کا کپڑا اٹھیک کر لیجئے، یہ آدمی آپ کو کھلے سر دیکھ رہا ہے“ ناظمہ نے کہا: ”تم نہیں جانتیں یہ کون ہیں؟ یہ امیر المومنین ہیں، وضو کے لئے پانی لے رہے ہیں“ اس عورت کا بیان ہے کہ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے تحریر لکھ دی۔

چراغ ٹھیک کرنے کا واقعہ

ایک رات کچھ لوگ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حاضر خدمت تھے کہ چراغ مہم ہو گیا، آپ نے اٹھ کر اسے ٹھیک کر دیا، حاضرین نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اس خدمت کے لئے ہمیں فرما دیا جاتا۔ فرمایا کوئی بات نہیں! میں جب اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا۔ اور اب بھی عمر بن عبد العزیز ہی ہوں۔“

گورنروں کی تنخواہ اور حضرت عمرؓ کا زہد

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مالؓ نے سے اپنے آپ کو طلاق دے رکھی تھی، بیت المال سے جو وظیفہ ایک عام آدمی کو ملتا تھا وہی آپ لیتے تھے، اس کے علاوہ کچھ نہیں لیتے تھے ابن ابی زکریا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: کہئے۔ عرض کیا: میں نے سنا کہ آپ اپنے ایک ایک گورنر کو تین تین سو دینار تنخواہ دیتے ہیں۔ فرمایا: صحیح ہے۔ عرض کیا: وہ کیوں؟ فرمایا: میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اتنے مستغنی اور خوشحال ہوں کہ انہیں خیانت کی ضرورت نہ رہے۔ عرض کیا: امیر المؤمنین آپ اس کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی کلائی سے آستین اٹھائی اور فرمایا: اس کی پرورش مالؓ نے سے ہوئی ہے (بس اب وہی پہلا کھانا بہت ہے) میں دوبارہ کبھی مالؓ سے اس کی ضیافت نہیں کروں گا۔

بیت المال کا عنبر

ایک دن عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے پاس ”فیہ“ کا کچھ عنبر لایا گیا، ان کے سیکرٹری لیث بن ابی العزیز بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے عنبر ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسے فرو

کر دیا جائے، آپ کا ہاتھ کہیں ناک کو لگا تو اس کی خوشبو محسوس ہوئی، فوراً پانی منگو کر ہاتھ منہ دھوئے اور وضو کیا، سیکرٹری نے عرض کیا: اس عنبر میں کیا کوئی خاص بات تھی کہ آپ نے اس کی وجہ سے وضو کیا؟ فرمایا: لیث! تم بھی عجیب آدمی ہو، کیا یہ کھانے پینے کے کام آتا ہے؟ اس کا استعمال یہی تو ہے جو ہمارے ہاتھ کو لگنے کی وجہ سے ہوا۔

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے سامنے ”فیہ“ کی کستوری لاکر رکھی گئی اس کی خوشبو آئی تو آپ نے ہاتھ سے ناک بند کرتے ہوئے فرمایا: اسے اتنی دور رکھو جہاں سے خوشبو نہ آئے۔

بیت المال کا گرم پانی

آپ کا ایک غلام گرم پانی کا لٹا لے کر آتا اور آپ اس سے وضو کر لیتے، ایک دن غلام سے فرمایا: غالباً تم یہ لٹا مسلمانوں کے مطبخ میں سے جاتے ہو، اور وہاں آتش دان کے پاس رکھ کر گرم لیتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! یہی ہوتا ہے۔ فرمایا تو نے سارا ستیاناس کر دیا۔ پھر مزاحم سے فرمایا: یہ لٹا بھر کر گرم کرو اور دیکھو اس میں کتنا ایندھن صرف ہوتا ہے۔ پھر ان تمام دنوں کا حساب کر کے اتنا ایندھن مطبخ میں داخل کرو۔

ایک بار سخت سردی کی رات میں آپ کو غسل کی حاجت ہوئی، خادم نے پانی گرم کر کے پیش کیا، دریافت فرمایا: کہاں گرم کیا ہے؟ عرض کیا عام مطبخ میں۔ فرمایا: پھر اسے اٹھا لو۔ اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا، ایک شخص نے عرض کیا: امیر المؤمنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی ذات پر رحم کیجئے، اگر مطبخ کا گرم شدہ پانی اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا۔ رضی اللہ عنہ

خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غلہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ فرماتے تھے: میں نے ہر چہ مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی ہے، البتہ چٹم سویداء میرا اپنا ہے، چنانچہ وہاں چٹیل زمین، جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا۔ میں نے حاصل کی مگر جو وظیفہ مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ ملنا ہے اس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔ اس زمین کا غلہ آیا جس کی مالیت دو سو دینار اور ایک بوری صیحانی کھجور اور بھجور تھی، آپ نے فرمایا: لاویہ بھجور ان حضرات (حافریں مجلس) کے سامنے پیش کرو، یہ بڑی فرحت افزا اور صحت بخش ہے۔ عورتوں نے سنا کہ آپ کے پاس مال آیا ہے، تو انہوں نے آپ کے ایک کم سن صاحبزادے کو بھیجا کہ اسے اس مال میں سے کچھ عنایت فرمایا جائے، لڑکا آیا تو آپ نے فرمایا: اسے ان کھجوروں کی ایک مٹھی دیدو۔ مٹھی بھر کھجوریں لے کر بچہ تو خوشی خوشی چلا گیا۔ مگر جب عورتوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں ہیں تو اس سے کہا: جاؤ! یہ کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دو، لڑکا آیا، کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دیں اور دیناروں کی طرف ہاتھ بڑھایا حضرت عمرؓ نے ولید بن ہشام سے فرمایا: ولید! اس کا ہاتھ پکڑ لو، ولید نے بچے کا ہاتھ پکڑ لیا، حضرت عمرؓ نے اس کے لئے طویل دعا کی چند الفاظ یہ تھے۔

اے اللہ! اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے: اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! آپ ہی فیصلہ کریں گے لوگوں کے درمیان اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یہ مال اس بچے کے لئے اسی طرح مبعوض بنا دیجئے جس طرح فلاں شخص کے لئے آپ نے اس کو محبوب بنایا ہے۔

دعا سے فارغ ہو کر فرمایا: ولید! اس کا ہاتھ چھوڑ دو۔ بچے کے ہاتھوں پر ریشہ طاری ہو گیا اور اس نے ایک دینار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک شخص نے عرض کیا: امیر المؤمنین!

آپ کی دعا قبول ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے فرمایا: ان دو سو دینار کی زکوٰۃ نکالو۔ جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا اس نے عرض کیا امیر المؤمنین! اس باغ کا عشر ادا کیا جا چکا ہے۔ فرمایا: بیٹا! یہ تیری محنت تھوڑا ہی ہے۔ چنانچہ پانچ دینار زکوٰۃ کے الگ کر دیئے گئے آپ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اس کے پاس لانے لے جانے کے لئے کوئی خادم بھی نہ ہو، لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے، حضرت عمر رحمۃ اللہ نے فرمایا: ہاں مجھے یاد آیا، وہ فلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے، وہ بے چارا برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے، اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اسے پکڑ کر لائے لے جائے اس رقم میں سے ایک خادم کی قیمت نکال لو، خادم درمیانی عمر کا ہو، نہ اتنا بڑا ہو کہ اسے ڈانٹا کرے، نہ اتنا کم عمر ہو کہ اس کی خدمت سے عاجز ہو۔ چنانچہ اس رقم سے پچیس دینار اسے نکال لئے گئے، بعد ازاں حضرت عمر رحمۃ اللہ نے اس شخص کو بلایا جو آپ کے گھر کے خرچ اخراجات کا متولی تھا، اس سے فرمایا: یہ دینار لے لو، ہمارے اہل و عیال پر خرچ کرو یہاں تک کہ میرا وظیفہ جو مسلمانوں کے ساتھ مجھے ملتا ہے حاصل ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی فیصلہ فرمادیں۔

غلام اور خچر

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک غلام تھا اور ایک خچر۔ وہ غلام اس خچر کے ذریعہ محنت مزدوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلام سے حال احوال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے، آپ کے اور اس خچر کے سوا باقی سب لوگ خیریت سے ہیں۔ فرمایا: جاؤ آزاد ہے۔

خوفِ الہی حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی اہلیہ حترمہ فاطمہ بنت عبد الملک سے

حضرت عمرؓ کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں: اللہ کی قسم! وہ اور لوگوں سے زیادہ نماز روزہ تو نہیں کرتے تھے، لیکن اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، تو خوف خداوندی کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑپھڑانے لگتے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ ان کا دم گھٹ جائیگا اور لوگ صبح کو اٹھیں گے تو خلیفہ سے محروم ہوں گے۔

ایک رات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سورۃ الدلیل اذالیشی پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى پس میں نے تم کو ڈرا دیا بڑھکتی آگ سے تو ہچکی بندھ گئی، دم گھٹ گیا، آگے نہیں پڑھ سکے، دوبارہ پھر نئے سرے سے شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت ہوئی، اور آگے نہیں پڑھ سکے، بالآخر یہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت پڑھی۔

دابق کی راتیں

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ اپنی اہلیہ عترة فاطمہ کے پاس تھے، ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: فاطمہ! آج کی بنسبت دابق کی راتوں میں ہم زیادہ عیش و راحت میں تھے۔

عرض کیا: آج آپ کو جتنی قدرت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی (عیش و راحت کا سامان کیا مشکل ہے، یہ سب آپ کی چیخ نکل گئی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے) فاطمہ! مجھے دوزخ کی آگ سے ڈر لگتا ہے۔ فاطمہ! اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا آپ نے

اسے فرمایا کہ آٹھ درہم کا کمبل خرید کر لاؤ وہ صاحب خرید کر لائے۔ آپ نے اسے بہت پسند کیا اور ہاتھ میں لیکر فرمایا: بڑا نرم ہے یہ سکر وہ صاحب بیساختہ ہنسنے لگے، آپ نے فرمایا: عجیب احمق آدمی ہو، بلاوجہ ہنستے ہو۔ وہ صاحب کہنے لگے: جی! احمق نہیں ہوں، دراصل مجھے یاد آیا کہ ایک بار جب کہ آپ گورنر تھے، آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ میں آپ کے لئے ایک عمدہ قسم کی گرم چادر خرید کر لاؤں۔ میں نے آٹھ سو کی چادر خرید کر پیش کی تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھتے ہی فرمادیا تھا: بڑی کھردری قسم کی اٹھالائے! اور آج ماشاء اللہ آٹھ درہم کے موٹے سے کمبل کو فرمایا جا رہا ہے کہ بڑا ملائم ہے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور بیساختہ ہنسی آگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آٹھ سو کا کمبل خریدتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ سے بھی ڈرتا ہے۔

ایک ہی کرتا

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے لئے ذرا دیر ہو گئی، لوگوں نے اعتراض کیا، اس پر فرمایا: میں نے اپنی قمیص دھوئی تھی، اس کے سوکنے کے انتظار میں دیر ہو گئی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بیمار تھے، مسلم بن عبد الملک عیادت کے لئے آئے، دیکھا کہ کرتا بہت میلا ہو رہا ہے، اپنی ہمیشہ فاطمہ بنت عبد الملک زوجہ عمر بن عبد العزیز سے کہا: ان کی قمیص کیوں نہیں دھو دیتیں؟ فاطمہ نے کہا: بخدا! ان کے پاس بس یہی ایک قمیص ہے اگر اسے اتار کر دھوئیں تو اتنی دیر ان کو بغیر قمیص کے رہنا ہو گا۔

مجلس برخواست کرنے کا معمول

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو جب کسی کام کے لئے تنہائی کی ضرورت ہوتی اور حاضرین مجلس کو اٹھانا چاہتے، تو کسی کو یہ نہیں فرماتے تھے کہ لوگوں کو اٹھا دیا جائے بس یہ فرمایا کرتے: جی ہاں! جب آپ چاہیں! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

کھانے میں اسراف کی اصلاح

خاندان بنی امیہ میں مسلم بن عبدالملک سب سے زیادہ مالدار، تنعم پرست اور کھانے پینے میں فضول خرچ تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ان کی کھانے پینے میں فضول خرچی کا قصہ پہنچا تو ایک دن ان سے فرمایا کہ کل صبح سویرے آپ کے پاس آئیں، گھر میں فرمایا کہ آج مسور کی دال کا ثرید بنایا جائے، اس کے علاوہ عمدہ قسم کا سالن تیار کیا جائے مسلم صبح سویرے گئے اور دن چڑھے تک آپ کے پاس رہے، بھوک لگی تو اٹھ کر جانے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا: ”ذرا تشریف رکھئے“ بیٹھے بیٹھے دوپہر ہو گئی، وہ پھر اٹھنے لگے تو فرمایا: ”ذرا تشریف رکھیے“ جب حضرت عمر رحمہ اللہ نے محسوس کیا کہ اب یہ بھوک سے بیتاب ہو رہے ہیں تو کھانا منگوایا، مسور کی دال کا ثرید پیش کیا گیا۔ مسلمہ دیکھتے ہی اس پر چھپٹ پڑے اور یوں کھانے لگے جیسے کوئی بھوک سے مر جاتا ہو، جب پیٹ بھرنے میں کچھ کسر باقی نہ رہی، تو حضرت عمر رحمہ اللہ نے یہ کھانا اٹھوا دیا اور عمدہ، لذیذ اور بہترین کھانا طلب فرمایا، جب کھانا لایا گیا تو مسلمہ سے فرمایا: ”تناول فرمائیے“ کہنے لگے: ”میں سیر ہو چکا ہوں، اب اور گنجائش نہیں“ آپ نے فرمایا: ”جب مسور کا ثرید بھی کافی ہو سکتا ہے تو کھانے میں فضول خرچی کرنے اور جہنم میں گھسنے کی کیا ضرورت؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد انہیں نصیحت کرنا اور ادب سکھانا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمہ نے اپنی پہلی حالت کی اصلاح کر لی۔

خلافت سے وفات تک

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد نہ کوئی نئی سواری خریدی نہ کسی عورت سے نکاح کیا، نہ نئی باندی رکھی، یہاں تک کہ آپ کا دھال ہو گیا اور خلافت سے وفات تک کبھی آپ کو کھل کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ خلافت سے

وفات تک آپ نے تین مرتبہ کے سوا کبھی غسل جنابت نہیں کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کبھی اس کی نوبت نہیں آئی۔

مزاج پُرسی کرنے والے کو جواب

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا: ”امیر المؤمنین! آپ نے کس حالت میں صبح کی؟“ فرمایا: میں نے اس حالت میں صبح کی کہ پیٹو، سُست کار اور گناہوں میں آلودہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ پر خام آرزوئیں باندھ رہا ہوں۔

بنی امیہ کا مطالبہ اور اس کا جواب

بنی امیہ نے جمع ہو کر ایک شخص کو کہا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے کہ آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی اور شفقت کا بڑا ذکر کریں مطلب یہ کہ کچھ عطیات سے نوازا کریں، آپ ان کے لئے دس ہزار دینار کا حکم کر چکے تھے مگر انہیں ابھی تک وصول نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے گفتگو کی، اور بنی امیہ کا پیغام پہنچایا، آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کی قسم میں وہ (دس ہزار دینار) ان کو دے چکا ہوں، مگر اس پر پشیمان ہوں کہ یہ رقم میں نے ان کے بجائے دوسرے مسلمانوں کو کیوں نہ دے دی، کیونکہ وہ مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے واسطے کافی ہو سکتی ہے۔ ان صاحب نے واپس جا کر ان لوگوں کو اپنی گفتگو سے آگاہ کیا اور کہا: اے بنی امیہ! تم کو خود اپنے آپ پر ملامت کرنی چاہیے، تم نے اٹھ کر اپنے خاندان کے ایک شخص کا نکاح حضرت عمر کی لڑکی (مراد پوتی ہے) سے کر دیا، اس نے عمر کو کپڑوں میں لپیٹ کر تمہارے حوالے کر دیا، پس اپنے آپ ہی کو ملامت کر دو۔

۱۔ کیفیت اصحبت؟ یہ مزاج پُرسی کا ایک محاورہ ہے۔ مطلب یہ کہ مزاج کیسے ہیں رات کیسے رہی؟

حضرت عمرؓ کے معین اور مددگار

آپ کے گھر کے تین افراد یعنی آپ کے بھائی سہل، آپ کے صاحبزادے عبدالملک اور آپ کے غلام مزاحم کو حق تعالیٰ نے آپ کا معین و مددگار بنا دیا تھا، یہ حضرات حق کے نافذ کرنے میں آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کے لئے تائید و قوت کا باعث تھے۔ ایک بار بنی امیہ کے چند لوگ جمع ہو کر آپ کے صاحبزادہ عبدالملک کے پاس آئے، ان سے کہا: تیرے باپ نے ہم سے قطع رحمی کی ہے، ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ سب ہم سے چھین لیا ہے اور ہمارے اسلاف کی عیب جوئی کی ہے، بخدا! ہم اس پر صبر نہیں کریں گے، ان سے کہیے یہ طرز عمل ہمارے لئے ناپسندیدہ ہے، اس سے باز آجائیں۔ عبدالملک نے ان کا یہ پیغام حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کی حامی بھری، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس گفتگو کی اطلاع دی، عبدالملک کی زبان سے یہ باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدمہ ہوا، یہ دیکھ کر عبدالملک نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ جو چاہتے ہیں وہی کیجئے (ان لوگوں کی دھمکیوں کی ذرا پروا نہ کیجئے) بخدا! میری دلی تمنا یہ ہے کہ اللہ کی خاطر میں اور آپ حوادثِ تقدیر کا نشانہ بن جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز یہ سن کر بہت خوش ہوئے، ان کو جزاک اللہ کہی اور فرمایا: اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے سہل (آپ کے بھائی) عبدالملک اور مزاحم کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر دی۔

زیاد اور بیت المال

ایک بار آپ کی خدمت میں زیاد مولیٰ ابن عیاش اپنے چند رفقاء سمیت حاضر ہوئے در دولت پر پہنچے تو دروازے پر لوگوں کی ایک جماعت، حاضری کی اجازت کی منتظر تھی، حضرت عمرؓ نے صرف زیاد کو باریابی کی ————— حضرت عمرؓ نے صرف

زیاد کو باریابی کی اجازت مرحمت فرمائی، یہ اندر گئے سلام عرض کیا، مگر انہیں یہ یاد نہ رہا کہ مجھے امیر المؤمنین کے عنوان سے آپ کو سلام کہنا ہے تھوڑی دیر بعد یاد آیا تو عرض کیا: السلام علیک یا امیر المؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے سلام سے بھی میرا کچھ نہیں بگڑا۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور فرمایا ”میسے نزدیک یہ بڑی (بے ادبی کی) بات ہے کہ میں زیاد سے اونچی جگہ بیٹھوں“ زیاد اپنی گفتگو ختم کر کے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ زیاد اور ان کے رفقاء کے لئے بیت المال کا دروازہ کھول دو، انہیں جس چیز کی ضرورت ہو اور حق بنی ضرورت ہو خود اٹھا کر لے جائیں۔ بیت المال کا خزانچی زیاد سے واقف نہیں تھا، اس نے زیاد کو دیکھا تو اس کی نظر میں ان کی شخصیت کچھ ایسی نہیں تھی کہ ان کے لئے بیت المال کا دروازہ کھول کر بیت المال محض ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا۔ تاہم امیر المؤمنین کا حکم تھا، اس نے دروازہ کھول دیا۔ زیاد اندر گئے اپنے لئے اور اپنے رفقاء کے لئے تقریباً اسی بانوے درہم لئے اور لیں۔ خزانچی نے دیکھا تو بول اٹھا: امیر المؤمنین بہتر سمجھتے تھے کہ وہ بیت المال پر کس کو مسلط کر رہے ہیں۔

خلیفۃ اللہ کا مصداق

ایک شخص نے آپ کو یا خلیفۃ اللہ فی الارض دے زمین میں اللہ کے خلیفہ کہہ کر پکارا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دیکھو! جب میں پیدا ہوا تو والدین نے میرے لئے ایک نام منتخب کیا۔ چنانچہ میرا نام ”عمر“ رکھا اگر تم مجھے ”یا عمر“ کہہ کر پکارتے تو میں جواب دیتا، پھر جب میں بڑا ہوا تو میں نے اپنے لئے ایک کنیت پسند کی، چنانچہ میں نے اپنی کنیت ”ابو حفص“ رکھی اگر تم ”ابو حفص“ کی کنیت سے مجھے بلاتے تو میں جواب دیتا پھر جب تم لوگوں نے امر خلافت میرے سپرد کیا تو تم نے میرا نام ”امیر المؤمنین“ رکھا، اگر تم

”امیر المومنین“ کے لقب سے مجھے خطاب کرتے تب بھی مضائقہ نہیں تھا، باقی رہا ”خلیفۃ اللہ فی الارض“ کا خطاب! سو میں اس کا مصداق نہیں ہوں، زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تو حضرت داؤد علیہ السلام اور ان جیسے حضرات تھے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا داؤد انا جعلناک
خلیفۃ فی الارض (سورہ ص)

اے داؤد! ہم نے بنایا آپ کو
خلیفہ زمین میں۔

لکڑیوں کا تحفہ

حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں اردن سے لکڑیوں کے دو ٹوکے آئے آپ نے فرمایا: ”یہ کیسے ہیں؟“ عرض کیا گیا: لکڑیوں کے ٹوکے اردن کے گورنر نے ”ہدیہ“ بھیجے ہیں۔ فرمایا کس چیز پر لاد کر لائے گئے؟“ عرض کیا گیا: سرکاری ڈاک کی سواریوں پر! فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں پر میرا حق عام مسلمانوں سے زیادہ نہیں رکھا۔ انہیں لے جاؤ اور فردخت کر کے ان کی قیمت ڈاک کی سواریوں کے چارہ کی مد میں جمع کر دو۔“

راوی کہتا ہے: حضرت عمرؓ کے بھتیجے نے مجھے اشارہ کیا کہ جا! جب ان کی قیمت طے ہو جائے تو میرے لئے خرید لا۔ چنانچہ وہ دونوں ٹوکے بازار لائے گئے، ان کی قیمت بچودہ درہم طے ہوئی میں نے یہ قیمت ادا کی اور ٹوکے خرید کر ان کے بھتیجے کو لاد دیئے اس نے ایک خود رکھ لیا اور دوسرے کے لئے کہا: ”یہ امیر المومنین کی خدمت میں لے جاؤ۔“ میں نے وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر کیا تو چونک کر فرمایا ”یہ کیسا؟“ عرض کیا: وہ دونوں آپ کے فلاں بھتیجے نے خرید لئے تھے۔ ایک انہوں نے خود رکھ لیا ہے، اور یہ دوسرا آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔“ فرمایا: ہاں! اب میرے لئے ان کا کھانا درست ہے۔“

محمد بن کعب کا واقعہ اور حدیث ابن عباسؓ محمد بن کعب القرظی فرماتے

میں: میں خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ ان کا جسم لاغر ہو چکا ہے۔ سر کے بال جھڑ گئے ہیں، چہرے کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ جب وہ مدینہ طیبہ میں گورنر تھے اس وقت وہ بڑے خوب صورت اور سڈول بدن کے تھے، بہر حال میں انہیں ٹھنکی باندھے دیکھ رہا تھا، فرمانے لگے: ابن کعب! خیر تو ہے، کیا بات ہے تم مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو گویا اس سے پہلے کبھی مجھے نہیں دیکھا؟“ میں نے عرض کیا: بنظر تعجب دیکھ رہا ہوں۔“ فرمایا: تعجب؟ تعجب کس بات پر؟ عرض کیا: تعجب اس پر ہے کہ آپ کا جسم لاغر ہو چکا ہے، سر کے بال جھڑ گئے ہیں، چہرے کا رنگ کچھ کچھ ہو گیا ہے۔“ فرمایا: ”اگر تم دفن کے تین بعد میری قبر میں مجھے دیکھو تو کیسا تعجب ہو، جب کہ میری آنکھیں رخساروں پر گر پڑیں گی، منہ اور نتھنوں سے کپڑے نکلتے اور پیپ بہتی ہوگی، یقیناً آج کی نسبت اس دن میرے جسم میں بے پہچانی کی کیفیت تمہیں زیادہ نظر آئے گی، اچھا مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سناؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔“

”بیشک سب سے افضل نشست وہ ہے جس میں قید کی طرف منہ ہو، تم ایک دوسرے کے پاس امانت کے ساتھ بیٹھتے ہو یعنی مجلس میں جو بات کہی جائے وہ امانت ہے، اس کا افشاء جائز نہیں، جو شخص سو رہا ہو یا بے وضو ہو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ سانپ اور کچھو کو مار ڈالو خواہ تم نماز میں ہو۔ دیواروں کو کپڑوں سے مت ڈھانکو۔ سن رکھو! جس نے بغیر اجازت اپنے بھائی کا خط پڑھا، اس نے دوزخ میں نظر کی رکیا تمہیں نہ بتا دوں کہ تم میں سے بدترین لوگ کون ہیں؟ عرض کیا گیا: ضرور بتائیے یا رسول اللہ! فرمایا: ”جو تنہا رہے اپنے عطیہ اور مہمانی سے لوگوں کو محروم رکھے اور اپنے غلام اور نوکر کو مارے پیٹے، کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس سے بھی بدتر کون ہے؟ جو لغزش کو معاف نہ کرے، معذرت قبول نہ کرے، اور گناہ معاف نہ کرے کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ

اس سے بدتر کون ہے؟ وہ آدمی جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس سے بھی بدتر کون ہے؟ جس سے خیر کی توقع نہ رکھی جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطبہ دیا اس میں فرمایا:-

”اے بنی اسرائیل! حکمت کی بات جاہلوں کے پاس مت کہو، ورنہ یہ کلمہ حکمت پر ظلم ہوگا، اور جو لوگ اس کے اہل میں ان کو اس سے محروم نہ رکھو، ورنہ تم ان پر ظلم کرو گے نظام کے ہمسائے میں مست رہو ورنہ اللہ رب العزت کے ہاں تمہاری قدر مٹ جائے گی،

کام لین تین قسم کے ہیں۔ ایک کام وہ ہے جس کی بھلائی واضح ہے، اس کی پیروی کرو، ایک وہ ہے جس کی گمراہی واضح ہے اس سے پرہیز کرو۔ اور ایک کام وہ ہے جس کی بھلائی برائی میں اختلاف ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ (نہ بحث میں وقت ضائع کرو۔ نہ اس پر عمل کرو۔)

گھوڑ دوڑ سے ممانعت

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ بے مقصد اور ناحق گھوڑ دوڑ سے ممانعت فرماتے تھے۔

اندھوں اور ایاہجوں کی دیکھ بھال

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس جب خمس کے غلام زیادہ ہو جاتے تو دودھ ایاہجوں کو خدمت کے لئے ایک غلام دیے، اور ہر نابینا کو ایک غلام مرحمت فرماتے،

گر جاواے کی ضیافت حضرت عمر بن عبد العزیزؓ (کسی سفر میں) ایک گر جا کے

پاس فروکش ہوئے، آپ نے دیکھا کہ کھانے کے تھال ادھر ادھر لے جا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا: ”یہ کیسے ہیں؟ عرض کیا گیا: گر جے والا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پھر ایک تھال آپ کے لئے لایا گیا جس میں پستہ اور بادام تھے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ سارے تھال ابی قسم کے ہیں؟“ عرض کیا گیا: نہیں۔ فرمایا: تو اپنا کھانا اٹھا لے جاؤ۔“ (ہم نہیں کھائیں گے،

صاحبزادیوں کی معاشی حالت

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا معمول تھا کہ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی صاحبزادیوں کے پاس تشریف لے جاتے حسب معمول ایک رات ان کے یہاں گئے تو آپ کی آہٹ پاتے ہی انہوں نے اپنے مونہہ پر ہاتھ رکھ لئے اور دروازے کی طرف لپکیں۔ آپ نے خادمہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے بتایا کہ ان کے پاس شام کے کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، مجبوراً انہوں نے مسور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا ہے۔ ان کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کو ان کے منہ کی بو محسوس ہو۔ یہ شکر حضرت عمرؓ رو پڑے اور صاحبزادیوں سے فرمایا: بیٹی! تمہیں اس سے کیا نفع ہوگا کہ تم رنگا رنگ کے کھانے کھاؤ اور تمہارے باپ کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں؟ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ واپس آگئے اور صاحبزادیوں کی روتے روتے چٹخیں نکل گئیں۔

سیر و تفریح اور آج کا کام

حضرت عمرؓ کے شفیق بھائی نے آپ سے عرض کیا: امیر المؤمنین! تھوڑی دیر کے لئے سواری پر سیر و تفریح کر آیا کیجئے۔ فرمایا: ایک ہی دن کے کام نے مجھے لاچار کر رکھا ہے دودھ کا جمع ہو جائے تو کیسے پیٹے گا؟ عرض کیا: ”دآپ سے پہلے خلیفہ سلیمان، سیر و تفریح کیا کرتے تھے، اس کے باوجود اپنا کام بھی پورا کر لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دنیا

کا ایک دن بھی ایسا نہیں جس کا کام سلیمان نے پورا نہ کر لیا ہو۔

عنبر کا واقعہ

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام ناجائز املاک اور زمینیں واپس کر لیں سلیمان بن عبد الملک نے عنبر بن سعید بن عاص کو بیس ہزار دینار دینے کا حکم کیا تھا یہ حکم نامہ دفتری کارروائی کے آخری مرحلہ میں تھا اور اب اس رقم کا صرف وصول کرنا باقی تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا عنبر بن سعید بن عبد العزیزؓ کا گہرا دوست تھا، وہ اس رقم کی وصولی کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ کے دروازے پر بنی امیہ کے کئی لوگ جمع ہیں اور وہ اپنے اپنے معاملات میں گفتگو کرنے کے لئے حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے عنبر کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں بات چیت کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ عنبر سے کیا سلوک کیا جاتا ہے، انہوں نے عنبر سے کہا کہ آپ امیر المؤمنین کے پاس جائیں تو ان کی خدمت میں ہمارا تذکرہ بھی کریں، اور واپس آکر ہمیں بتائیں کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا، عنبر اندر گئے، اور عرض کیا: ”امیر المؤمنین!“

امیر المؤمنین سلیمان نے مجھے بیس ہزار دینار عطا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کی دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی اور صرف قبضہ باقی تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا، میرے نزدیک امیر المؤمنین (یعنی آپ) کو اس کی تکمیل بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے، کیونکہ میرا آپ کا تعلق اس سے کہیں زیادہ گہرا ہے جو میرا اور امیر المؤمنین سلیمان کا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کتنی رقم ہے؟ عرض کیا: بیس ہزار دینار! فرمایا: بیس ہزار دینار؟۔۔۔ بیس ہزار دینار تو مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ وہ ایک ہی آدمی کو دس ڈالوں والے دالہ میرے لئے اس کی کوئی سبیل نہیں۔“

عنبر کہتے ہیں میں نے یہ سکر وہ دستاویز پھینک دی، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

یہ تمہارے پاس ہی رہے تو تمہارا کیا نقصان ہے، ممکن ہے میرے بعد کوئی ایسا خلیفہ آئے جو اس مال کے معاملے میں مجھ سے زیادہ جری ہو۔ اور تمہیں یہ رقم دلوادے؟ عنبر کہتے ہیں میں نے ان کی رائے کو متبرک سمجھتے ہوئے یہ دستاویز اٹھالی۔ اور میں نے عرض کیا امیر المؤمنین! ”جیل درس“ کا کیا ہوا؟ جیل درس، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی جاگیر تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے خوب بر موقعہ یہ طعن یاد دلایا مجھے یاد نہیں تھا۔ اے لڑکے! ذرا وہ ٹوکری لائیو! کچھ رکے تنکوں کی بنی ہوئی ٹوکری لائی گئی، اس میں عبد العزیزؓ کی اولاد کی جاگیروں کے کاغذات تھے، آپ نے خادم کو پڑھنے کا حکم دیا، وہ ایک ایک کو پڑھتا جاتا اور آپ اسے چاک کرتے جاتے، یہاں تک کہ اس ٹوکری کے تمام کاغذات پھاڑ ڈالے۔

عنبر کہتے ہیں: میں باہر نکلا تو بنی امیہ کے لوگ دروازے پر موجود تھے، میں نے سارا قصہ ان کو سنایا، وہ بولے: اس کے بعد اب کچھ نہیں۔ ان کے پاس واپس جاسیے، اور ان سے درخواست کیجیے کہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم دوسرے علاقوں میں چلے جائیں، میں نے واپس آکر عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ کی قوم کے لوگ آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں، ان کی درخواست ہے کہ آپ ان کے وہ عطیات جاری کر دیں۔ جو آپ سے پہلے ان کو ملا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بھئی! یہ مال میری ملکیت نہیں۔ نہ یہ عطیات میں ان کو دے سکتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: پھر ان کی درخواست ہے کہ آپ انہیں دوسرے علاقوں میں چلے جانے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا: وہ جہاں جانا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہے۔ میں نے عرض کیا: مجھے بھی؟ فرمایا: ہاں آپ کو اجازت ہے، مگر میری رائے یہ ہے کہ آپ یہیں ٹھہریں، آپ اچھے خاصے مالدار آدمی ہیں، میں سلیمان کا ترکہ فروخت کرنا چاہتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ آپ کوئی چیز خرید کر نفع کمالیں اور اس طرح جو رقم آپ کو نہیں مل سکی اس کا بدلہ ہی مل جائے؟ عنبر کہتے ہیں: میں ان کی رائے کو بابرکت سمجھتے ہوئے رہ پڑا، چنانچہ سلیمان کا ترکہ فروخت ہوا تو میں نے وہ ایک لاکھ کا خرید لیا، اور اسے

عراق لیجا کر دولاکھ کا فروخت کر دیا۔ بیس ہزار کی دستاویز میں نے محفوظ رکھی، جب حضرت عمر کا وصال ہوا اور یزید بن عبد الملک خلیفہ بنے تو میں نے سلیمان کی تحریر لاکر ان کو دکھائی، انہوں نے وصولی کے احکامات جاری کر دیئے۔

لوٹڈی سے کا قصہ

ایک بار فاطمہ بنت عبد الملک کی لوٹڈی پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی، فاطمہ کو محسوس ہوا کہ غالباً یہ لوٹڈی آپ کو پسند ہے، دریافت کیا: امیر المومنین! کیا یہ آپ کو پسند ہے؟ فرمایا: ”وہ ہے ہی ایسی“ فاطمہ نے لوٹڈی کو آراستہ و سپراستہ کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دریافت کیا: تو پہلے کس کے پاس تھی؟ عرض کیا: فاطمہ کے والد عبد الملک نے مجھے فاطمہ کو ہبیہ کیا تھا۔ فرمایا ”عبد الملک سے پہلے کس کے پاس تھی؟ اس نے بتایا کہ میں دراصل بصرہ کے فلاں خاندان کی ملک تھی وہاں کے گورنر نے مجھے عبد الملک کے پاس بھیج دیا اور عبد الملک نے فاطمہ کو ہبیہ کر دیا۔ یہ قصہ سن کر آپ نے قاصد کو بلایا اور بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ یہ لوٹڈی اس کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائے۔

اصلاح کا طریقہ

خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد الملک نے آپ سے عرض کیا ابا جان! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے ایسے کئی کام مقرر کر دیئے جن کے بارے میں میرا خیال تھا کہ اگر آپ کو ایک گھڑی کے لئے بھی حکومت ملی تو آپ انہیں فوراً سرانجام دیں گے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ خواہ مجھے اور آپ کو کتنے ہی حوادث سے گزرنا پڑے مگر یہ کام تو آپ کر ہی ڈالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بیٹا! تم ماشاء اللہ بڑے خوش بخت اور سمجھدار لونچوان ہو (تمہاری رائے بالکل صحیح ہے، مگر اصل پیچیدگی یہ ہے کہ) اس وقت تک

ان کو دین کی کسی بھی بات پر آمادہ کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ جیت تک کہ میں اس کے ساتھ تھوڑی سی دنیا نہ ملا دوں۔ ان کے دلوں کو نرم کرنا چاہتا ہوں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ان میں انس بڑا شگاف پیدا ہو جائے جس کی اصلاح میرے لئے ممکن نہ ہو۔“

انصاف و عدالت

ولید بن عبد الملک کا ایک لڑکا تھا ”روح“ کہلاتا تھا، اس کی نشوونما دیہات میں ہوئی تھی اور وہ بالکل دیہاتی لگتا تھا، چند مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں نالش کی کہ جس میں ان کی چند دوکانوں پر ”روح“ نے ناجائز قبضہ جا رکھا ہے۔ یہ دکانیں ”روح“ کو ان کے والد عبد الملک نے بطور جاگیر دی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ان کی دوکانیں واپس کر دو“ روح بولا: یہ میرے پاس ولید کی تحریر موجود ہے، آپ نے فرمایا: ”جب دکانیں ان کی ہیں اور اس پر شہادت موجود ہے تو ولید کی تحریر کیا معنی رکھتی ہے؟“ اس فیصلہ کے بعد دونوں فریق اٹھ کر چلے گئے۔ باہر جا کر ”روح“ نے مدعی کو دھمکایا، اس نے واپس آ کر شکایت کی کہ امیر المومنین! بخدا وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن حاد سے جو آپ کا پولیس افسر تھا۔ فرمایا روح کے پاس جاؤ۔ اگر دکانیں ان کے حوالے کر دے تو بہتر اور اگر اس سے انکار کرے تو اس کا سر کاٹ لاؤ۔ ”روح“ کے حامیوں نے خلیفہ کا یہ فرمان سنا تو فوراً اسے جا کر مطلع کیا، یہ حکم سن کر وہ کانپ گیا، اتنے میں کعب بن حاد پولیس افسر باہر نکلا۔ ایک بالشت تلوار شام سے باہر نکال کر اس سے کہا: ان کی دکانیں فوراً ان کے حوالے کر دو ورنہ اس نے کہا: بہت اچھا، چنانچہ اس نے دکانوں کا قبضہ چھوڑ دیا۔

خیبر کی جاگیر

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام جاگیروں کی دستاویزیں

چاک کر دی تھیں، البتہ خیبر اور سویداد کی دو جاگیریں ابھی باقی تھیں۔ آپ نے خیبر کی جاگیر کے بارے میں تحقیقات کی کہ ان کے والد کو یہ کیسے ملی؟ انہیں بتایا گیا کہ دراصل فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اراضی اپنی ضروریات کے لئے مخصوص فرمائی تھی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مسلمانوں کے لئے فے بنا کر چھوڑ گئے، پھر یہ مردان کے پاس پہنچی، مردان نے آپ کے والد ماجد کو عطا کی اور آپ کے والد سے آپ کو ملی، حضرت عمرؓ نے اس کی دستاویز بھی چاک کر ڈالی اور فرمایا: میں اس کو اسی حالت میں چھوڑتا ہوں جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھوڑ کر گئے تھے۔

خلیفہ کی اہلیہ کے زیورات

حضرت عمرؓ نے اپنی اہلیہ عتیمہ فاطمہ بنت عبدالمکک سے فرمایا: تمہیں اپنے زیورات کا حال معلوم ہے کہ تمہارے والد نے یہ کس طرح حاصل کئے اور پھر کس طرح تمہیں دیئے اگر تم اجازت دو تو میں ایک صندوق میں مقفل کر کے ان کو بیت المال کے آخری گوشے میں رکھ دوں اور اس سے درے درے کا مال خرچ کرتا رہوں۔ اگر اس سے پہلے کا سارا مال خرچ ہو جائے تو اسے بھی خرچ کر ڈالوں گا اور اس کے خرچ کرنے سے پہلے ہی میرا انتقال ہو جائے تو تمہیں یہ مل ہی جائیں گے، یعنی بعد کا خلیفہ تمہیں واپس کر ہی دے گا، فاطمہ نے کہا: جیسی رائے ہو، میری طرف سے اجازت ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا یہ زیورات بیت المال میں ابھی محفوظ تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا، بعد میں فاطمہ کے مہجانی پزید بن عبدالمکک خلیفہ ہوئے تو یہ زیورات فاطمہ کو واپس کرنے چاہے، مگر فاطمہ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ان کی زندگی میں زیورات سے دستبردار ہو جاؤں اور ان کی وفات کے بعد واپس لے لوں۔ پزید نے یہ زیورات اپنے گھر کی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دی۔

خلیفہ اور حج

حضرت عمرؓ نے اپنے غلام مزاحم سے فرمایا: حج کرنے کو جی چاہتا ہے، تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟ عرض کیا کچھ اور پوس درہم موجود ہیں، فرمایا ان سے کیا حج ہو جائے گا؟ چند دن بعد مزاحم نے عرض کیا: امیر المومنین! تیاری کر لیجئے، ہمیں بنی مردان کے مال سے سترہ ہزار دینار مل گئے ہیں، فرمایا: ان کو بیت المال میں داخل کر دو، اگر یہ حلال کے ہیں تو ہم بقدر ضرورت لے چکے ہیں اور اگر حرام کے ہیں تو جتنا ہم کھا چکے ہیں وہی بہت ہے، مزاحم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مجھے یہ بات گراں گزری ہے تو آپ نے فرمایا: دیکھو! مزاحم! جو کام اللہ کے واسطے کیا کروں اسے گراں نہ سمجھا کرو، میرا نفس (ترقی پسند ہے) بلند سے بلند مرتبے کا مشتاق رہتا ہے، جب بھی اسے کوئی مرتبہ حاصل ہوا فوراً اس نے اس بلند تر مرتبہ کی تنگ و دو شروع کر دی، دنیا کے مناصب میں سب سے بلند تر اور آخری منصب خلافت ہے وہ اس نے حاصل کر لیا، اب وہ صرف جنت کا مشتاق ہے (اور جنت کے مقابلے میں دنیا کے بڑے بڑے مال و دولت اور عزت و منصب کی اس کے نزدیک اب کوئی قیمت نہیں رہی)۔

کھلی آزمائش

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: امیر المومنین! مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے فرمایا: کیا قصہ ہے؟ کس نے کیا؟ راوی کہتا ہے کہ آپ اس بار بار دریافت فرما رہے تھے، مگر اس کے مونہر سے اس شخص کا نام نہیں نکل پاتا تھا، وہ آپ کا کوئی عزیز تھا، بالآخر اس نے کہا کہ فلاں شخص نے اتنا مال لے لیا ہے آپ نے فوراً غلام سے تسلیم دوات اور کاغذ طلب کیا اور اپنے گورنر کے نام لکھا: فلاں آدمی نے میرے پاس یہ شکایت کی ہے،

اگر یہ صحیح ہے تو مجھے اطلاع دینے سے پہلے اس کا مال اسے واپس مل جانا چاہیے۔“ تحریر لکھنے کے بعد آپ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا۔

ان هذا هو البلاء المبين يقيناً یہ کھلی آزمائش ہے۔

پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد آپ کی پھوپھی صاحبہ آپ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ کے پاس آئیں اور کہا ”میں امیر المؤمنین سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“ فاطمہ نے کہا: ”ذرا تشریف رکھئے، وہ ابھی مصروف ہیں۔“ وہ بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر بعد غلام گھر سے چراغ لے کر گیا، فاطمہ نے کہا: ”اگر آپ کو کوئی بات کرنی ہے تو اب وہ فارغ ہیں ان کا معمول یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو شمع جلاتے ہیں اور اپنا ذاتی کام کرنا ہو تو گھر سے چراغ منگوا لیتے ہیں۔“ پھوپھی صاحبہ آپ کے پاس گئیں، دیکھا کہ آپ شام کا کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ پھوپھی چنڈ روٹیاں کچھ نمک اور ذرا سائتوں بس یہ تھا امیر المؤمنین کا کھانا۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: ”امیر المؤمنین میں تو ایک اپنی ضرورت کے لئے آئی تھی، مگر آپ کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اپنی ضرورت سے پہلے مجھے آپ کے مسائل پر کچھ کہنا چاہیے۔“ آپ نے کہا: ”فرمائیے۔“ پھوپھی صاحبہ نے کہا: ”آپ ذرا اس سے نرم کھانا کھایا کیجئے۔“ فرمایا: ”پھوپھی جی! یقیناً میں ایسا ہی کروں مگر کیا کیجئے اس کی گنجائش ہی نہیں۔“

اس کے بعد پھوپھی صاحبہ نے کہا: ”امیر المؤمنین! آپ کے چچا عبدالملک مجھے اتنا وظیفہ دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد آپ کے بھائی ولید آئے تو انہوں نے اس میں اور اضافہ کر دیا۔ اب آپ آئے تو میرا وظیفہ ہی بند کر دیا۔“ آپ نے فرمایا: ”پھوپھی جی! میرے چچا عبدالملک میرے بھائی ولید اور میرے بھائی سلیمان آپ کو مسلمانوں کا مال دیا کرتے تھے۔ اب یہ مال

میرا تو نہیں کہ میں آپ کو دیا کروں؟ ہاں! آپ چاہیں تو ذاتی مال سے دے سکتا ہوں۔“ وہ بولیں اور وہ کونسا؟ فرمایا: ”وہی جو مجھے دو سو دینار (سالانہ) وظیفہ ملتا ہے۔“

پھوپھی صاحبہ: میں تمہارے وظیفے کا کیا کروں گی؟ فرمایا: ”پھوپھی جی! بس پھر میرے پاس تو یہی ہے اس کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔“ یہ سن کر پھوپھی صاحبہ واپس چلی گئیں۔

نماز کی تاکید: خلیفہ کا گشتی فرمان

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (امراء لشکر اور گورنروں کے نام) تحریر فرمایا: ”اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے امراء لشکر کے نام۔ ابابعد: دین کا مضبوط حلقہ اور اسلام کا مدار اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، ٹھیک وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے، نمازوں کے اوقات کی پابندی کرو، چنانچہ ظہر کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے۔ نماز عصر اس وقت پڑھی جائے جبکہ آفتاب سفید اور صاف ہو۔ اس میں زردی نہ آئی ہو۔ نماز مغرب روزہ افطار کرنے کے وقت پڑھی جائے اور عشاء کی نماز اس وقت تک نہ پڑھو جب تک کہ افق کی سفیدی نہ جاتی رہے، جب افق کی سفیدی جاتی رہے تو نماز عشاء تنہائی رات کے اندر اندر پڑھو، افق کی سفیدی ختم ہو جانے کے بعد جتنی جلدی عشاء کی نماز پڑھ لی جائے اتنا ہی بہتر اور مناسب ہے۔ بہر حال اس کی تکمیل اور اسے ٹھیک وقت پڑھنے کی صورت یہی ہے کہ اس چیز کی رعایت رکھی جائے جو میں نے اس خط میں بیان کر دی ہے۔ پھر نماز فجر اندھیرے میں پڑھو، اور اس کی خوب پابندی کرو۔“ کیونکہ اس کی پابندی حق ہے۔ اپنے نفس کو اس کا عادی بناؤ اور نماز کا وقت آ جانے پر تمام کاروبار چھوڑ دو، اور شہروں اور بستیوں کے تمام ماتحت حکام کو یہ حکم لکھ بھیجو، کیونکہ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (النساء آیت)

اور بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ (العنکبوت ۴۵)

جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ باقی احکام شرعیہ کو سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ نیز احکام شرعیہ کی پابندی و نگہداشت بکثرت کیا کرو اور تمہارے لشکر میں جو اہل علم و فقہ موجود ہیں انہیں حکم دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو علم سکھایا ہے۔ اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کریں۔ اور اسے اپنی مجالس میں بیان کیا کریں۔ والسلام

فیصلے کرنے کے آداب خلیفہ کا گشتی فرمان

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا :-

اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز امیر المومنین کی طرف سے امراء لشکر کے نام۔ ابا بعدہ: جو شخص حکمرانی و سلطنت میں مبتلا ہوا ہے بہت سی ناگواریوں اور بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ ایک دن پیش نہ آئیں تو دوسرے دن لازماً پیش آکر رہیں گی اور صاحب سلطنت سے بڑھ کر کوئی شخص اپنے نفس کی جانب سے مشغول اور کج روی کے درپے نہیں ہوتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو عافیت میں رکھیں اور اس پر اپنا رحم فرمائیں۔ اس لئے جہاں تک لیس چلے اللہ تعالیٰ اسے ڈرتے رہو، اور اپنے اس منصب کو جس پر تم فائز ہو اور ان ذمہ داریوں کو جو تم پر ڈالی گئی ہیں ہمیشہ ذہن میں رکھو، اپنے نفس سے اسی طرح جہاد کرو جس طرح کہ تم اپنے دشمن سے لڑتے ہو اور جب کوئی ناگوار امر پیش آئے تو اپنے نفس کو اس پر ثابت قدم رکھو محض اس حسن ثواب کی خاطر جو اللہ کے یہاں سے اس پر ملے گا اور جس کا وعدہ متقیوں سے موت کے بعد کیا گیا ہے۔ نیز تقویٰ و صبر پر دنیا و آخرت میں جس نجات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی خاطر، اور جب تمہارے پاس کوئی ایسا جائل اور نادان فریق آئے جس کا

معاملہ تقدیر الہی نے تمہارے سپرد کر دیا ہے اور تمہیں اس کے ساتھ مبتلا کر دیا ہے اور تم اس کی جانب سے حق طلبی یا حق دہی کے سلسلہ میں بدخلقی اور بدتمیزی کا مظاہرہ دیکھو تو جہاں تک ممکن ہو اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ اس سے نرمی کا برتاؤ کرو اور اسے تعلیم دو۔ پس اگر وہ راست پر آجائے اور علم و بصیرت سے کام لینے لگے تو یہ اللہ کی جانب سے النعام و فضل ہوگا اور اگر اسے علم و بصیرت حاصل نہ ہو سکے تو تم نے تسلیم و تلقین سے حجت تو پوری کر دی، اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہے تو اسے اپنے نفسیاتی غیظ و غضب کی بنا پر سزا نہ دو بلکہ خوب غور و فکر کے بعد یہ دیکھو کہ اس کا گناہ کتنا ہے اور بتقاضائے انصاف اس پر اسے کتنی سزا ملنی چاہیے، بس جتنا گناہ اتنی سزا اور اگر گناہ صرف ایک کوڑے کی سزا کو مقتضی ہے، تو ایک ہی کوڑا لگاؤ، اور اگر گناہ اس سے بڑا ہے اور تمہارے خیال میں وہ اس کی سزا میں قتل کا یا اس سے کم سزا کا مستحق ہے تو اسے جیل بھیجو ورنہ اس کی سزا پر مزید غور و فکر کیا جائے، اور دیکھو! جو لوگ تمہاری مجلس میں آتے ہیں کہیں ان کی حاضری تمہیں ملزم کی سزا میں جلدی کرنے پر آمادہ نہ کرے، بخدا! ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ امام (حاکم) محض اپنے ہم نشینوں کی موجودگی اور شہریوں کو ادب سکھانے اور ان کو دبانے (مرعوب کرنے) کی خاطر سزائیں جاری کرتا ہے، جس امام (حاکم) کے ہم نشین ہوں اسے بالضرور یہ صورت حال پیش آتی ہے، اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ امام کے کسی فیصلے کو سنے اور پھر اس کے پاس اپنی خواہش کے موافق مختلف سفارشیں کر نہ آئے، البتہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہو، کیونکہ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا ہو، وہ حق و انصاف کے فیصلے میں اختلاف نہیں کرتے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہوئی۔

(سورہ ہود : آیت ۱۱۹)

اور اگر کوئی معاملہ مجہول اور مبہم ہو تو اس کی تحقیق کرو، اور جب آپ کے گرد و پیش

کے لوگ یہ دیکھیں کہ آپ اپنی رعیت کے کسی بے وقوف آدمی کے ساتھ، جس نے حماقت یا غلطی کی ہو، کیا برتاؤ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں اس چیز کا قصد کرو جو تمہارے نزدیک زیادہ بڑی تقویٰ کی ہو اور جو موت کے بعد تمہارے لئے بہتر ہو اور لوگوں کا تم کو دیکھنا اور تمہارے کارناموں کا تذکرہ کرنا تمہارے لئے اترانے کا باعث نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جو بات بھی ان کے دل میں ہو خواہ وہ اسے پسند کریں یا ناپسند، کم و بیش اسے ظاہر کر کے رہتے ہیں۔

پس ہر اس دن کو غنیمت سمجھو جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح سالم نکال لیں، اسی طرح ہر اس رات کو غنیمت سمجھو جو تم پر اس حالت میں گذرے کہ تم صحیح سالم ہو (یعنی کسی کو ناجائز نمرادینے کا وبال تمہاری گردن پر نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور اپنی رعایا کے لئے بکثرت عافیت کی دعا کیا کرو، کیونکہ رعایا کے ٹھیک ہونے سے جو فائدہ تمہیں حاصل ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اور رعایا کے صرف ایک آدمی کے بگاڑ سے جو تمہیں نقصان ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوگا اور اگر تم نے رعایا سے احسان کیا یا ان کی اصلاح و درستگی کی تو اس کی جزائے نیران سے مت ڈھونڈو، اگر رعایا کے لئے تم نے کوئی نیک عمل اور اچھا کارنامہ انجام دیا ہو تو ان سے نہ جزا و ثواب کی خواہش رکھو، نہ کسی مدح و ثنا اور مادی منفعت کی، بلکہ جزا و ثواب کی توقع صرف اس ذات سے رکھی جائے جس کے سوا نہ کوئی خیر عطا کر سکتا ہے نہ کسی شر کو دفع کر سکتا ہے۔

ہاں! اپنے دربان، پولیس اور تمام ماتحت حکام پر کڑی نظر رکھو، وہ تمہارے زیر دست کسی قسم کا ظلم اور دھاندلی نہ کرنے پائیں، ان کے بارے میں لوگوں سے بکثرت دریافت کرنے رہو، پس ان میں سے جو شخص نیک سیرت ثابت ہو، یہ اس کے لئے نفع مند ہوگا اور جو شخص بدخصلت ہو اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی اچھے آدمی کو رکھو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا مدد ہے، اس کی رحمت اور اس کی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے تمام کاموں کو آسان کر دے، نیکی

تقویٰ اور اپنے محبوب اور پسندیدہ کاموں کے لئے ہمارے سینے کھول دے، ہمیں تمام کمزوریوں سے بچائے رکھے اور ہمیں ان میں سے بنائے جو نہ زمین میں برتری چاہتے ہیں نہ فساد اور ہمیں ان متقیوں میں شامل کرے جن کا انجام بخیر ہے۔ والسلام علیک ورحمتہ اللہ۔

خارجیوں کے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (خارجیوں کے نام) لکھا :-

”اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اس گروہ کے نام جس نے خروج کیا ہے، ابالبعد: میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں حق تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔“

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے (جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔)

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

نیز فرماتے ہیں :-

اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کی ذریعہ سے بلائیے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجیے، آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلتے والوں کو بھی خوب جانتا ہے

أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

اور میں تمہاری خوزریوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں (یعنی خدا کا واسطہ دیتا ہوں) اس امر سے کہ تم اپنے بڑوں کا واسطہ زعم اختیار کرو جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو

احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

پس کس گناہ کی بنا پر تم اپنے دین سے نکلے ہو، خون حرام کو حلال کرتے ہو اور مال حرام سمیٹتے ہو؟ اور اگر ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہما کے گناہ ان کی رعیت کو ان کے دین سے نکالنے والے تھے تو ابو بکر و عمر کے لئے بھی گناہ تھے، جب کہ تمہارے باپ دادا بدستور ان کی جماعت میں رہے انہوں نے تو لشکروں کے مقابلہ میں تمہاری شوکت کے باوجود جماعت سے خروج نہیں کیا اور تمہاری تعداد تو کل کچھ اور پچالیس آدمی ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم میری نابالغ اولاد ہوتے اور پھر تم ان امور سے جو ہم نے اپنی ولایت میں عام لوگوں کی خاطر کئے ہیں اعراض کرتے تو میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور ثواب آخرت کی خاطر تمہارا خون بہادیت کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصص: آیت ۸۳)

یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ مفتی لوگوں کو ملتا ہے۔

یہ میں نے خیر خواہی کی بات کہی ہے اگر تمہیں پسند ہو اور اگر تم اسے بدخواہی سمجھو تو ہوتی آئی ہے کہ لوگ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قتال کے آداب

اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تحریر فرمایا:۔

”یہ وہ تحریر ہے جس کی وصیت اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے منصور بن غالب کو کی، جب کہ ان کو اہل حرب سے قتال کرنے اور اہل صلح میں سے جو شخص مقابلے میں آئے اس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔“ امیر المومنین انہیں حکم دیتے ہیں کہ انہیں اللہ کے حکم سے

جو حالت بھی پیش آئے اس میں تقویٰ الہی کو لازم پکڑیں کیونکہ تقویٰ خداوندی سب سے بہتر سامان، سب سے عمدہ تدبیر اور سب سے بڑی قوت ہے اور انہیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ وہ اپنے رفقاء کے لئے کسی دشمن سے بچنے کا جس قدر اہتمام کریں اس سے کہیں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی سے احتیاط کا اہتمام کریں، کیونکہ میرے نزدیک گناہ دشمن کی سازشوں سے زیادہ خوفناک ہیں، ہم جو اپنے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ہمیں جو فتح نصیب ہوتی ہے یہ محض ان کے گناہوں کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو ہمیں کبھی ان سے مقابلہ کی تاب نہ ہو، کیونکہ نہ ہماری تعداد ان کی تعداد جتنی ہے، نہ ہمارے پاس ساز و سامان ان کے جیسا ہے، اب اگر ہم اور وہ معصیت میں برابر ہوں گے تو قوت و تعداد میں وہ ہم سے بڑھ کر ہوں گے اندریں صورت نہ ان کے مقابلہ میں حق پر ہماری مدد ہوگی، نہ اپنی قوت کے بل بوتے پر ہم ان پر غالب آسکیں گے۔

کسی انسان کی عداوت سے اتنا نہ ڈرو جتنا کہ ڈر تمہیں اپنے گناہوں سے ہو اور قوت و طاقت کی اتنی نگرانی نہ کرو جتنی کہ تم اپنے گناہوں کی کر سکتے ہو، اور یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے تمام اعمال کو لکھ رہے ہیں، اور اپنے سفر و حضر میں تم جو کچھ کرتے ہو، اسے جانتے ہیں، ان سے شرم کرو اور ان کی حسن صحبت کا حق ادا کرو اور انہیں اللہ کی نافرمانیوں سے ایذا نہ دو۔ جب کہ بدعم خود تم اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہو اور یہ نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں اس لئے ہم خواہ کتنے ہی گنہگار ہوں وہ ہم پر مسلط نہیں ہو سکتے کیونکہ بہت سی قوموں کے گناہوں کی بدولت ان سے بدتر لوگوں کو ان پر مسلط کیا جا چکا ہے۔ پس اپنے نفسوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو جس طرح کہ تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی دعا کرتے، میں اس امر کی اپنے لئے اور تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔

اور انہیں (منصور بن غالب کو) یہ حکم بھی دیا ہے کہ دوران سفر اپنے رفقاء کے ساتھ

زمنی کا بڑا دُکریں۔ انہیں ایسی مسافت قطع کرنے کی زحمت نہ دیں۔ جس سے ان کو تنکاں ہو جائے۔ اور کسی ایسی منزل پر پڑاؤ کرنے سے کوتاہی نہ کریں جو رفا کے لئے سہولت کا باعث ہو تاکہ جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہو تو وہ بالکل تازہ دم ہوں، ان کی قوت بحال ہو اور وہ مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار ہوں اور اگر سفر میں ان سے اور ان کی سواروں سے زمین نہیں کی گئی ہوگی تو جب وہ دشمن تک پہنچیں گے تو تھکے ماندے ہوں گے اور ان کے مقابلہ میں دشمن اپنی اقامت کی وجہ سے تازہ دم اور قوی ہوگا اور اس کی سواریاں آسودہ ہوں گی۔ واللہ المستعان اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ اپنے رفقائے سمیت ہر مہفتہ میں (کسی مقام پر) ایک دن رات کا قیام کریں، تاکہ اس میں لوگ اپنی جانوں اور سواروں کو راحت دلائیں اور اپنے اسلحہ اور سازو سامان کی اصلاح و مرمت کر سکیں۔

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ جن بستیوں سے ہماری صلح ہے ان سے اپنا پڑاؤ الگ رکھیں، ایسی بستیوں میں ان کے رفقائے میں سے کوئی داخل نہ ہو۔ البتہ جن لوگوں کے دین و امانت پر وثوق ہو وہ ضروریاتِ زندگی کی خرید کے لئے بازار بھیجے جائیں اور وہ وہاں کسی ظلم کا ارتکاب نہ کریں کسی گناہ کا تو شہ نہ باندھیں اور وہاں کے کسی شخص کو ناحق ایذا نہ دیں، کیونکہ ان اہل صلح سے زبردستی مدد نہ لو، بخدا ان سے اہل صلح سے، تمہیں اتنا مل چکا ہے جو تمہیں ان سے بے پروا کر سکتا ہے، میں نے تمہارے لئے سامان کی تیاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی نہ قوت میں کمی رہنے دی ہے۔ چنانچہ تمہارے پاس سامان کافی و ذاتی ہے اور میں نے چن چن کر تمہارے لشکر کے لئے آدمی منتخب کئے ہیں اور صلح کی زمین کے بجائے اہل حرب کی زمین تمہارے لئے کافی ہے کسی مجاہد کو بہتر سے بہتر جو سامان میں دے سکتا تھا۔ وہ میں نے تم کو دیدیا ہے، تمہاری تقویت میں کوئی ادنیٰ پہلو فرو گذاشت نہیں کیا، اور اعتماد صرف اللہ کی ذات پر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ان کے خیر رساں اور جاسوس اہل عرب میں سے

ہوں اور وہ ایسے ہوں کہ ان کی صداقت و خبر خواہی پر تمام روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ اعتماد کیا جاسکے کیوں کہ جھوٹا آدمی کبھی سچی بات بھی کہہ دے تب بھی اس کی خبر بے فائدہ ہے اور یہ خواہ آدمی تمہارے لئے جاسوسی نہیں کرے گا۔ بلکہ خود تمہاری جاسوسی کرے گا۔ والسلام علیکم

حاکم کے لئے دستور العمل

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (عمال کے نام) تحریر فرمایا :-

اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے حکام کے نام ا مابعد: جو شخص امورِ سلطنت میں سے کسی چیز میں مبتلا ہو وہ اپنے اس ابتلا کے علاوہ جو اس کی ذات سے متعلق ہے دنیا میں بہت بڑی آفت میں مبتلا ہوا، اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عافیت اور اپنی نصرت سے نوازے، اس ابتلا سے بڑھ کر کوئی آزمائش ہو سکتی ہے۔ جس میں آدمی کو قول و فعل کی آزادی ہو؛ اب اگر وہ اس (حکومت کے کسی کام) میں ذرا بھی نفسانی خواہش یا ذاتی رنجش کی طرف مائل ہوگا تو یہ نہایت گھناؤنی اور قابلِ مواخذہ بات ہوگی، الایہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور سخت دیں۔ میں تو صاحبِ سلطنت کی حیثیت اس زرخیز غلام کی سی پاتا ہوں، جسے آقا نے اپنی زمین کی نگرانی پر مقرر کر دیا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس زمین کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے، اگر وہ عمدہ کارکردگی دکھائے گا۔ تو اچھے احب کا مستحق ہوگا۔ پس تم اپنے آپ کو تمام معاملات میں اسی مرتبہ میں سمجھو، اپنی پسند (کے حاصل کرنے) اور ناپسند (کے دفع کرنے) میں، صبر سے کام لو (یعنی حکم خداوندی کے خلاف نہ ہو) اور ہر لوشیہ اور ظاہر امر میں اپنے نفس کو اس چیز پر مجبور کرو جس کے ذریعہ تمہیں اپنے پروردگار کے یہاں نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب تم اپنی اس دنیا سے جدا ہو اور ممکن ہے کہ یہ جدائی بہت جلد ہو جائے۔ تو نیکو کار اور مستحق اجر ٹھہرو، اپنے گزشتہ زمانے کے گزشتہ اعمال کو سوچا کرو، ان میں جو ناپسندیدہ ہوں ان کی اصلاح کر لو، قبل اس کے کہ کسی دوسرے

کون کی اصلاح کرتا پڑے، اور اس سلسلہ میں تمہیں لوگوں کی چیمگیوں کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم یہ کام اس کی خاطر کر رہے ہو تو اس پر دنیا میں پیش آنے والے خطرات سے وہ خود ہی تمہاری کفایت فرمائے گا۔ مزید براں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس رعایا کا تمہیں نگران بنایا ہے، ان کے دین اور عزت کے معاملات میں ان کے خیر خواہ بن کر رہو، جہاں تک ممکن ہو ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرو، البتہ ایسی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا ہو اس کی پردہ پوشی تمہارے لئے روا نہیں ہوگی۔ اپنی چاہت اور اپنے غصہ کے وقت ضبط نفس سے کام لو، تاکہ حتی الامکان وہ معاملہ بہتری اور خوش اسلوبی سے طے ہو جائے اور جب تم سے کوئی فیصلہ جلدی میں ہو جائے یا کسی معاملہ میں اپنی چاہت یا اپنے غصہ کا دخل ہو تو اس فیصلے سے رجوع کر لیا کرو۔

یہ نصیحتیں جو میں نے تم کو لکھی ہیں اپنی استطاعت کے مطابق حق سمجھ کر لکھی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور اس کے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے عمل کی اصلاح فرمائیں۔ وہ ہماری اس زندگی اور موت کے بعد کی تمام گراںباریوں کی عمدہ کفایت فرمائیں۔ (السلام)

خواجہ کو دعوت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (خواجہ کے نام) تحریر فرمایا:-

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اس گروہ (خواجہ) کے نام ابلعد: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر رکھا ہے (الطلاق)

اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کا خط ملا اور جو کچھ آپ لوگوں نے یحییٰ بن یحییٰ اور سلیمان بن داؤد کو لکھا اس کی بھی اطلاع ملی، اور تمہارے دو نمائندوں کا آنا اور جو ان کو جواب دیا گیا وہ بھی معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (سورہ الصفہ)۔

نیز فرماتے ہیں: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ (سورہ النحل آیت ۱۲۵)

نیز فرماتے ہیں: سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔ (سورہ محمد ۳۵) میں تمہیں اللہ کی طرف، اسلام کی طرف، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی طرف دیتا ہوں۔ انشاء اللہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس طرز عمل کو ترک کر دو جس کی وجہ سے آج تک بے مقصد اور بلا وجہ خوزیریاں ہوتی رہی ہیں، یہ ہماری طرف سے نصیحت ہے جو ازراہ خیر خواہی لکھی گئی ہے اگر تم ایسے قبول کرو تو یہی ہمارا اصل مقصود ہے اور اگر تم اسے نصیحت کنندہ پر رد کر دو تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے کہ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھا گیا ہے، پھر ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کے حق میں سے کسی چیز کو ساقط کر دیا ہو۔ عبد صالح نے اپنی قوم سے فرمایا: اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

(سورہ ہود آیت ۳)

اور حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں خدا کی

طرف اس طور پر ملتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ (سورہ یوسف آیت ۱۰۸)

ایک بدعت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (امرا لشکر کو) لکھا :-

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے امراء افواج کے نام۔ اباعد : لوگ جب تک کتاب اللہ کی پیروی کرتے رہیں گے تو دنیا میں ان کے دین و معاش میں بھی اور موت کے بعد اللہ کے دربار میں حاضری کے موقع پر بھی یہ ان کے لئے کار آمد ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام بھیجنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے : ”اے ایمان والو! آپ پر درود و سلام بھیجو“ حضرت محمد رسول اللہ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور درود و سلام نازل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا : ”اور آپ اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے“

(سورہ محمد - ۱۹)

بہر حال مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کا حکم فرمایا ہے، سنا ہے کہ بعض واعظوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے لئے دعا و درود کے بجائے امراء و خلفاء پر درود پڑھنے کی بدعت ایجاد کر لی ہے، جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو فوراً اپنے واعظوں سے کہو کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کریں، اور ان کی دعا و نماز کی طوالت اسی میں صرف ہونی چاہیے، بعد ازاں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں، ان کا سوال عام مسلمانوں کے لئے ہونا چاہیے اس کے ماسوا اور جو دعائیں چاہیں کریں، ہم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں توفیق و بھلائی

راہ راست اور اس کی رضا اور پسندیدگی کے مطابق ہدایت کی درخواست کرتے ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم والسلام۔

ادائے حقوق میں احتیاط

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا :-

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے حکام کے نام : میں نے تمہیں لکھا تھا کہ ”منظالم“ واپس کر دیئے جائیں، پھر لکھا تھا کہ ابھی روک لئے جائیں، پھر لکھا تھا کہ واپس کر دیئے جائیں، دراصل ہوا یہ تھا کہ بعض مالکوں کی طرف سے خیانتوں اور جھوٹی شہادتوں کی اطلاع مجھے ملی تھی، اس بنا پر بعض وہ املاک جن کو واپس کر دیا گیا تھا ان کو میں نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا کہ جب تک مدعیان کی طرف سے قابل اعتماد شہادت فراہم نہیں کی جاتی، اس وقت تک ان کو قبضہ نہ دلایا جائے، لیکن پھر میری رائے یہ ہوئی کہ مالکوں سے بدگمانی کے باوجود ان املاک کو رد کر دینا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اصل معاملہ کے منکشف ہونے تک ان پر قبضہ رکھوں، اس لئے جب میرا یہ خط ملے تو یہ املاک ان کے مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔ والسلام

حکام کے لئے خطرات

حضرت عمر بن عبد العزیز نے تحریر فرمایا :-

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے حکام کے نام۔ اباعد : یہ امر خلافت جو اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد فرمایا ہے اگر مجھے اس کے ذریعہ کھانے پینے، لباس و پوشاک، سواری، شادی رچانے اور اموال جمع کرنے کی رغبت ہوتی تو یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے اس خلافت کو میرے

لئے منظالم سے مراد وہ املاک ہیں جن پر مذی اثر لوگوں نے ناجائز قبضہ جمایا ہو۔

سپرد کرنے سے پہلے ہی مجھے بہتر سے بہتر عطا فرما رکھی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے حد درجہ خائف تھا اور ہوں، میں خوب جانتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری نہایت گراں ہے۔ اس کا حساب بڑا سخت اور اس پر جرح و سوال نہایت باریک ہوگا۔ جب کہ اللہ رب العزت کے سامنے اصحاب حقوق مطالبہ کریں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی عافیت میں رکھے اپنا رحم فرمائے۔ اور حقوق ادا فرما دے (تو نجات کی امید کی جا سکتی ہے)۔

میں نے جو عہدہ تمہیں تفویض کیا ہے اور جو معاملات تمہارے سپرد کئے ہیں ان کے بارے میں میں تم کو اللہ تعالیٰ کے خوف، ادائے امانت، احکام خداوندی کی پیروی اور ممنوعات سے اجتناب کا حکم کرتا ہوں اور یہ کہ جو چیز ان امور کے خلاف ہو اس کی طرف کم التفات کرو، تاکہ یہ چیزیں جن کا میں تمہیں حکم کر رہا ہوں، ہر معاملہ میں تمہارے پیش نظر رہیں۔ سیرت و کردار میں بھی نفس کی نگہداشت میں بھی۔ ان اعمال میں بھی جو تم اپنے رب کے پاس پہنچاتے ہو اور ان معاملات میں بھی، جو تمہارے اور رعایا کے مابین ہیں۔ یہ تو تم قطعی طور پر جانتے ہی ہو کہ جب تک طاعت خداوندی کے اس مرتبہ پر تم فائز نہیں ہوتے تب تک نہ نجات ہے نہ حفاظت اور نہ بچاؤ کی کوئی صورت۔ امید وہیم کے کسی دن کے لئے کسی چیز کی تیاری ترک کر دو، ماسوا اس کل کے دن کے جس میں تمہیں اللہ کی جانب سے امید یا خوف کا سامنا ہوگا (یعنی آخرت کے سوا کسی دن کے لئے تیاری نہ کریں) کیونکہ تم خود اپنی ذات میں بہت سی عبرتیں دیکھ چکے ہو، اور وہ عبرتیں بھی جن سے ہمارے جیسوں کو نصیحت کی گئی اور وہ ان کو کافی ہوئی اور اسی قسم کی عبرتیں تمہیں اس خوش بختی سے ہلکا کر سکتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدور ہے۔ والسلام

بعض اہم اصلاحی اقدامات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا :-

”اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے حکام کے نام: اما بعد: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا: ”ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو“ اللہ تعالیٰ کا یہ دین، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا گیا ہے اس کی کتاب ہے جو آپ پر نازل ہوئی اور جس میں یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اس کے ہر حکم کی پیروی کی جائے جس چیز سے اس نے روک دیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔ اس کی حدود کو قائم کیا جائے، اس کے عائد کردہ فرائض پر عمل کیا جائے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے، حق کا اعتراف کیا جائے اور جو احکام اس کتاب میں نازل کئے گئے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے جو شخص اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے گا۔ وہ سیدھی راہ پالے گا۔ اور جو اس سے اعراض کرے گا وہ سیدھی راہ سے ہٹک جائے گا۔

من جملہ اس طاعت کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے ایک یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اہل اسلام کے لئے (دار کفر سے دار اسلام کی طرف، ہجرت کا دروازہ کھولا جائے اور (ارباب اموال سے) صدقات اور خمس وغنیہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور مقررہ فرائض کے مطابق وصول کیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ بر و بحر میں (سفر کر کے) اپنے مال تجارت کے ذریعہ حلال روزی تلاش کریں، نہ انہیں منع کیا جائے نہ کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔

جہاں تک دعوت اسلام کا تعلق ہے تو (معلوم ہونا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (دوئے زمین کے) تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بت کر“ (سورہ سبا آیت ۲۸)

اور اللہ تعالیٰ مشرکوں کے بارے میں مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: پس اگر وہ (مشرک) توبہ کر لیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں تو وہ تمہارے (دینی) بھائی

پس یہ ہے اللہ کا حکم اور اس کا فرمان - اس کی پیروی کرنا اللہ کی اطاعت ہے اور اس کو پس پشت ڈال دینا خدا کی نافرمانی ہے اس لئے تم تمام غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ اور اس کا حکم کرو، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور اس سے بہتر کس شخص کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف (دوسروں کو دعوت دے اور) خود بھی نیک عمل کرے اور کہے کہ میں (اللہ کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (حم السجدہ - ۳۳)

یونصرانی، یہودی اور عیسائی آج کل جزیہ ادا کرتے ہیں ان میں سے جو شخص بھی اسلام لائے اور دار الحرب کو چھوڑ کر جس کا وہ باشندہ ہے۔ دارالاسلام میں مسلمانوں سے مل جل کر رہے۔ اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس سے گھل مل کر رہیں اور اس کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ البتہ اس کا مکان اور اس کی جائیداد جو دار الحرب میں ہے، وہ تمام مسلمانوں کے لئے فے (غنیمت کا مال) ہوگی، اور اگر وہ اس علاقہ کے فتح ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تو یہ اسی کی ملک ہوگی۔

جو غیر مسلم آج مسلمانوں سے بے سہارہ (مخارب) ہیں انہیں لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور ان کے ذمہ وہی امور ہیں جو مسلمانوں کے ذمہ ہیں اور اسلام لاتے وقت اس کے اہل و عیال اور مال و جائیداد اسی کے پاس رہیں گے اور اگر وہ اہل کتاب ہیں سے ہو اور حبزیہ مسلمانوں کی رعایا ہونے کا ٹیکس، دینا قبول کرے، اور مسلمانوں کے مقابلہ سے ہاتھ رکھے تو ہم اس سے حبزیہ قبول کر لیں گے۔

یہی ہجرت! سو ہم اہل کا دروازہ کھولتے ہی ہر اس اعدائی (دیہاتی) کے لئے جو ہجرت کر کے آئے، اپنے مویشی فروخت کر دے اپنی بکریاں کے مقام (دیہات)

سے منتقل ہو کر دارالہجرت میں چلا آئے اور جہاد میں حصہ لے۔ جو شخص ایسا کرے گا اسے مہاجرین کے برابر حصہ ملے گا اس مال فے میں سے جو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے جہاں فے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہاں ان مومنین کی بھی تخصیص فرمادی ہے۔ جن کو یہ مال دیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فقرا مہاجرین کا حق قرار دیا ہے۔ نیز ان لوگوں کا جو دارالاسلام اور دارالایمان میں پہلے سے قراء پذیر ہیں، نیز ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے (سورہ حشر)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور کچھ اور لوگ ان میں سے جو ابھی تک نہیں ملے ان سے (سورہ جمعہ)

مہاجرین بغیر کسی ذلیفے اور تنخواہ کے جہاد کیا کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو یہ کشائش دیتے تھے اور عظیم فتوحات نصیب فرماتے تھے بعد کے لوگوں میں سے جو اپنے ان بھائیوں سے محبت کریں گے، ان کی اقتداء کریں گے اور ان کے عمدہ طریقے پر عمل پیرا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اجر عطا فرمائے گا اور دنیا میں ان کو فتح عظیم دے گا۔

رہے صدقات! سو اللہ تعالیٰ نے ان کے مستحقین کو خود ہی بیان فرمادیا ہے اور اس کے مصارف کی تعیین بھی فرمادی ہے کیونکہ بعض لوگوں (منافقوں) نے ان کے (دے ملتے پر) ان کے بارے میں طعن کیا تھا اور اس سلسلہ میں ان کی انتہا پسندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت تراشی تک جا پہنچی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ان منافقین، میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں، سو اگر ان صدقات میں سے (ان کی خواہش کے مطابق) ان کو کچھ مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔" (التوبہ - ۵۸)

بہر حال اسی لئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف متعین فرمادیئے، چنانچہ ارشاد ہے۔

صدقات تو صرف حق ہے۔ غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں ان کا اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے ان کو دینے میں اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور جہاد میں اور مسافروں (کی امداد) میں (صرف کئے جاتے ہیں) یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (التوبہ: ۶۰)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اموال کے صدقات کی تفصیل بیان فرمائی غلہ، مولیٰ، دانٹ، گائے، بکری، اور سونا چاندی کے نصاب اور مقدار زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ بیان فرما دیئے ہیں، لہذا صدقات اسی طرح وصول کئے جائیں گے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے اور مقرر کئے ہیں، نہ کسی پر ظلم و تعدی ہوگی، نہ کسی رشتہ دار سے سامحہ کیا جائے گا اور نہ مستحق افراد سے بچا کر رکھا جائے گا۔ پھر اموال زکوٰۃ کی تحصیل کے بعد، وہ اہل اسلام میں سے جو لوگ پسندیدہ ہیں ان کی تحویل میں دیئے جائیں گے اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ وہاں وہاں خرچ کریں گے۔ امام (صدر مملکت) اس سلسلہ میں ساری ذمہ داری انہی پر ڈالے گا اور خود اپنی ذات کو اس سے بچا کر رکھے گا کیونکہ اکثر سربراہان مملکت (ائمہ) پر اس سلسلہ میں نکتہ چیتی اور چمکیاں ہوا کرتی ہیں رہا خمس! سو گزشتہ خلفاء کا اس کے مصارف کے سلسلہ میں اختلاف رہا ہے، طعن، تشنیع کرنے والوں نے ان پر زبان طعن بھی دراز کی ہے اور اس کے خود تراشیدہ وجوہ بھی بیان کئے ہیں، ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کے مصارف ٹھیک وہی ہیں جو ”فے“ کے ہیں۔ دونوں آیتیں ایک دوسری کے خلاف نہیں (بلکہ دونوں ایک دوسری کی مؤید ہیں)،

اے غنائم (مال غنیمت یعنی لڑائی کے ذریعہ کافروں سے چھینا ہوا مال) کے پانچ حصے کئے جاتے ہیں، چار حصے غائبین یعنی لڑنے والوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں پانچویں حصہ کو خمس کہتے ہیں نئی کافر دشمنوں کے اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے ہاتھ آجائے۔ مترجم،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مال فے کے بارے میں ایک ایسا فیصلہ فرمائے ہیں جس کو تمام مسلمانوں نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ جب آپؐ نے مسلمانوں کے لئے عطیے اور وظیفے جاری کئے تو انہیں محسوس ہوا کہ جمع شدہ مال اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکے گا، نیز انہوں نے دیکھا کہ اس میں یتیم، مسکین اور مسافر کا بھی حق ہے اس بنا پر ان کی رائے ہوئی کہ مال خمس کو بھی مال فے کے ساتھ ملحق کر دیا جائے اور اسے بھی انہی مصارف میں صرف کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے مال فے کے لئے مقرر فرمائے ہیں، حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ محض اس وجہ سے کیا کہ خود اس مال سے پاک رہیں اور اس میں کسی شک و شبہ کا خطرہ بھی لاحق نہ ہو۔

بہر حال امام عادل (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) کی پیروی کر کیونکہ آیت ”فے“ اور آیت خمس ”(مصارف کے لحاظ سے) دونوں متفق ہیں، مختلف نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو کافروں کی بستیوں سے دلواسے وہ اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا (الحشر: ۷)

اور ٹھیک یہی مضمون خمس کے بارے میں فرمایا، اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کو جمع کر دیا جائے اور دونوں کو مسلمانوں کے لئے مال فے قرار دیا جائے، ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دی جائے اور اسے مالداروں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہ بننے دیا جائے ہماری رائے میں جمعی رکھتے عام مسلمانوں (کی ضروریات) کے لئے مباح ہے (گذشتہ

زمانہ میں) جمعی بنائی جاتی تھی اس میں صدقات کے مولیٰ رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ (عام مسلمانوں کے لئے) تقویت بخش اور اہل صدقات کے لئے سودمند ہوتی تھیں، لیکن بعد میں لوگوں نے اس میں دخل اندازی اور اس پر طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع کر دیا اس لئے اب ہماری رائے یہ ہے کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو حکمرانوں کو جمعی سے تعلق ختم کر لینا اور اس سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔ امام مسلمانوں میں کا ہی ایک فرد ہوتا ہے (اس کو عام مسلمانوں کی نسبت

کوئی خصوصی رعایت اس معاملہ میں حاصل نہیں، علاوہ ازیں یہ چراگا ہیں اس بارش کا نتیجہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کے فائدے کے لئے نازل فرماتا ہے۔ اس لئے سب لوگ ان سے استفادہ میں مساوی ہیں۔

طلّاء میں مسلمانوں کے لئے کوئی خیر نہیں، یہ تو خالص شراب ہے جس کا نام طّلاء رکھ لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ اور بہت سے پاکیزہ مشروبات پیدا فرما کر اپنے بندوں کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طّلاء کو حلال قرار دیا تھا اور سلف میں ثقہ اور پسندیدہ لوگ اس کا استعمال کرتے تھے، اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مشروب لایا گیا جسے یہاں تک پکایا گیا تھا کہ اس کا جوش ختم ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب اس کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ طّلاء ہے؟ یعنی وہ طّلاء جو اونٹوں کی مالش کے کام آتا ہے، آپ نے اسے چکھ کر دیکھا تو فرمایا: اس میں کچھ مضائقہ نہیں، کیونکہ یہ نشہ آور نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں نے ان شرابوں کا نام طّلاء رکھ لیا۔

رہا نیک لوگوں کا اس کو پینا! سوائیوں نے اس کے نشہ آور ہونے سے پہلے پیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مومن کے لئے ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بدکار کسی بھی نیکو کار کو اس سلسلہ میں دھوکہ دے سکتا ہے ہماری رائے ہے کہ تمام مسلمان اس سے پرہیز کریں اور اسے حرام سمجھیں کیونکہ یہ (شراب نوشی) گناہوں کا سب سے بڑا دروازہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس کے استعمال کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی ایسی (آسمانی) آفت نہ لٹ پڑے جو سب مسلمانوں کو گھیر لے۔

رہا بحری راستہ! سو ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو بری راستے کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے ذریعہ روزی تلاش کرو“ (الباقیہ - ۱۲) اللہ تعالیٰ نے

اجازت دی ہے کہ بحری راستوں سے جو چاہے تجارت کرے میری رائے ہے کہ کسی شخص کو بحری راستوں سے (نفع اٹھانے سے) نہ روکا جائے، کیونکہ تہ و بحر دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں اسی لئے ان کو اپنے بندوں کے لئے مسخر فرمایا ہے تاکہ وہ ان راستوں سے رزق تلاش کریں، بنا بریں ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں اور ان کی معاش کے درمیان کیونکر حائل ہو سکتے ہیں؟

اوزان اور پیمانوں میں چند امور ایسے ہیں جن کا ارتکاب ظلم ہے۔ پیمانے میں جو کجی (دھوکہ دہی) پیدا ہوتی ہے۔ وہ کم ماپنے سے پیدا ہوتی ہے اور وزن میں کمی بیشی کم تولنے سے وجود میں آتی ہے (اور چونکہ پیمانے اور باٹ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کمی بیشی کی وجہ سے لین دین میں ظلم کا اندیشہ اکثر رہتا ہے) اس لئے ہماری رائے ہے کہ تمام روئے زمین کا تول اور ناپ ایک ہی ہو۔

باقی رہے ٹیکس! سوزمین کے عشر کے علاوہ باقی تمام ٹیکس ساقط کئے جاتے ہیں، البتہ زمین کا عشر ضرور وصول کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جزیہ ادا کرنے والے ”ذمی“ تین قسم کے ہیں۔

(۱) وہ صاحب زمین جو زمین کا جزیہ دیتا ہے۔

(۲) وہ صنعت پیشہ جو اپنی کمائی کا جزیہ ادا کرتا ہے۔

(۳) وہ تاجر جو اپنے مال کی درآمد و برآمد کرتا ہے اور اس کا جزیہ دیتا ہے، ان سب کے لئے ایک ہی دستور ہے کہ ان سے جزیہ ضرور وصول کیا جائے گا، باقی رہے مسلمان! سوان کے ذمہ صرف ان کے اموال کی زکوٰۃ ہے۔ جب وہ یہ زکوٰۃ بیت المال میں ادا کر دیں گے تو بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کے مال پر کوئی تاوان اور ٹیکس نہیں۔ اور یہ جو ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ یہ وہی حق تلفی (دخس) ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا چنانچہ ارشاد ہے: اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو“ (ہود - ۸۵) مگر اس ظلم صریح کا نام لوگوں نے

ٹیکس رکھ لیا ہے

ہماری رائے یہ ہے کہ امام (صدر مملکت) خود تجارت نہ کرے، نہ کسی حاکم کے لئے حلال ہے کہ وہ اپنے زیر حکومت علاقہ میں تجارت کرے، کیونکہ حاکم جب بھی تجارتی کاروبار کرے گا وہ لامحالہ بہت سی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا اور وہ ایسے امور کا مرتکب ہوگا جن میں ارتکاب گناہ ضرور لازم آئے گا۔ خواہ وہ ان امور سے بچنے کی کتنی ہی کوشش کرے، اور ہماری رائے یہ ہے کہ صرف زمین کی عمارت کو فروخت نہ کیا جائے، کیونکہ خریدار اس عمارت کو اپنی ذات کے واسطے خریدتا ہے اور اسے اپنی ذاتی ملکیت بنانا چاہتا ہے، اس کا نتیجہ زمین کی ویرانی اور زمین کے مالکوں کی مظلومیت ہوگا اور جو عرب زمیندار اپنی زمین میں آباد نہ ہو، اور اس کا جزیہ اس کی زمین سے وصول ہو رہا ہو تو اس کے لئے صرف یہی ہے اور اس کی زمین کا کسان اس کے تاوان کا زیادہ مستحق ہے۔

اور ہماری رائے یہ ہے کہ زمین والوں سے بیگار لینا ترک کر دیا جائے کیونکہ بہت سے ظالمانہ امور اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اور ہماری رائے یہ ہے کہ (فنے کی) پیلاواری زمین (کی آمدنی) کو اسی مقصد کی طرف لوٹا دیا جائے۔ جس کے لئے ان کو تجویز کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ عام مسلمانوں کے وظائف کے لئے رکھی گئی تھیں، لہذا عام مسلمانوں کا معاملہ نفع کے اعتبار سے افضل اور عظیم برکت کا موجب ہے، پھر زمین والوں کی وراثت ان کے وارثوں کے لئے ہے۔ یا ان کی زمین کے کاشتکاروں کے لئے جو اس کا خرچ ادا کرتے ہیں، اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ان سے کوئی چیز واپس نہ لی جائے۔

البتہ اگر (زمین بیت المال کی ہو اور) وہ (غیر مسلم، امام کی طرف سے) صرف عامل ہو جس کو امام، اس حق کے مطابق جو اپنے ذمہ سمجھتا ہے، اس کے عمل کے لئے مقرر کرے (تو اس کے وارثوں کی طرف حق کاشت بطور وراثت منتقل نہیں ہوگا)۔

شراب نوشی کی ممانعت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا

”اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز امیر المؤمنین کی طرف سے ایوب بن ثمر جلیل اور مصر کے مومن مردوں اور عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے نام۔ السلام علیکم، اما بعد: میں تمہارا سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بعد ازاں واضح ہو کہ شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین سورتوں میں تین آیتیں نازل کی ہیں پہلی دو آیتوں (میں چونکہ اس کی قطعی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا اس لئے ان) کے نازل ہونے کے باوجود بھی کچھ لوگ اس کو پینے رہے اور تیسری آیت میں اس کی حرمت کا صاف اعلان کر دیا گیا اور اس کی حرمت (قیامت تک کے لئے) قطعی ہو گئی، چنانچہ پہلی آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں (اور اس کا کلام حق ہے) لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیں گے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں“ (البقرہ آیت ۲۱۹)

اس آیت میں چونکہ شراب کی منفعت بھی مذکور ہے اس لئے اس آیت کے بعد بھی کچھ لوگ پیتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں (یہ حکم) نازل فرمایا:-

”اے ایمان والو! تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور حالت جنابت میں بھی۔ باسٹنا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے۔ یہاں تک کہ غسل کر لو“ (النساء: ۴۳)

اس آیت کریمہ کے بعد لوگوں نے نماز کے اوقات میں تو نشہ سے پرہیز کیا مگر اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری آیت میں (یہ حکم نازل) فرمایا

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور بھوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سوان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور بھو کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو اب بھی باز آؤ گے؛ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے رہو، اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمے صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔ (المائدہ: ۹۰، ۹۱، ۹۲ - ترجمہ حکیم الامت تھانوی)

دہر حال شراب (خمر) تو اس آیت کے بعد قطعی حرام ہو گئی مگر پھر اس شراب کے معاملہ میں ایک ایسی چیز پیدا ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کی پرہیزگاری بُری (طرح خروج) ہوئی چونکہ (شراب نوشی سے) عقل و فہم زائل ہو جاتے ہیں اس لئے لوگوں نے اس شراب نوشی کی بدولت بہت سے حرام امور کو جمع کر لیا، حتیٰ کہ ناحق قتل، حرام مال اور حرام شہوت رانی کو حلال کر لیا۔

جو لوگ اس شراب نوشی میں مبتلا ہیں ان میں سے ہر ایک کا بہانہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: ”یہ تو طلا ہے اس کے پیتے میں کچھ حرج نہیں“ حالانکہ بخدا! جو چیز بھی شراب کے قریب ہو، خواہ وہ کھانے پینے کی ہو یا کوئی اور وہ لائقِ اجتناب ہے، یہ لوگ جو شراب کو (طلا کے نام سے) حلال سمجھ کر پیتے ہیں دراصل (مسلمانوں میں اس ذہنیت کے پیدا کرنے میں) نصاریٰ کی گہری سازش کا ہاتھ کام کر رہا ہے، ان کے لئے یہ معمولی چیز ہے کہ مسلمان اپنے دین کے معاملہ میں راہِ راست سے ہٹ جائے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہو جائے جو ان کے لئے کسی طرح حلال نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کا اس میں فائدہ یہی ہے کہ انہیں اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے ایک منڈی ہاتھ آتی ہے اور ان کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے ایسے مشروبات کے استعمال میں جو شراب کے مشابہ ہیں، کوئی

عذر اور مجبوری نہیں کیونکہ اللہ نے میٹھے پانی کے علاوہ ان مشروبات کے ذریعہ، جن میں کسی قسم کی کھٹک نہیں، ہمیں اس سے مستغنی کر دیا ہے، چنانچہ اس کے بجائے شہد، دودھ، ستو، کشمش اور کھجور کی نبیذ موجود ہے، البتہ جو شخص شہد، کشمش یا کھجور کی نبیذ بنانا چاہے، وہ ایسے برتنوں میں نبیذ نہ بنائے جن پر تارکول کا روغن ہو، کیونکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبیذ کے پینے کی ممانعت فرمائی ہے جو روغنِ مشکول، کدو کے برتنوں اور تارکول کے روغنِ برتنوں میں تیار کی گئی ہو۔ جو لوگ طلا پیتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ یہ روغنِ مشکول اور مشکیزوں میں تیار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر وہ ٹھیک نہیں بنتا اور اس کی وجہ سے اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے“ لہذا حرام اور مشابہ حرام چیزوں کو چھوڑ کر صرف ان چیزوں پر کفایت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ سوائے اس ایک (طلا کے) مشروبات میں کوئی چیز شراب حرام کے مشابہ نہیں۔ ہماری اس اطلاع کے بعد جس شخص کو اس کا استعمال کرنے ہوئے پایا جائے گا وہ مالی و بدنی سزا کا مستحق ہوگا۔ اور ہم اس پر ایسی سزا جاری کریں گے جس سے دوسروں کو بھی عبرت ہو اور اگر کوئی بدتماش ہماری سزا کو معمولی اور ہلکا سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والے سخت سزا دینے والے اور سخت رسوا کرنے والے ہیں۔

میں نے شراب نوشی اور شراب کے مشابہ چیزوں - مثلاً طلا، اور وہ نبیذ جو کدو کے برتن اور روغنِ مشکول اور برتنوں میں تیار کی جاتی ہے - کے استعمال سے ممانعت کا جو حکم جاری کیا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آج اور آج کے بعد تم لوگوں پر حجت قائم کر دی جائے اب جو لوگ اس حکم کی اطاعت کریں گے یہ ان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا اور جو لوگ اس ممانعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جائیں گے ہم ان پر علانیہ سزا جاری کریں گے اور جو لوگ خفیہ طور پر حکمِ عدولی کے مرتکب ہوں گے ان کو سزا دینے کے لئے

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ وہ ہر چیز پر نگہبان ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حلال کے ذریعہ حرام سے مستغنی کر دے، اور یہ کہ جو لوگ ہم میں سے راہ راست پر ہیں ان کے لئے رشد و ہدایت میں اضافہ فرمائے اور گنہ گار کو عاقبت کے ساتھ توبہ و انابت کی توفیق بخشے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نعمت اسلام کی نافذی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن عبدالرحمن کو تحریر فرمایا۔

اما بعد : اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی پسند فرمایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کے لئے بھی جو اس کے نزدیک مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے سوا کسی دین کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نازل کردہ کتاب کے ذریعہ عزت بخشی جس نے اسلام اور غیر اسلام کے درمیان تفریق کر دی، چنانچہ ارشادِ خداوی ہے: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں، سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ (المائدہ ۱۵/۱۶)

نیز ارشاد ہے: اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ راستی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(الاسراء : ۱۰۵)

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور جب آپ پر کتاب نازل فرمائی اس وقت لے کر وہ عرب! تمہاری جو حالت تھی وہ تمہیں معلوم ہے، تم گمراہی جہالت، مشقت، معاشی تنگدستی اور افراق و انتشار کا شکار تھے، تم میں باہمی فتنے عام تھے

لوگ تم پر دانت پیس رہے تھے اور انہیں دین و دنیا میں تم پر فوقیت حاصل تھی، دنیا کی کسی قوم میں جو گمراہی ہو سکتی ہے وہ تم میں موجود تھی، تم میں سے جو زندہ رہتا وہ ضلالت و جہالت کی زندگی بسر کرتا اور جو مرتادہ سیدھا جہنم میں جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر تمہاری، پیشانی پکڑ کر تمہیں بت پرستی، باہمی قطع تعلق، بغض و عداوت اور فتنہ و فساد سے نکالنا چاہا۔ تم میں سے انکار کرنے والوں نے انکار کیا اور جھٹلانے والوں نے جھٹلایا، حالانکہ اللہ کے نبی (ان پر ہزاروں درود و سلام) کتاب اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے، پھر گنتی کے چند آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے جو زمین میں نہایت کمزور تھے اور جنہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ لوگ انہیں اچک لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹھکانا دیا، اپنی نصرت سے ان کی مدد فرمائی اور ان کو ایسے لوگ نصیب فرمائے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا۔ مگر دنیا ان سے سمٹی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہوئے وعدہ کو۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ پورا کرنے والے تھے، مگر اُسے جو بھی دیکھتا نہایت مستبعد سمجھتا، بجز معدودے چند مومنین کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور دینِ حق (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں" (التوبہ : ۳۳ - الصف : ۹)

نیز مسلمانوں سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا (لے مجموعہ اُمت) تم میں جو لوگ ایمان لادیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا، اور ان کے اس خوف کو تبدیل بہ امن کر دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ

کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا وہ لوگ بے حکم ہیں“
(النور: ۵۵)

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام سے جو وعدہ فرمایا وہ ہلاکم و کاست پورا کر دکھایا۔ اے اہل اسلام! تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اس اسلام کی بدولت، ہاں صرف، اسی کی بدولت ملا ہے، اسی کی بدولت تم دشمن کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتے ہو، اور اسی کی برکت سے تم قیامت کے دن گواہ بن کر کھڑے ہو گے، تمہارے واسطے اس کے سوا دنیا و آخرت میں نجات کا کوئی راستہ نہیں، نہ اس کے سوا کوئی حجت ہے نہ پناہ کی جگہ، نہ حفاظت اور بچاؤ کا کوئی سامان۔ جب اللہ تعالیٰ نے وہ بہتر سے بہتر دن، جس کا تم سے وعدہ کیا تھا، تمہیں عطا کر دیا ہے تو موت کے بھی بعد اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑا بننا نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے“ (القصص: ۸۳)

میں تمہیں اس متران سے اور اس کو چھوڑنے کے وبال سے ڈراتا ہوں، کیونکہ اس کے وبال اور اس کی شرطوں (کو پورا نہ کرنے) ہی نے، اے امت! تم میں خونریزی شہروں کی ویرانی اور جماعتی افتراق جیسے حوادث برپا کئے ہیں۔

دیکھو! جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں روکا ہے۔ اس سے باز رہو، کیونکہ جو چیز کہ خوف کی سب سے زیادہ متقی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے خواہ وہ قول سے ہو یا عمل سے یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے پس اگر کوئی شخص حکم الہی کے موافق بات کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا، تو یہ اس کے لئے بہت ہی خوب ہوگا اور اگر حکم الہی کے خلاف کوئی بات کرے گا تو (اس کا) یہ (طرز عمل اسے) ہلاکت کے راستہ پر ڈال دے گا۔

جس چیز نے مجھے اس خط کی تحریر پر آمادہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے

کہ کچھ گنوار لوگ اور کچھ ایسے لوگ جنہیں نئی قوت حاصل ہوئی ہے جن کا ظاہر غیر شائستہ اور جن کا علم احکام الہی سے متعلق بہت کم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام و اتلا کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ مجھے بتایا کہ یہ لوگ مضر اور مین کے (کافر) قبائل سے جنگی معاہدے کر رہے ہیں، انہیں خیال ہے کہ ان (کافر) لوگوں کو دوسرے لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ، یہ لوگ نعمت الہی کے شکر سے کس قدر بعید اور ہر قسم کی ہلاکت اور ذلت و رسوائی سے کس قدر قریب ہیں اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے یہ کس منزل میں جا کر اترے ہیں اور کس امان سے نکلے ہیں، اور کس چیز سے جا کر چپکے ہیں؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ بد بخت اپنی بد بختی ہی سے بد بخت بننا ہے اور یہ کہ دوزخ بہر حال بے کار پیدا نہیں کی گئی۔ کیا انہوں نے کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا؟ فرماتے ہیں۔ مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں، سوا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے (الحجرات: ۱۰) نیز فرماتے ہیں: آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا“ (المائدہ: ۴) مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگ (غیر قوموں سے) حلف اور معاہدہ کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف سے ممانعت فرمائی ہے آپ کا ارشاد ہے: ”اسلام میں حلف نہیں جو معاہدے جاہلیت میں ہو چکے ہیں اسلام ان کو اور بھی مضبوط کرتا ہے“ (حلف کے) دو فریقوں میں سے ہر ایک اس بات کی امید رکھتا تھا کہ دوسرا فریق اس کے ناجائز اور گناہ آمیز معاہدے کی بھی حفاظت کرے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو۔ اور جس نے (حلف کے ذریعہ) اسلام کو پس پشت ڈال دیا تو اسلام سے تو نکل ہی گیا۔

میں ہر اس شخص کو جو میرے اس خط کو سنے اور جسے میرا یہ خط پہنچے، اس بات سے

ڈراتا ہوں کہ وہ اسلام کے سوا کسی چیز کو قلم نہ بنائے یا خدا و رسول اور اہل ایمان کے علاوہ کسی پناہ گاہ سمجھے) میں بار بار ڈراتا اور بار بار نصیحت کرتا ہوں اور اس ذات کو ان پر گواہ بناتا ہوں جو ہر چو پائے کو اس کی پشیمانی سے پکڑے ہوئے ہے اور جو ہر شخص سے اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے میں نے اس خط کے ذریعہ تمہاری خیر خواہی کی ہر ممکن کوشش کی ہے، تاہم (میں آگاہ کر دیتا چاہتا ہوں کہ) اگر کسی شخص کے بارے میں مجھے علم ہو کہ وہ حصول منفعت یا دفع مضرت کے لئے اس قسم کے جاہلی معاہدے کی تحریک کرتا ہے، تو خواہ وہ کوئی ہو، فرد یا خاندان ہو یا قبیلہ ہو، میں اس کی تہذیب کا سب سے زیادہ حریف ہوں گا۔

میرے اس نصیحت نامہ کی طرف، جو آپ کے پاس بھیجا جا رہا ہے، سب کو دعوت دو کیونکہ یہ ایسی ہدایت (پرستش) ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، نیز نیک فطرت اور اہل ایمان حضرت کو اپنے پورے زور بیان سے تائید کرنی چاہیے، مگر (شکل یہ ہے کہ) لوگوں کی اکثریت بے علم ناواقفوں کی ہے، حق تعالیٰ اسے دعا ہے کہ ہمارے دین، ہماری باہمی الفت اور ہماری آپس کی اصلاح کے معاملہ میں ہماری بہتر کفالت و راہنمائی فرمائے۔ والسلام۔

جاہلی نوحہ اور پین کی مذمت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے تحریر فرمایا: ”مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض احمق اور گنوار عورتیں میت کے انتقال کے موقع پر برسرِ بازار نکل آتی ہیں۔“

ان کے سر کھلے ہوتے ہیں اور جاہلیت کے انداز میں نوحہ کرتی ہیں، بخدا! جب عورتوں کو چادریں اوڑھنے (اور پردہ کرنے) کا حکم ہوا ہے ان کو کبھی اجازت نہیں ہونی کہ اوڑھتی سر سے اتاریں، اس لئے اس گھناؤنی حرکت کو سختی سے بند کر دو، اور پولیس کو علم دو کہ وہ کسی نوحہ گر کو کسی مکان یا راستے میں نوحہ کرنیکی اجازت نہ دے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ مصیبت کے موقع پر وہ کلمہ کہیں جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں خیر و خیر کا موجب ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ”وہ لوگ (جن کی عادت یہ ہے) کہ ان پر جب کوئی

مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد حقیقتہً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم (سب دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر (جداً) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور (سب پر بالائے سرک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقت حال تک) رسائی ہوگئی۔“ البقرہ: ۱۵۶، ۱۵۷

پند و نصیحت سے تاثر

ایک بار یزید القاشی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: یزید! مجھے کوئی نصیحت کیجئے، انہوں نے فرمایا: امیر المؤمنین! حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ تک آپ کے آباؤ میں سے کوئی باپ بھی زندہ نہیں فرمایا: کچھ مزید! انہوں نے کہا: آپ سب سے پہلے خلیفہ ہیں، جس پر موت وارد ہوگی۔ فرمایا: کچھ اور! کہا: جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا، اس وقت آپ کے سامنے آگ کا چولہا رکھا تھا، آپ نے ان صاحب سے کہا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، اس نے کہا:

امیر المؤمنین! آپ کو کسی کے جنت میں داخل ہو جانے سے کیا فائدہ؟ جب کہ آپ خود جہنم میں جا رہے ہوں، اور کسی کے جہنم میں داخل ہونے سے آپ کا کیا نقصان؟ جب آپ خود جنت میں جا رہے ہوں؟ یہ سن کر حضرت عمر اتنا روئے کہ سامنے رکھا آگ کا چولہا آپ کے آنسوؤں سے بجھ گیا۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو لکھا: ابا بعد: دنیا کو یوں سمجھو گویا وہ مٹی ہی نہیں اور آخرت کو یوں سمجھو گویا وہ ہمیشہ سے ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اسے یوں سمجھو کہ بس وہ ہو چکا، والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حسن بصریؒ ہی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو یہ بھی لکھا ابا بعد: بڑے

ہولناک واقعات اور ہوشربا حالات سب آپ کے آگے ہیں (یعنی موت اور موت کے بعد کے حالات) ان میں سے آپ نے ابھی تک کچھ تو قطع نہیں کیا اور بخدا ان کے مشاہدہ اور معائنہ سے کوئی مفر نہیں، یہ مشاہدہ یا تو سلامتی کے ساتھ ہوگا یا ہلاکت کے ساتھ (غور فرمائیے کہ آپ نے سلامتی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے یا ہلاکت کا) والسلام

خالد بن صفوان کی ناصحانہ تقریر

خالد بن صفوان بن اہتم حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین آپ اپنی طرح و ثنا کو پسند فرمائیے گے؟ فرمایا: نہیں، عرض کیا تو پھر وعظ و نصیحت کو پسند فرمائیے گے؟ فرمایا: ہاں! خالد نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اما بعد: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اسے نہ تو ان کی طاعت کی ضرورت ہے، نہ ان کی معصیت سے اسے کوئی اندیشہ ہے۔ انسانوں کے مراتب اور ان کی رائے مختلف ہے اور عرب سب سے بدتر مرتبہ میں تھے، بُت پرستی، پتھر تراشی اور اونٹوں کی گلہ بانی ان کا پیشہ تھا، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان میں اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجے اور ان میں اپنی رحمت عام کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں انہیں میں کا ایک رسول بھیجا، جس کے لئے تمہاری مشقت ناقابل برداشت ہے جو تمہاری خیر خواہی کا حل ہے اور جو اہل ایمان کے لئے نہایت شفیق و مہربان ہے، یہ عظیم الشان رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مگر ان تمام اوصاف و خصائص کے باوجود لوگوں نے آپ کو جسمانی اذیتیں پہنچائیں، آپ پر طرح طرح کے آوازے کئے، اور آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح دلیل موجود تھی، آپ حکم الہی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتے تھے، نہ اس کی اجازت کے بغیر نکلتے تھے، اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ آپ کی مدد کرتا تھا، آپ کو اپنے پوشیدہ غیب کی خبر دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو صفات دی تھیں کہ انجام کار

کامیابی آپ کے قدم چومے گی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق خوب صبر کیا یہاں تک کہ لوگوں نے آپ کو غار میں چھپ کر پناہ لینے پر مجبور کر دیا، مگر آپ نے صبر و استقامت کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا، اور جب آپ کو جہاد کا حکم ہوا تو نہایت شرح و انبساط سے حکم الہی کی تعمیل کی۔ بہر حال آپ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ، اظہار حق، اعدائے جہاد و قتال اور احکام خداوندی کی تعمیل میں گزری یہاں تک کہ اسی روش پر آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، خلافت نبوت سے سرفراز ہوئے تو عرب میں ارتداد پھیل گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھا کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں وہ تمام فرائض بجالانے ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے، آپ تین مرتبہ ان کے مقابلہ کے لئے تلوار نیام سے نکالی، جنگ کے شعلے جھڑک اٹھے، آپ حق اللہ کے ساتھ اہل باطل پر غالب آئے، ان کی عزت و عزور کو خاک میں ملا دیا اور زمین ان کے خون سے سیراب کر ڈالی تا آنکہ وہ جس دروازے سے نکلے تھے انہیں دوبارہ اسی میں داخل کر دیا، آپ نے ان کے مال فے سے معمولی سی چیزیں قبول کیں، یعنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی جس کا دودھ پیا کرتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر پانی ڈھویا جاتا تھا اور حبش لوٹھی جو آپ کے بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ یہ بار خلافت ان کے حلق کا کناٹا اور کندھے کا بوجھ ہے، چنانچہ آپ نے یہ بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے، اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بار خلافت سنبھالا، شہر آباد کئے، سختی و زحمت کو باہم ملایا۔ نہایت مستعدی و خوش اسلوبی سے اس کو نبھایا اور ہر کام کے لئے موزوں ترین افراد مقرر کئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام نے جو فیروز کہلاتا تھا اور جس

کی کنیت ابو لکؤہ تھی، آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں سے پتہ کر کے بتائیں کہ ان کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لکؤہ نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے باواز بلند الحمد للہ کہی کہ وہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوتے۔

پھر آپ نے اپنے قرضوں پر غور کیا تو ان کی ادائیگی کا بار اپنی اولاد کے ذمہ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ جائداد فروخت کر کے اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔ پھر امیر المومنین! آپ دنیا کے سامنے ہیں۔ دنیا کے بادشاہوں نے آپ کو جہنم دیا۔ سلطنت کی آغوش میں پلے، اسی کے پستانوں سے دودھ پیا اور ممکن ذرائع سے سلطنت کے متلاشی رہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنے تمام خطرات کے جلو میں آپ تک پہنچی تو آپ نے اسے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا، آپ نے معمولی گوشہ کے علاوہ اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ اس کو وہیں ڈال دیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے ڈالا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آپ کے ذریعہ ہمارے گناہوں کو اس نے زائل اور ہماری پریشانیوں کو دور کر دیا اور آپ کی بدولت ہمیں راست گو اور راست باز بنا دیا۔ بس آپ اپنی اس روش پر چلتے رہے اور ادھر ادھر التفات نہ کیجئے کیونکہ حق پر ہوتے ہوئے کوئی چیز ذلیل نہیں ہو سکتی اور نہ باطل پر ہوتے ہوئے کوئی چیز معزز ہوگی۔

اقول قولى هذا واستغفر الله العظيم لى ولكم

حضرت عمر بن عبد العزیز کی کچھ دعائیں

حضرت عمر بن عبد العزیز یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ رَضِنِي بِتَضَائِكَ، وَبَارِكْ لِي فِي تَدْرِكَ، حَتَّى لَا أَحِبُّ رَجِيئِي وَأُحِبُّ تَقْدِيرِي فِي مَجْهَرِي

تَعْجِيلَ مَا أَخَّرْتُ وَلَا
تَأْخِيرَ مَا عَجَّلْتُ

یہاں تک کہ جس چیز کو تو مؤخر کر دے میں اس کی تعجیل کو پسند نہ کروں اور جو کچھ تو مجھے جلدی دے دے میں اس کی تاخیر کو پسند نہ کروں

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرمایا کرتے تھے، یہ دعا مجھے اس قدر راسخ ہو گئی ہے کہ اب میرے لئے قضاء و قدر کے علاوہ کسی چیز کی کوئی خواہش ہی نہیں رہی۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے: اللَّهُمَّ إِنَّكَ وَعَدْتَ الْأَمَانَ دُخَالَ بَيْتِكَ، وَأَنْتَ خَيْرُ مَنْزُولٍ بِهِ فِي بَيْتِهِ، اللَّهُمَّ اجْعَلْ أَمَانَ مَالِي مِنْنِي بِهِ، أَنْ تَكْفِيَنِي مَوْنَةَ الدُّنْيَا، حَتَّى تُبَلِّغَنِيهَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

اے اللہ! آپ نے اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کے لئے امن کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے گھر میں آنے والوں کے لئے سب سے بہتر مہمان نواز ہیں اے اللہ! مجھے ایسا پروانہ امن عطا فرما جس کے ذریعہ مجھے امن و امان حاصل ہو، وہ یہ کہ آپ دنیا کی مشقتوں سے میری کفایت فرمائیے اور جنت سے دے جتنے ہولناک امور پیش آنے والے ہیں ان سے بھی یہاں تک کہ اے ارحم الراحمین! آپ مجھے رحمت کے ساتھ جنت میں پہنچا دیں۔

نیز یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ الْبُشْنَى الْعَافِيَتَهُ حَتَّى تُهَيِّنَنِي الْمُعِيشَةَ، وَأَخْتِمْ لِي بِالْمَغْفَرَةِ حَتَّى لَا تُصَرَّنِي الذُّنُوبُ، وَأَكْفِنِي كُلَّ هَوْلٍ دُونَ الْجَنَّةِ حَتَّى تُبَلِّغَنِيهَا بِرَحْمَتِكَ

اے اللہ! مجھے لباس عافیت عطا فرماتا کہ میری زندگی خوشگوار ہو اور بخشش پر میرا خاتمہ فرماتا کہ گناہ مجھے نقصان نہ دے سکیں اور جنت سے دے جتنے ہولناکیاں ہیں ان سے میری کفایت فرماتا کہ آپ مجھے اپنی رحمت

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ سے جنت میں پہنچا دیں۔ اے ارحم الراحمین !

عرصات کے میدان میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اِنَّاكَ دَعَوْتُ اِلَى حَجِّ اے اللہ! آپ نے اپنے گھر کی زیارت (حج) بَيْتِكَ، وَوَعَدْتَ بِهِ مَنَفَعَةً کیلئے بلایا اور ان مقامات عبادت کی حاضری پر بہت عَلٰی شُهُودٍ مِّنَاسِكَ، وَقَدْ سے منافع (عطا کرنے) کا وعدہ فرمایا۔ اے اللہ! جُتُّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَنَفَعَةً مَا میں تیرے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اے مَنَفَعَتِيْ بِهِ اَنْ تُؤْتِيَنِيْ فِي الدُّنْيَا اللہ! مجھے یہ منفعت عطا فرما کہ مجھے دنیا میں حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً بھی بھلائی ملے اور آخرت میں بھلائی ملے اور یہ کہ آپ مجھے عذابِ دونخ سے بچالیں۔

اور یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ فِي الدُّنْيَا عَطَاءً يُبْعِدُنِيْ اے اللہ! مجھے دنیا میں ایسی چیز نہ دے مِّنْ رَّحْمَتِكَ فِي الْآخِرَةِ جو مجھے آخرت میں آپ کی رحمت سے دور کر دے۔

اور یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

”اے میرے رب! آپ نے مجھے پیدا کیا اور مجھے (کچھ کاموں کے کرنے کا) حکم فرمایا اور (کچھ کاموں سے) مجھے منع فرمایا اور حکم ماننے کی صورت میں مجھے ثواب کی ترغیب دی اور نافرمانی کے عقاب (سزا) سے مجھے ڈرایا، اور مجھ پر ایک دشمن (شیطان) مسلط کیا، چنانچہ اسے میرے سینے پر بٹھایا، اور میرے سارے وجود پر اسے تسلط دیا، میں اگر برائی کا قصد کرتا ہوں تو وہ مجھے ہمت دلاتا ہے اور اگر نیکی کا ارادہ کرتا ہوں تو حوصلہ شکنی کرتا ہے، میں غافل ہو جاتا ہوں مگر وہ چوکنا رہتا ہے اور میں بھول جاتا ہوں مگر وہ نہیں بھولتا،

وہ مجھے شہوتوں میں لاکھڑا کرتا ہے اور مجھے شبہات میں ڈالتا ہے اگر آپ اس کے مکر و فن سے میری حفاظت نہ فرمائیں تو وہ مجھے پھسلا کر رہے گا۔

اے اللہ! پس مغلوب کر دیجئے اس کے تسلط کو جو مجھ پر ہے۔ بذریعہ اپنی اس قدرت کے جو اس پر ہے اور مجھے کثرتِ ذکر کی توفیق دے کر اسے ذلیل کر دیجئے تاکہ میں ان حضرات کی معیت میں کامیابی حاصل کر دوں جو آپ کی توفیق کے طفیل شیطان کے شر سے محفوظ ہیں، بُرائی سے بچنے اور نیکی پر چمکنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔“ آپ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

”اے میرے پروردگار! مجھے میری عقل سے نفع دیجیو اور اس چیز کو جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے، میرے نزدیک اس چیز کی بہ نسبت اہم بنا جو مجھ سے ختم ہو جائے گی، اے اللہ! اگر میں تجھ سے حُسن ظن رکھتا ہوں تو مجھے حُسنِ ثواب سے نواز دے اللہ! مجھے بس اتنی دنیا عطا فرما جس کے فائدے سے میں محفوظ، اور جس کے ذریعہ اہل دنیا سے مستغنی ہو جاؤں اور جو میرے لئے اس سے بہتر جہان (آخرت) کی طرف توشہ بن جائے، کیونکہ بُرائی سے بچنے اور نیکی پر چمکنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔“

قبر کی جگہ خریدنا

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنی قبر کی جگہ بیس دینار میں اور لقبول بعض دس دینار میں خریدی تھی۔

موت کی رغبت

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی وفات سے کچھ پہلے آپ کے بھائی سہیل، آپ کے صاحبزادے

عبدالملک اور آپ کے خادم مزاحم کا انتقال ہو گیا تھا۔ یہ حضرات امر خلافت میں آپ کے معین و مددگار تھے، ایک دن آپ خطبہ کے لئے تشریف لائے اور لوگوں کو ان کی صلاح و فلاح کا حکم فرمایا، مگر لوگوں نے اس سے گرانی محسوس کی، آپ کو اس کا بڑا غم ہوا، وہاں سے گھر تشریف لے گئے، یہ جمعہ کا دن تھا۔ معمول تھا کہ جمعہ کے بعد آپ کے صاحبزادگان آپ سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حسب معمول وہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے آئے، سب سے پہلے جس نے تلاوت شروع کی اس نے ذیل کی آیتیں پڑھیں۔

طَسْمَ نَلَكَ آيَاتُ الْكِتَابِ
الْبَيِّنِ - لَعَلَّكَ بَاخِحٌ فَنَسْكَ
أَنْ لَا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ إِنْ نَّشَاءُ
نُنَزِّلُ عَلَيْهِمْ آيَةً مِّنَ السَّمَاءِ
فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا
خَاضِعِينَ (الشعراء: ۲۱، ۲۲، ۲۳)

طسم، یہ مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں، واضح کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان دیدیں گے، اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں پھر ان کی گردنیں اس سے لپٹ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کی زبانی اللہ تعالیٰ نے میری تعزیت (تسل) کی ہے اس سے آپ کا غم کسی قدر ہلکا ہو گیا، آپ نے دعا کی: "اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے اکتا گئے ہیں اور میں ان سے اکتا گیا ہوں۔ بس مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے راحت دلائیے۔" اس واقعہ کے بعد آپ کو دوبارہ منبر پر جانا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔

موت کی دعا کرانا

عمر بن عبدالعزیزؒ نے عبداللہ بن ابی زکریا کو بلوایا۔ یہ اہل شام کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ جب وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: "آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ

کو کیوں رحمت دی ہے؟" عرض کیا: "جی نہیں، فرمایا: "ایک ضروری کام ہے، مگر میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ تم قسم نہ کھاؤ کہ وہ کام ضرور کرو گے۔" عرض کیا: "امیر المؤمنین! جو حکم ہو بجالاؤں گا۔" فرمایا: "نہیں، پہلے قسم کھاؤ۔" انہوں نے قسم کھائی تو فرمایا: "دعا کرو واللہ تعالیٰ مجھے موت دیدے۔" عرض کیا: تب تو میں مسلمانوں کا بین نمائندہ ہوا اور اُمت محمدؐ دُعا علی صاحبہا الف الف صلاة و سلام کا بدترین دشمن! فرمایا بہت خوب! آنجناب حلف اٹھا چکے ہیں، ناچار انہوں نے آپ کے لئے دعا کی اور اس کے بعد کہا: "اے اللہ ان کے بعد مجھے بھی نہ رکھیو۔" حضرت عمرؓ کا ایک چھوٹا بچہ آ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اور اس کو بھی۔ کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔ انہوں نے بچے کے لئے بھی دعا کر دی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، ابن ابی زکریا اور وہ بچہ تینوں کا انتقال ہو گیا۔ فَرَحِمَهُمُ اللہ۔

صاحبزادے کی وفات سے عبرت

حضرت عمرؓ کو اپنے صاحبزادہ عبدالملک سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ وہ بیمار ہوئے اور مرض، نازک صورت اختیار کر گیا تو آپ کو اطلاع دی گئی آپ تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا۔ بیٹا! کیسے ہو؟ عرض کیا: "اچھا ہوں۔" مگر اپنی ٹھیک حالت کا اظہار انہوں نے نہیں کیا۔ تاکہ آپ پریشان نہ ہوں۔ فرمایا: بیٹا! اپنی حالت بتاؤ تم جانتے ہی ہو کہ میں تمہارے معاملے میں راضی برضا ہوں اور فیصلہ نقدیر میری محبوب ترین چیز ہے۔" عرض کیا: ابا جان! سچی بات یہ ہے کہ میں جا رہا ہوں۔ مزاج پرہیزی کر کے حضرت عمرؓ اپنی غار گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نماز میں مشغول تھے کہ اتنے میں عبدالملک کا انتقال ہو گیا، مزاحم نے آپ کو اطلاع دی تو آپ غش کھا کر گر پڑے۔ عبدالملک کے کفن و دفن سے فراغت ہوئی تو مزاحم نے کہا: حضرت عمرؓ نے انہیں تاکید کر رکھی تھی کہ وہ آپ سے خلاف معمول کوئی بات دیکھیں تو آپ کو ٹوک دیا کریں۔ اس لئے انہیں عرض کرنے کی جرات ہوئی کہ

امیر المؤمنین! آج میں نے آپ سے ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ آپ عبد الملک کے پاس آئے اور ان کی مزاج پرسی کی تو انہوں نے اپنی حالت کو چھپانا چاہا مگر آپ نے اصرار کیا کہ وہ اپنی حالت آپ کو ٹھیک ٹھیک بتائیں، کیونکہ ان کے حق میں تقدیر کا جو فیصلہ ہوگا آپ اس پر جان و دل سے راضی رہیں گے، انہوں نے آپ کو بتایا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پھر جب ان کا انتقال ہوا اور میں نے آپ کو اس کی اطلاع کی تو آپ غش کھا کر گر گئے (اگر آپ تقدیری فیصلے پر راضی تھے تو یہ غشی کیوں ہوئی۔)

آپ نے فرمایا: مزاحم! بات تو یہی تھی کہ میں تقدیر الہی کے فیصلہ پر راضی ہوں، مگر ہوا یہ کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ موت کا فرشتہ میرے گھر آکر میرے گوشہ جگر کو لے گیا ہے۔ تو اس سے مجھ پر خوف کی حالت طاری ہوئی اور اس کی وجہ سے وہ حالت پیش آئی جو تم نے مشاہدہ کی (حاصل یہ کہ یہ غم کی نہیں، بلکہ خوف کی غشی تھی)۔

عافیت کی موت کی دعا

جب حضرت عمر بن عبد العزیز مرض الوفا میں مبتلا ہوئے۔ اس سے پہلے آپ کے تینوں مددگار ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، یعنی آپ کے بھائی سہل، صاحبزادے عبد الملک اور خادم مزاحم۔ تو آپ ریگتے ہوئے پانی کے مشکینہ تک پہنچے، خوب اچھی طرح وضو کیا پھر اپنی جائے نماز میں پہنچے، دو گانہ ادا کیا پھر یہ دعا کی:-

اے اللہ! آپ نے سہل، عبد الملک اور مزاحم کو اٹھالیا۔ آپ کو علم ہے کہ وہ میرے مددگار تھے۔ مگر اس سے میرے لئے آپ کی محبت میں اضافہ ہی ہوا اور آپ کے پاس کی چیزوں کا شوق اور بھی بڑھ گیا۔ اب میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لیجئے، دراصل حالیکہ میں نہ تو (حقوق و فرائض کو) ضائع

کرنے والا ہوں نہ ان میں کوتاہی کرنے والا۔
چنانچہ آپ اس مرض سے جانبر نہ ہو سکے، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ رحمہ اللہ

اولاد کا وصی

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے پاس آپ کے رشتہ کے بھائی، مسلمہ بن عبد الملک آئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ نے اس مال سے اپنی زندگی میں تو اپنی اولاد کا منہ بند ہی رکھا، کم از کم ان کے بارے میں مجھے اور میرے ایسے لوگوں کو وصیت ہی کر جاتے تاکہ ہم لوگ آپ کے بعد ان کے مصارف کا انتظام کر سکتے ہیں۔ سنکر آپ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو۔ آپ کو بٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا: مسلمہ! میں نے تمہاری بات سنی۔ تم نے جو یہ کہا کہ میں نے اس مال سے ان کے منہ بند کئے رکھے، خدا شاہد ہے کہ میں نے ان کا حق جو واقعی ان کا تھا، کبھی ان سے نہیں چھپنا، مگر میں یہ نہیں کر سکتا تھا کہ دوسروں کا حق چھین چھین کر انہیں دے دیتا۔ رہا یہ کہ میں ان کی نگہداشت کے لئے کسی کو وصی بناؤں سو ان کے لئے میرا وصی اللہ ہے، جس نے کتاب نزل کی اور وہی متولی ہے، نیک لوگوں کا۔ عمر کی اولاد میں دو ہی قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں یا تو نیک آدمی ہوگا، (سور مجھے اس کی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسے مستغنی کر دے گا۔ یا اور قسم کا آدمی ہوگا سو میں ایسا کیوں کروں کہ اسے مال دے کر اللہ کی نافرمانی پر اس کی مدد کروں۔“

پھر فرمایا: میرے بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ آئے تو انہیں دیکھ کر آپ کی آنکھیں ڈیڈ باگیں اور فرمایا: میں قربان جاؤں۔ یہ بے چارے نو عمر ہیں جنہیں کنگال چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان کے پاس کچھ بھی تو نہیں، پھر روتے ہوئے فرمایا: بیٹو! میں تمہارے لئے بہت سی خیر چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم جس کسی مسلمان یا ذمی کے پاس سے گزرو

وہ تمہارا حق پہنچانے کا رکہ یہ اس خلیفہ عادل کی نادار اولاد ہے، جس نے رعایا کو سب کچھ دیا مگر اپنی اولاد کو کچھ نہیں لینے دیا، بیٹو! میں دورا ہے پر کھڑا تھا، یا تم مالدار ہو جاتے اور میں جہنم کا ایندھن بن جاتا، یا تم ہمیشہ کے لئے فقیر و تلاش ہو جاتے اور میں جنت میں چلا جاتا۔ میرے خیال میں میرے لئے یہی دوسرا راستہ بہتر تھا، جاؤ! اللہ! تمہارا حافظ و نگہبان ہو، جاؤ! اللہ! تمہارا حافظ و نگہبان ہو، جاؤ! اللہ! تمہیں رزق دے گا۔

نصرانی طبیب سے علاج

شاہ روم کو اطلاع ہوئی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو زہر دیا گیا ہے، اس نے اپنے ملک کے سب سے بڑے پادری اور طبیب کو آپ کی خدمت میں بھیجا، ایک خط بھی اس کے ہاتھ دیا، جس میں آپ کے لئے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار تھا اور یہ کہ آپ ایسے اہل خیر و اہل اطاعت

۱۔ عباسی خلیفہ منصور نے حضرت عبدالرحمن بن قاسم بن محمد ابی بکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمائش کی کہ کوئی نصیحت فرمائیے، فرمایا: آنکھوں دیکھی یا سنی سنائی؟ منصور نے کہا: ”آنکھوں دیکھی“ فرمایا: ”حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو گیارہ بیٹے وارث تھے، اور ترکہ کل سترہ دینار پانچ کافن اور دو دینار کی قبر کی جگہ خریدی گئی، باقی اولاد پر تقسیم ہوئے تو لوگوں کا حصہ فی کس ۱۹ درہم تھا۔“

اور ہشام عبدالملک کا انتقال ہوا اور اس کا ترکہ اس کی اولاد پر تقسیم ہوا تو ایک ایک کو دس دس لاکھ ملا، میں نے اپنی ان آنکھوں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک دن میں سو گھوڑوں کا جہاد فی سبیل اللہ میں عطیہ دیا اور انہی آنکھوں سے ہشام کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس بے چارے کو صدقہ دے رہے تھے۔

(الخلیفة الزاهد عمر بن عبدالعزیز: تألیف عبدالعزیز سید الاہل

بحوالہ سیرت ابن جوزی)

کا حق ہمارے ذمہ واجب ہے مزید لکھا تھا: ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ پر زہر کا اثر ہے، میں اپنے یہاں کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے طبیب کو خدمت عالی میں بھیج رہا ہوں، یہ پورے غور و فکر سے آپ کا علاج کریں گے“ وہ آیا تو آپ نے فرمایا: ”دیکھ لو“ اس نے نبض دیکھ کر کہا: ”امیر المؤمنین! آپ کو زہر دیا گیا ہے! فرمایا: پھر تم کیا کرو گے؟“ عرض کیا: ”میں آپ کو ایسی دوا پلاؤں گا جو آپ کے جسم کے رگ وریشہ سے زہر کا اثر کھینچ لے گی“ فرمایا: اگر زندگی کی روح تیرے ہاتھ میں ہوتی میں جب بھی تجھے علاج کی اجازت نہ دیتا۔ جاؤ اپنے ملک واپس جاؤ، مجھے تمہارے علاج کی ضرورت نہیں“ اور جس شخص پر زہر پلانے کا شبہ تھا اسے بلوایا۔ اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس نے زہر دیا ہے“ آپ نے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: مجھے دھوکا اور فریب دیا گیا“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اے لے جاؤ اس کو دھوکا ہوا ہے، اس کو پھوڑ دو“ چنانچہ آپ نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

آخری لمحات

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی وفات کا وقت آیا اس وقت آپ کے پاس مسلم بن عبدالملک آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ اور ایک خادم تھا۔ آپ نے فرمایا: ”یہاں سے اٹھ جاؤ۔ میں ایک مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جن کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، وہ نہ تو جن ہیں نہ انسان۔ مسلمہ کہتے ہیں: ہم وہاں سے اٹھ کر ایک طرف کو ہو گئے، ہم نے سنا کہ آپ یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔“

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتقين (القصص: ۸۳)

یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

پھر آواز بند ہو گئی، ہم اندر گئے تو دیکھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے، آنکھیں بند ہیں اور

جسم مبارک کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔

جنائے میں شہداء کی شرکت

ملک شام کے ایک صاحب شہید ہو گئے تھے اور وہ ہر ہفتے خواب میں اپنے پڑوسی سے ملا کرتے تھے (یہ خواب میں) ان سے باتیں کیا کرتا تھا، ایک رات وہ شہید خواب میں اپنے پڑوسی کو نہ ملے، صبح اس کی طبیعت پر بڑا اثر تھا، پھر اگلی رات ان کی زیارت ہوئی تو دریافت کیا کہ آپ وقت پر کیوں نہ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم شہداء کی جماعت کو حکم ہوا تھا کہ عمر بن عبد العزیزؓ کے جنائے میں شرکت کریں۔ خواب کی یہ تاریخ نوٹ کر لی گئی، بعد میں اطلاع آئی کہ ٹھیک اسی تاریخ کو آپ کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ،

وفات پر جنائت کا اظہارِ غم

ایک رات کوفہ میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ بالا خانے میں چرخاکات رہی تھی، بالا خانے میں نیچے کی طرف ایک طاقتور تھا، اچانک لڑکی کی اٹیا نیچے گر گئی۔ اس نے طاقتی سے باہر دیکھا، تو نیچے چند عورتوں کا حلقہ قائم برپا تھا، درمیان میں کھڑی ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”ہاں جنائت کی عورتوں سے کہو کہ اب وہ فرط غم سے رویا کریں، صاف ستھرے چہروں کو نوچ نوچ کر زخمی کر ڈالیں، ریشمی لباس میں ناز و انداز سے چلنے کے بجائے ٹاٹ پہنا کریں اور برق رفتار گھوڑوں کی سواری کے بجائے ٹو پر سوار ہوا کریں۔“

وہ عورت یہ شعر پڑھتی اور حاضرین مجلس ہائے امیر المومنین! ہائے امیر المومنین! کہہ کر اس کی تائید کرتے، لڑکی نے گہرا کہ والدہ سے کہا: امی! دیکھو تو نیچے کیا ہے؟ بڑھیا نے

”کیا ہے“ کہتے ہوئے نیچے جھانکا، تو عجیب منظر دیکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؓ کا انتقال ہوا تھا۔

ابو الطاہر کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیزؓ ۹۹ھ ہجرت ۱۰۱ھ (نامکمل) میں خلیفہ رہے، کل مدت خلافت دو سال چار مہینے اور چند دن ہے۔ ابو الطاہر کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور خلافت میں کوئی صحابی بقید حیات نہیں رہا تھا، ہجرت کی آمد سے پہلے ہی تمام صحابہ دنیا سے اٹھ چکے تھے۔ البتہ عمر بن عبد العزیزؓ کی ولایت مدینہ کے دوران بعض صحابہ وہاں موجود تھے۔

نوروز و مہرجان کے تحائف

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم کہتے ہیں: مجھے میرے والد (مصنف کتاب عبد اللہ بن عبد الحکمؓ) نے بتایا کہ سلیمان بن عبد الملک، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو خلیفہ بنانے کی ہمیشہ سوچا کرتا تھا، چنانچہ مجھ سے ابن و سب کے بعض شاگردوں نے، بروایت عبد اللہ بن وہب، یعقوب بن عبد الرحمن الزہری کا یہ قول نقل کیا کہ سلیمان بن عبد الملک جب خلیفہ تھے ان کے ہاں نوروز و مہرجان کے تحائف سونے کے برتنوں میں لائے گئے۔ یہ رنگا رنگ کے تحائف تھے۔ سلیمان بن عبد الملک، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو ساتھ لے کر ان کا معائنہ کر رہے تھے، جب کسی چیز کے پاس سے گذرتے تو حضرت عمرؓ سے کہتے: یہ کیسی ہے؟ آپ فرماتے: ”امیر المومنین! دیوی زندگی کا سامان ہے! سلیمان کہتے: حلفیہ! کہو! اگر تم خلیفہ بنو تو ان کا کیا کرو گے؟“ آپ فرماتے: بخدا! میں سب کچھ بانٹ دوں گا۔ خدا سی چیز بھی نہ چھوڑوں گا۔“ سلیمان کہتے: ”اے اللہ! گواہ رہو۔“ اسی طرح ایک ایک چیز پر یہی سوال دہرایا جاتا اور حضرت عمرؓ ہر جگہ یہی جواب دیتے: بخدا! میں سب کچھ بانٹ دوں گا ذرا سی چیز بھی نہ چھوڑوں گا۔“ اور سلیمان کہتے: ”اللہ! گواہ رہو۔“ یہاں تک کہ معائنہ سے

فارغ ہو گئے۔

قارون کی حلال کمائی

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ایک آزاد کردہ غلام۔ جسے قارون کہا جاتا تھا۔ وفات پا گیا اور ہزار دینار ترک چھوڑا۔ آپ سے عرض کیا گیا: امیر المومنین! قارون مرا تو اس نے ایک ہزار دینار ترک چھوڑا، آپ نے فرمایا: "یہ ہزار دینار حلال کی کمائی کے ہیں۔"

زید بن حسن کی بیعت کا واقعہ

ولید بن عبد الملک نے زید بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہ و عنہم) کو خط لکھا، جس میں زور دیا گیا تھا کہ وہ سلیمان بن عبد الملک کی (اولی عہدی کی) بیعت توڑ دیں، اور اس کے بیٹے عبد العزیز بن ولید سے بیعت کر لیں۔ حضرت زیدؓ کو ولید کے خوف سے یہی کرنا پڑا، جب سلیمان خلیفہ ہوا تو زید کا یہ خط۔ جس میں سلیمان کو معزول کر کے عبد العزیز بن ولید کی بیعت کی بابت تحریر تھا۔ اسے ملا، سلیمان نے یہ خط مدینہ کے گورنر ابو بکر بن حزم کو بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ زید بن حسن کو بلا کر یہ خط انہیں دکھاؤ اگر وہ اس کا اقرار کر لیں کہ یہ انہوں نے ہی لکھا ہے تو یہ بات مجھے لکھ بھیجو، اور اگر وہ مکر جائیں تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا کر کے ان سے یہ حلف لو کہ واللہ! انہوں نے یہ خط خود لکھا ہے نہ اس کا حکم کیا ہے۔

ابو بکر بن حزم نے حضرت زید بن حسن کو بلا کر خط دکھایا، انہوں نے فرمایا مجھے عشتا تک مہلت دی جائے، تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لوں، (وہاں سے آکر) حضرت زید بن حسنؓ نے قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہم) کو مشورے کے لئے بلایا ان دونوں صاحبوں نے حضرت ربیعۃ الرائی کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، حضرت زیدؓ نے ان سے کہا کہ میں نے یہ خط ولید کے اصرار پر لکھا تھا، اگر میں اس کی فرمائش پوری نہ کرتا تو مجھے اس کی طرف سے

جان کا خطرہ تھا، کیا آپ حضرات کی رائے ہے کہ میں قسم کھا لوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا (اور نیت یہ کر لوں کہ میں نے برضا و رغبت نہیں لکھا، ان حضرات نے کہا: آپ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی قسم کھا کر اللہ سے جنگ کا خطرہ ہرگز مول نہ لیں۔ یہیں موقع ہے کہ اللہ سبحانی کے ذریعہ ہی آپ کو اس مختصہ سے خلاصی دلائیں گے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ نے قسم نہیں کھائی بلکہ صاف اقرار کر لیا کہ یہ خط میں نے ہی لکھا تھا، گورنر مدینہ ابو بکر بن حزم نے سلیمان کو لکھ بھیجا، سلیمان نے ابو بکر کو لکھا کہ اسے سو درے لگائے جائیں اور ٹاٹ پہنا کر پابند گشت کرایا جائے۔ خط لکھا ہی تھا کہ سلیمان کو تکلیف شروع ہو گئی، حضرت عمر ابن عبد العزیزؓ نے قاصد سے فرمایا: ٹھہرو، ابھی جاؤ نہیں، ہم اس حکم کے بارے میں امیر المومنین سے بات کریں گے، امید ہے کہ وہ بخوشی اس حکم کو واپس لے لیں گے۔ قاصد کو رکنا پڑا اور سلیمان کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے فرمایا: دیکھو! امیر المومنین علیل ہیں۔ سر دست تمہارا جانا مناسب نہیں، بالآخر سلیمان کا انتقال ہو گیا، خلافت حضرت عمرؓ کے سپرد ہوئی، آپ نے وہ تحریر لگوا کر چاک کر دی۔

مزاحم۔ بہترین وزیر

جب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اپنے صاحبزادے عبد الملک بھائی سہل اور اپنے خادم مزاحم کو سپرد خاک کر چکے تو ایک شامی نے آپ کی تعزیت کرتے ہوئے کہا: امیر المومنین کو صاحبزادے کی وفات کا صدمہ پہنچا، بخدا میں نے کوئی بیٹا نہیں دیکھا جو باپ کا اتنا فرمانبردار اور خدمت گزار ہو پھر امیر المومنین کو بھائی کی وفات کا حادثہ پیش آیا بخدا! میں نے کوئی بھائی ایسا نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر اپنے بھائی کا خیر خواہ اور نفع رساں ہو۔ ان صاحب نے مزاحم (آپ کے خادم) کا ذکر نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا بات ہے اپنے مزاحم کا تذکرہ تو چھوڑ ہی دیا، بخدا وہ میرے نزدیک ان دونوں سے کچھ کم رتبہ نہیں رکھتا۔ پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا: مزاحم!

اللہ تجھ پر رحم کرے! بخدا تو نے میرے بہت سے دنیوی افکار سے میری کفایت کی اور آخرت کے معاملے میں تو میرا بہترین وزیر تھا۔

عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سلیمان کی رائے

سلیمان بن عبدالملک کہتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب کبھی میرے پاس سے غیر حاضر ہوں تو مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو ان سے زیادہ معاملہ فہم اور صحیح مشورہ دینے والا ہو۔

طریقہ اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جس شخص کی اصلاح ظلم کے بغیر نہیں ہو سکتی، میری بلا سے اس کی اصلاح نہ ہو، واللہ! میں اپنا دین برباد کر کے لوگوں کی اصلاح کے لیے نہیں ہوں گا۔

اقامتِ عدل

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک عامل کو لکھا: تم سے پہلے عامل فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی جس انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، تم سے ہو سکے تو عدل و انصاف اور احسان و اصلاح میں وہی مقام پیدا کرو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مصالحات کا اہتمام

اہل مشرق میں سے ایک شخص اپنے بھتیجے کی معیت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دونوں کا کسی بات میں تنازعہ تھا، بڑے میاں پہلے پہلے تو اصلاح اور صلح و صفائی کی طرف مائل تھے۔ پھر اچانک انہیں غصہ آیا اور ان کے نفس نے انہیں

قطع رحمی کی پٹی پڑھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا: بڑے میاں! میں نے نہ تم سے زیادہ شیریں کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ تلخ۔ نہ تم سے زیادہ قریب کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ بعید۔ ابھی ابھی تم صلح صفائی کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارے نفس نے تمہیں قطع رحمی اور ظلم کی راہ پر لگا دیا، بڑے میاں کی لبیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ منہ ڈھک رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حلاق (ثانی) سے فرمایا: اے مینا! اس بوڑھے کو یہاں سے اٹھا کرے جاؤ اور اس کی لبیں کاٹ کر اسے واپس لاؤ، وہ لبیں بنوا کر واپس آیا تو فرمایا: دیکھو یہ کیسی اچھی لگتی ہیں، اس سے لطافت بھی حاصل ہوتی ہے اور فطرت صحیحہ سے مطابقت بھی۔ ہاں بڑے میاں! آؤ اب اپنے بھتیجے سے صلح کر لو، اس نے عرض کیا: بہت بہتر جناب! آپ نے ان دونوں کے مابین صلح کرا دی اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: الحمد للہ۔

بعد کے خلیفہ کو وصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المومنین! اپنے بعد کے خلیفہ یزید بن عبدالملک کے لئے وصیت و نصیحت کی کوئی تحریر لکھوا دیجئے، فرمایا: واللہ میں جانتا ہوں کہ وہ بھی مردان کی اولاد ہے۔ اس پر رجائین حیوۃ نے عرض کیا: کم از کم اس پر حجت تو قائم ہو جائے گی۔ اور آپ کے لئے عند اللہ عذر کی دستاویز ہوگی، آپ نے اپنے کاتب کو حکم فرمایا لکھو۔

اما بعد: اے یزید! غفلت کے وقت کی لغزش سے بچ کر رہو، کیونکہ اس لغزش کا ازالہ نہیں ہو سکتا، نہ رجوع ہی کی توفیق ہوتی ہے، دیکھو! تم ان ساری چیزوں کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ جاؤ گے جو تمہیں کلمہ خیر سے بھی یاد نہیں کریں گے اور اس ذات کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس

کے یہاں تمہارے عذر و معذرت کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ والسلام

سیرت فاروق پر چلنے کا عزم

ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن

خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا۔

”عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے سالم بن عبداللہ کے نام، اما بعد: میں اس اُمت کے کام (امر خلافت) میں مبتلا ہو گیا ہوں، اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے ارادے اور مشورے کے بغیر ہوا ہے آپ کو جب میرا یہ خط ملے تو مجھے لکھیے کہ اہل قبلہ اور اہل ذمہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو میں اس پر عمل پیرا ہوں گا۔ والسلام“

حضرت سالم بن عبداللہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

”سالم بن عبداللہ کی طرف سے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؓ کے نام۔

اما بعد: آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ اس اُمت کے کام میں بغیر ارادۃ و مشورہ کے مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ نے اہل قبلہ اور اہل ذمہ کے بارے میں جو روش اختیار کی اور جو فیصلے کئے آپ نے لکھا ہے کہ میں آپ کو لکھ بھیجوں، آپ کا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو آپ اسی روش پر چلیں گے۔

آپ نہ تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہیں، نہ آپ کو ان کے زمانے کے سے انسان ہی میسر ہو سکتے ہیں، جہاں تک اہل عراق کا تعلق ہے ان کا درجہ آپ کے یہاں یہ ہونا چاہیے کہ آپ نہ تو ان سے بالکل مستغنی ہو جائیں، اور نہ انہی کے محتاج ہو کر رہ جائیں، اگر کسی عامل کو معزول کرنے کی ضرورت پیش آئے تو محض یہ خیال کہ آپ کو اور کوئی مزدور آدمی اس کام کے لئے نہیں ملے گا، اس کی معزولی سے مانع نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ جب آپ اللہ

ہی کی خاطر کسی کو معزول کریں گے اور اللہ ہی کی خاطر کسی کو عامل بنائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اخوان و انصار بھی میسر کرے گا۔ اللہ کی جانب سے بندوں کی اعانت ان کی نیتوں کے بقدر ہی کی جاتی ہے، جس کی نیت کامل ہوگی اس کی پوری پوری مدد ہوگی اور جس کی نیت میں فتور و قصور ہوگا۔ اس کو اللہ کی پوری مدد بھی حاصل نہیں ہوگی اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ والسلام“

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عروہ بن محمد کو تحریر فرمایا: اما بعد: آپ کا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ آپ یمن گئے اور وہاں دیکھا کہ وہاں کے لوگوں پر جزیہ کی طرح خراج کی بھی ایک معین رقم عائد کی گئی ہے۔ جو انہیں ہر حالت میں ادا کرنی ہوتی ہے، خواہ خوش حال ہوں یا تنگ حال، جیسے یا میں، سبحان اللہ رب العالمین، سبحان اللہ رب العالمین، سبحان اللہ رب العالمین۔

جب میرا یہ خط ملے تو جس چیز کو تم باطل اور بے انصافی سمجھو اسے چھوڑ کر حق و انصاف کو اختیار کرو اور پھر حق و انصاف کے مطابق نئے سرے سے خراج کی شرحیں مقرر کرو، خواہ ان کی مقدار کتنی ہی قلیل ہو۔ اور خواہ ہماری جانوں کی قربانی دینا پڑے، اگر تم مجھے یمن سے کٹم کی ایک مٹھی بھی بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس پر بھی بے حد خوش ہوں گا، بشرطیکہ حق و انصاف کے مطابق ہو۔ والسلام“

کمال ایمان کا معیار!

عمر بن عبدالعزیزؓ کا ارشاد ہے کہ اسلام کے کچھ حدود ہیں، کچھ احکام اور کچھ کسبتیں۔ جس نے ان سب پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا اور جس نے عمل نہیں کیا اس کا ایمان نامکمل رہا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو تمہیں ان کی تعلیم بھی دوں گا اور ان پر عمل بھی کراؤں گا۔ اور اگر میرا وقت موقوف ہو گیا تو میں تمہاری صحبت کا حریص نہیں ہوں۔

گورنروں کے لئے روشنی کا انتظام

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن صرم مدینہ کے گورنر تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے انہیں لکھا کہ :-

”اما بعد: میں نے تمہارا وہ خط پڑھا جو تم نے سلیمان (خلیفہ سابق) کو لکھا تھا، اس میں ذکر کیا تھا کہ تم سے پہلے گورنروں کو شمع کی مد میں اتنی رقم ملتی تھی جس سے وہ اپنی آمد و رفت کے راستوں میں روشنی کا انتظام کرتے تھے۔ (خلیفہ سابق) کا چونکہ انتقال ہو چکا ہے اس لئے اس کے جواب کی ذمہ داری مجھ پر آ پڑی۔ ام صرم کے بیٹے! بخدا! مجھے تیرا وہ وقت اچھی طرح یاد ہے۔ جب تم سردیوں کی سخت اندھیری راتوں میں روشنی کے بغیر اپنے گھر سے نکلتے تھے بخدا آج تمہاری حالت اس دن سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ پس اپنے گھر کی بیویوں سے کام چلاؤ۔“

سرکاری کاغذات کا خرچ

انہی کو یہ بھی لکھا: میں نے تمہارا وہ خط پڑھا جو تم نے سلیمان کو لکھا تھا، اس میں تم نے لکھا تھا کہ تم سے پہلے گورنروں کو مسلمانوں کی ضروریات کا کاغذ خریدنے کی مد میں اتنی رقم دی جاتی تھی۔ اس کے جواب کی ذمہ داری بھی مجھ پر عائد ہوئی۔ پس جب میرا یہ خط پہنچے تو تم باریک کر لو اور گنجان تخریر لکھا کرو اور ایک ہی ورق کو بہت سی ضروریات کے لئے استعمال کیا کرو۔ مسلمانوں کو ایسی باتیں لکھنے لکھانے کی ضرورت نہیں جو خواہ مخواہ ان کے بیت المال پر بار ہوں۔ والسلام

ملزموں کو شبہ کی بنا پر سزائیں دینا

عبدی بن ارطاة کو، جو بصرہ کے گورنر تھے۔ آپ نے لکھا: اما بعد: تمہارا خط ملا، جس

میں لکھا تھا کہ تمہارے علاقے کے اہل کاروں کی خیانت کا انکشاف ہوا ہے اور تم نے مجھ سے انہیں سزائیں دینے کی اجازت طلب کی ہے۔ گویا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کے لئے میں تمہیں ڈھال کا کام دوں گا۔ جب میرا یہ خط ملے تو (ان کے معاملہ کی تحقیق کرو) اگر ان کے خلاف شہادت موجود ہو تو ان سے مواخذہ کرو اور شہادت موجود نہ ہو تو نماز عصر کے بعد ان سے اس مضمون کی قسم لو کہ ”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے مال میں ذرا بھی خیانت نہیں کی۔“ اگر وہ یہ قسم کھالیں تو ان کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ مسلمانوں ہی کا مال ہے اور مسلمان ایسے حریص اور لالچی لوگوں سے (جن پر خیانت کا شبہ ہو) بس قسم ہی لے سکتے ہیں۔ بخدا! ان کا اپنی خیانتیں لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنا مجھے زیادہ پسند ہے نسبت اس کے کہ میں ان کے خون کا وبال اپنی گردن پر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔“ والسلام

صدقات کی مقدار اور تقسیم

آپ نے عروہ بن محمد کو لکھا: اما بعد: آپ کا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ آپ سے پہلے حکام نے یمن کے مسلمانوں کے ذمہ صدقات کی ایک معین مقدار مقرر کر دی تھی جس میں لوگوں کے تنگدست ہوجانے کے باوجود کمی نہیں ہوتی تھی۔ مگر مالدار ہوجانے کی صورت میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ آپ نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا ہے۔ بخدا! یہ صریح ظلم ہے۔ جب میرا یہ خط ملے تو ان سے وہی کچھ وصول کرو۔ جو تمہارے نزدیک حق و انصاف کے مطابق ان پر شرعاً واجب ہے، پھر وہ مال ان ہی کے فقراء اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دو اور حاجیوں کے راستوں پر ایسے پسندیدہ لوگ مقرر کرو جن کے دین و امانت پر تمہیں اعتقاد ہو ان کا فرض ہونا چاہیے کہ کوئی کمزور ہو تو اس کی مدد کریں اور کوئی محتاج ہو تو اس کے خرچ کا بند و بست کریں۔ بخدا اگر تمہارے علاقے سے میرے پاس ایک مٹھی بھر غلہ کے سوا کچھ

نہ آئے تو میں اس کو بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ سمجھوں گا۔ والسلام

ایک حبشہ لوندی کا خط: خلیفہ کے نام

حضرت عمر بن عبد العزیز کے برید کہ سرکاری ڈاک لانے والے) کا یہ دستور تھا کہ جب وہ (ڈاک لے کر) چلتا تو راستہ میں جو لوگ اسے کوئی خط دیتے ان سے وصول کر لیتا، ایک بار وہ مصر جا رہا تھا کہ ذی الصبح کی آزادہ کردہ "فرتونہ السودا" نامی حبشہ لوندی نے اسے خط دیا، جس میں (خلیفہ کے نام) تحریر تھا کہ اس کے احاطے کی دیواریں پست ہیں لوگ انہیں پھلانگ کر اندر آجاتے ہیں اور اس کی مرغیاں چوری ہو جاتی ہیں (قاصد نے یہ خط آپ کو لا کر دیا، تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز کی جانب سے ذی الصبح کی لوندی فرتونہ السودا کے نام — تمہارا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے مکان کی دیواریں نیچی ہیں۔ اور لوگ انہیں پھلانگ کر تمہاری مرغیاں چرا لے جاتے ہیں۔ میں نے ایوب بن شریک کو، جو مصر میں نماز کے امام اور جنگ کے افسر اعلیٰ ہیں لکھ دیا ہے کہ وہ تمہارے مکان کی مرمت کرا کر اسے پوری طرح محفوظ کرا دیں۔ والسلام اور ایوب بن شریک کو خط لکھا۔

"اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی جانب سے ابن شریک کے نام"

ما بعد: ذی الصبح کی لوندی فرتونہ نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں اور اس کی مرغیوں کی چوری ہو جاتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا مکان محفوظ کر دیا جائے۔ جب میرا یہ خط ملے تو خود سوار ہو کر وہاں پہنچے اور اپنی نگرانی میں اس کا مکان محفوظ کراؤ۔ والسلام

جب ایوب بن شریک کو خلیفہ کا یہ فرمان پہنچا تو فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر "الحیزہ" کا رخ کیا وہاں پوچھتے پوچھتے فرتونہ نامی حبشی بڑھیا کے گھر پہنچے، دیکھا کہ وہ بے چاری کالی کلوٹی نہایت مسکین بڑھیا ہے۔ اسے بتایا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بارے میں مجھے یہ حکم نامہ بھیجا ہے۔ چنانچہ اس کے مکان کی مرمت کرا کر اسے محفوظ کر دیا۔

خلیفہ کا قاصد اور اس کا استقبال

حضرت عمر بن عبد العزیز کا قاصد جب بصرہ آتا تو جو نہی لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہوتی وہ جوق در جوق استقبال کے لئے نکل آتے قاصد کی آمد ہمیشہ وظیفے کی زیادتی مال کی تقسیم، کسی خیر کے حکم یا کسی شر سے ممانعت کا پیغام لاتی، لوگ قاصد کیساتھ چل کر مسجد پہنچتے اور قاصد وہاں خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنا تا۔ جس دن قاصد آپ کے انتقال کی خبر لایا لوگ حسب معمول اس کے استقبال کے لئے نکلے، مگر آج وہ بجائے کسی خوش خبری سنانے کے رو کر آپ کے انتقال کی خبر سنا رہا تھا، لوگ اس عظیم حادثہ اور مصیبت پر روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور قاصد نے وہاں آپ کی وفات کا خط پڑھ کر سنایا۔

ملاحوں کی وقت کا خیال

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ دریائے نیل کے کنارے شجر کاری نہ کی جائے کیونکہ اس سے ملاحوں کو کشتیوں کا لنگر کھینچنے میں دقت پیش آتی ہے۔

مقرضوں کا قرض بیت المال سے دیا جائے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو، اس کا قرض بیت المال سے ادا کر دو، بشرطیکہ وہ

نرض کسی حماقت کی بنا پر نہ ہو۔

مقرضوں کا قرض، کنواروں کی شادی اور ذمیوں کی دیکھ بھال

آپ نے زید بن عبد الرحمن بن عمر بن خطاب کو جو کوفہ کے گورنر تھے۔ لکھا۔
 ”تم نے لکھا ہے کہ لشکر کے وظائف ادا کرنے کے بعد بھی تمہارے پاس بہت سا مال جمع ہے۔ ایسا کہ جس شخص کے ذمہ قرض ہو، بشرطیکہ وہ اس کی غلط روی کا نتیجہ نہ ہو۔ اس کا قرض ادا کرو، جو شخص (مہر کی رقم پر) قادر نہیں اس کی شادی کر (کے مہر بیت المال سے ادا کر دو)“
 زید نے پھر لکھا کہ مال اب بھی بچ رہا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا: ”ذمیوں کو مضبوط کرو، وہ ہمیں ایک دو سال ہی کے لئے مطلوب نہیں۔“
 (بلکہ ان کی ضرورت ہمیشہ ہے)

زلزلہ، صدقہ اور دعائیں

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام علاقوں میں گشتی فرمان بھیجا کہ یہ زلزلہ ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں پر عتاب فرماتے ہیں۔ میں نے فلاں شہر کے لوگوں کو لکھا تھا کہ وہ فلاں دن باہر نکلیں (اور توبہ و استغفار کریں) جو شخص صدقہ کر سکتا ہو وہ صدقہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”تحقیق کامیاب ہو اور وہ شخص جو پاک ہو“
 اور اپنے باب حضرت آدم علی بنیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو:-

دَبَبَا ظَلَمْنَا اَلْفُسْنَآ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
 وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ط
 (سورۃ اعراف)

ایسا کہ ہم نے ظلم کیا، اگر آپ ہماری بخشش نہ فرمائیں تو بلاشبہ ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہونگے۔

اور حضرت نوح علی بنیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو۔

وَ اَلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْ اَكُنْ
 مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ط
 اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیں گے تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں جاؤں گا
 اور موسیٰ علی بنیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو!

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاعْفُرْ لِّیْ
 اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دیجئے۔

خوش حالی اور شکر

عدی ابن ارطاة نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ لوگوں کی رفاہیت اور مال کی فراوانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ ان میں تکبر اور سرکشی (بطر) پیدا ہو جائے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: ”اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیں گے تو اہل جنت کے صرف اس قول پر راضی ہو جائیں گے۔“

الحمد لله الذی صدقنا و وعدہ
 اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔
 لہذا اپنے یہاں کے لوگوں کو کہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کریں (شکر ہوگا تو انشاء اللہ بطر نہیں ہوگا)

گورنر سے حلف

درب بن منبہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مین کے بیت المال سے چند دینار گم ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا:-

”اما بعد: میں تمہارے دین و امانت پر اعتراض نہیں کرتا مگر مجھے تمہاری کوتاہی اور غفلت

کی شکایت ہے میں مسلمانوں کے مال کے مقدمے میں مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہوں، میرا مقصد یہ ہے کہ میں انہیں تم سے حلف لینے پر جرات دلاؤں۔ لہذا مسلمانوں کی خاطر حلف اٹھائیے۔
”والسلام“

پورے صوبے میں ایک بھی صدقہ لینے پر آمادہ نہیں

بیچا بن سعید فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے افریقہ کے صدقات کی تحصیل کے لئے بھیجا، میں نے صدقات وصول کر کے فقراء کی تلاش شروع کی، جن پر وہ صدقات خرچ کئے جاسکیں مگر ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو ان صدقات کے لینے پر آمادہ ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو غنی کر دیا تھا، میں نے اس رقم سے غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور ان کی دلاء عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دی۔

کتاب وسنت کی پابندی

حضرت عمرؓ کا گشتی سفر نامہ

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کے نام مندرجہ ذیل گشتی فرمان جاری کیا۔

”اما بعد: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرنے، اس کی کتاب کو لازم پکڑنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و طریقہ کی اقتداء کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور بیان فرمادیئے ہیں جو تمہیں کرنے ہیں اور جن سے تمہیں پرہیز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تاکید احکام کے ذریعہ تمہارا عذر زائل کر دیا اور تم پر حجت پوری کر دی جب کہ اس نے تم پر وہ کتاب محفوظ نازل فرمائی، جس کی شان یہ ہے: ”باطل نہ اس کے آگے سے راہ پاسکتا ہے نہ پیچھے سے، وہ حکیم حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور حق ہی کے ساتھ ہم نے اس کو اتارا اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوئی اور (اے نبی) انہیں

بھیجا ہم نے آپکو مگر خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔“
نیز ارشاد ہے: ”اور البتہ تحقیق ہم ان کے پاس ایسی کتاب لاتے ہیں جس کو ہم نے اپنے علم سے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ سہرا پادہایت و رحمت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو یقین لاتے ہیں۔“

پس اس کے فرائض کو قائم کرو۔ اس کے سنن کی پیروی کرو، اس کے حکم پر عمل کرو، اس پر اپنے نفسوں کو جائے رکھو، اور اس کے متشابہہ پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ تمہیں سکھانا تھا سکھا دیا۔ (ذرا نزول قرآن سے پہلے دور پر غور کرو) اس وقت (زمانہ جاہلیت میں) تمہارے پہلوؤں کی حالت کیا تھی؟ ان کی شان و شوکت سارے انسانوں سے کم تھی، ان کی قوت سب سے کمزور تھی، ان کا اختلاف و افتراق سب سے شدید تھا۔ وہ دنیا بھر کی تمام قوموں میں سے سب سے زیادہ ذلیل و حقیر تھے۔ یہ تو ان کی دینی حالت تھی اور ان کی دینی حالت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں ہدایت کا ایک شمع بھی نصیب نہیں تھا۔ جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر سکیں۔ مزید برآں یہ کہ دنیا، دنیا کے اسباب و اموال، دنیوی تعداد اور جمعیت اور اس کی شان و شوکت یہ سب کچھ نصیب اغیار تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی عزت و تکریم کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو اس کے خاص بندے، عظیم الشان رسول اور شیر و نذیر تھے۔ آپ نے ایسی خیر اور بھلائی کی خوشخبری دی جس سے بہتر خیر کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے، آپ نے اس شتر سے ڈرایا جس سے بدتر کوئی شتر نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرنہا قرن سے اس مقصد کے لئے مقرر کر کے آپ کو آخری زمانہ میں مبعوث فرمایا، انبیاء سابقین کی زبان سے آپ کے اسم مبارک کا اعلان کرایا، اور آپ کے بارے میں انبیاء کرام

کی پوری جماعت سے عہد و پیمان لیا، چنانچہ ارشاد ہے۔

”اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء (علیہم السلام) سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیات تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے: ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا: تو گواہ رہنا، اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“ (سورہ آل عمران آیت ۸۱۔ ترجمہ حضرت تھانوی)

پس یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں عطا فرمایا جبکہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو رحمتہ للعالمین، داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور اپنے تمام پسندیدہ کاموں کو اپنی کتاب حکم میں واضح فرما دیا، پس (اللہ تعالیٰ نے آپ کے فریضے) جس چیز کو حلال ٹھہرایا وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جس چیز کو حرام ٹھہرایا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنن و آداب کی تعلیم فرمائی، آپ نے ان کو خوب سمجھا اور اپنی امت کے سامنے ان پر عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ آپ نے نمازیں پڑھ کر دکھائیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا حکم دیا تھا اور آپ نے نماز کے اوقات کی تعلیم فرمائی جو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے تھے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: ”آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرا ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے“

اور صبح کی نماز بھی، بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے، (سورہ الاسراء آیت ۷۸) ”لو کہ شمس“ سے مراد دو پہر کے بعد سورج کا ڈھلنا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر، نماز عصر اور مغرب کا وقت بیان فرمایا ہے اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے ”اے ایمان والو! تمہارے حلو کوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیے۔ نماز صبح سے پہلے، اور جب دو پہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور

نماز عشاء کے بعد“ (سورہ النور آیت ۵۸)

بہر حال مجموعی طور پر ان پانچوں نمازوں کو قرآن نے بیان کر دیا، اور اس کی تفصیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، پھر حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی، غلوں، پھلوں اور مولیشیوں پر زکوٰۃ مقرر کی اور اس کے مصارف بیان فرمائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ”صدقات تو لیں فقراء کے لئے ہیں اور مسکین کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کی تحصیل پر مقرر ہیں اور ان کے لئے جن کی دلجوئی کرنا ہے۔ اور گردنوں کے چھڑانے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لئے۔ چنانچہ زکوٰۃ جب لی جائے تو لینے کا دستور اور حیب تقسیم کی جائے تو تقسیم کا دستور طے ہو گیا۔ پھر حبزیرہ عرب میں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے (کم از کم) ان میں سے اہل عقل و دانش نے نظام زکوٰۃ کو اچھی طرح سمجھ لیا۔

پھر متعدد بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے بنفس نفیس تشریف لے گئے اور جہاد کے لئے لشکر اور دستے بھی روانہ فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد میں خود موجود ہوتے تو مال غنیمت خود تقسیم فرماتے ورنہ امراء لشکر کو حکم فرماتے کہ جو مال غنیمت حق تعالیٰ اعطا فرمائیں وہ اس قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

”اور اس بات کو جان لو کہ جو شئی بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور عزیزوں کا ہے اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہو۔ اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کئے دن، جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا۔“ (سورہ الانفال آیت ۱۳)

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”اور لوگوں میں حج کا اعلان

کرد۔ لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دہلی اونٹینوں پر بھی جو کہ دور دراز کے راستوں سے پہنچی ہونگی، تاکہ اپنے فوائد کے لئے آمو جو دہوں اور تاکہ آیام مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو خدا نے ان کو عطا کئے ہیں۔ سو ان جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو، پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچل دور کریں اور اپنے اہل بیت کو پورا کریں اور اس مامون گھر کا طوائف کریں۔ (سورۃ الحج: آیات ۲۷، ۲۸، ۲۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی بستیوں کے مال بطور ”فے“ عطا فرمائے، جن پر مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہوئی نہ اونٹ دوڑانے کی (بغیر قتل و قتال کے اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمائی، اسی مال کو ”فے“ کہا جاتا ہے) ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کہ بعد میں فتح ہونے والی بستیوں کے لئے قانون عام کی حیثیت رکھتا ہے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلویا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (سورۃ الحشر آیت ۶)

نیز ارشاد ہے :-

”جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے، وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا، تاکہ وہ تمہارے تو نگرہوں کے قبضے میں نہ آجائے اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“ (سورۃ الحشر آیت ۷)

پھر آئندہ آیتوں میں ان مسلمانوں کو ذکر فرمایا جو اس کے حقدار ہیں۔ پس کوئی ایسا شخص

نہیں جس کا حصہ مال فے میں ہوا اور وہ ان آیات میں مذکور نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

”ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔“

اس مندرجہ بالا آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں جو اپنے گھر اور وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے، اس میں انصار“ داخل نہیں (ان کا ذکر آگے آتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے)

”اور ان لوگوں کا جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں، جو ان کے پاس ہجرت کر کے آئے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو، اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“ (سورۃ الحشر آیت ۹)

اس آیت کا مصداق مدینہ طیبہ کے ”انصار“ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت انہی کی طرف ہوئی تھی، ان دونوں قسموں کے بعد جتنے مسلمان باقی رہ گئے، جن کا مال ”فے“ میں کچھ بھی حصہ تھا۔ ان سب کو تیسری آیت میں جمع کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

”اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے۔ جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے، اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔“ (سورۃ الحشر آیت ۱۰)

اس آیت کا مصداق باقی ماندہ تمام مسلمان ہیں جو ہجرت اولیٰ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اور قیامت تک داخل ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کی تمہیں تعلیم دی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنتیں

جاری فرمائیں ان میں دین و دنیا کی کسی ضرورت کو ادھورا نہیں چھوڑا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام ہے جس پر اللہ پاک کا شکر واجب ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کو تم نہیں جانتے تھے، اس لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کوئی اختیار اور کوئی رائے نہیں سوائے اس کے کہ ان کو نافذ کیا جائے اور اس کے لئے محنت کی جائے، البتہ وہ نئے نئے امور جن میں ارباب اقتدار اور حکام کو ابتلا پیش آتا ہے اور جن میں قرآن و سنت نے کوئی فیصلہ نہیں دیا ان کے بارے میں مسلمانوں کے سربراہ اور صدر مملکت سے پیش قدمی نہ کی جائے، نہ اس سے بالا ان امور میں فیصلہ دیا جائے، بلکہ ماتحت حکام کا فرض ہے کہ وہ ایسے امور سربراہ مملکت کے سامنے پیش کریں اور جو فیصلہ بھی وہ کر دے اسے برضا و رغبت تسلیم کریں۔

میراجی چاہا کہ میں اس خط میں تمہیں تمہاری قبل از اسلام کی حالت یاد دلاؤں کہ کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے پہلے تم کس قدر گمراہی و ضلالت اور تنگی عیش میں گرفتار تھے اور اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے تمہیں کیسی عزت و نصرت، امن و عافیت اور اتفاق و اتحاد سے سرفراز فرمایا، جو ساز و سامان دوسری قوموں کے ہاتھوں میں تھا وہ ان سے چھین کر تمہیں دے دیا۔ محض اپنی قوت کے بل پر تم یہ سب کچھ نہیں چھین سکتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اہل ایمان سے مشروط وعدہ کیا تھا کہ جب وہ یہ شرط پوری کریں گے تو ان کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرط پوری کر دی ہے (اور وہ ساری نعمتیں، جن کا وعدہ فرمایا تھا، عطا کر دی ہیں) اور جس شرط کے پورا کرنے کا تم سے وعدہ لیا تھا، اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ فرمائے گا۔

ارشاد ہے:-

”تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین

کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو تبدیل باسن کر دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔ (سورہ النور آیت ۵۵) دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اس کے دین کو نافذ کرنے کا جو وعدہ تمہاری گردن پر ہے اب تمہیں وہ پورا کرنا ہے اور اگر کوئی ناشکر اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے گا، یا اس کے احسانات کو بھول جائے گا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک، ذلیل اور بے قدر پائے گا۔ اور زندگی بھر ہمیشہ ایسے مصائب و آفات میں مبتلا رہے گا۔ جن کے برداشت کرنے کی طاقت اسے نہیں ہوگی۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے معاملہ میں ناواقف ہیں ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ میں کس روش پر قائم ہوں۔ میں آج کی صحبت میں اس پگفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ چونکہ یہ امر خلافت میرے پاس پہنچ چکا ہے اس لئے اس موضوع پر قدرے روشنی ڈال دینا ہمارے اس معاملہ کے آغاز و انجام کے لئے انشاء اللہ مفید رہے گا۔

بحمد اللہ مجھے اللہ کی جانب سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشرو خلفاء کے طریقہ کار کا کچھ علم ہے۔ مجھے اس کی تسلیم ان حضرات نے دی جن کا مشغلہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا اور میرا مشغلہ بھی یہی تھا، اللہ تعالیٰ نے جتنا علم میرے لئے لئے مقدر فرمایا تھا۔ خواہ اس پر عمل پر توفیق ہوئی، یا اس میں کوتاہ کار رہا۔ بہر حال میں اس میں مبتلا ہوا اگر میں نے کوئی خیر کی بات سیکھی ہے تو اللہ کی توفیق و ہدایت سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس میں برکت کی دعا کرتا ہوں اور خیر کے ماسوا میرے یہاں گناہوں کا جو روگ پایا جاتا ہے اس کے لئے اللہ رب العزت سے مغفرت و بخشش اور عفو و درگزر کی التجا کرتا ہوں۔

بخدا! حکومت و سلطنت کا جس قدر علم مجھے حاصل ہوتا گیا اسی قدر مجھے اس

سے خوف اور اندیشہ لاحق ہوتا رہا اور میں اس عظیم گرانباری کے تصور سے کانپ جاتا تھا بالآخر تقدیر الہی سے یہ قرعہ فال میرے نام نکلا اور تقدیر الہی سے جو ہونا تھا وہ تو خیر ہو کر رہا مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کی گرانی کو میں نے کبھی اتنی شدت کے ساتھ محسوس نہیں کیا جتنی کہ اب تجربہ کے بعد محسوس ہوئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ میرا، میرے مددگاروں کا اور ان تمام لوگوں کا جنہوں نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے۔ انجام بخیر فرمائے۔ ان کے معاملات کی اصلاح فرمائے، ان کے شیرازہ کو جمع رکھے اور تجھ پر اور ان پر اپنی وہ نعمتیں نازل فرمائے جن تک نہ میری دعا پہنچ سکتی ہے نہ ان کی اگر عام رعایا کی حالت درست رہے، ان کے حقوق ادا ہوتے رہیں اور ان کے خطا کاروں سے درگزر ہوتی رہے تو اس سلسلہ میں میرا ثواب اور میری جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہ دولت دنیا ہی میں عطا کر دی ہے، مسلمانوں کا شیرازہ متحد ہے ان کے آپس کے معاملات درست ہیں، رزق کی فراوانی ہے دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت و مدد اور عمدہ کفایت حاصل ہے، اللہ رب العزت نے ہر علاقے کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقے میں غنی کر دیا ہے۔ ان کو کشادہ رزق عطا فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے رزق و انعام کی بدولت یہ حالت ہے کہ ہر علاقے کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ تمام علاقوں سے ہمارا علاقہ بخت آور اور خوشحال ہے۔ اب اگر آپ حضرات اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں اور اس کے فضل و احسان کی قدر کریں۔ تو مجھے اس کی بے حد حرص ہے اور یہ میری سب سے محبوب تمنا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس کے لئے کتنی دعائیں کرتا ہوں اور اس کی کتنی حرص کا اظہار کرتا ہوں، اور اگر کوئی جاہل اس شکر سے ناواقف ہے، یا اس کی عقل اس سے قاصر ہے تو اس کی آگاہی کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ میں جس چیز کا حریص ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلاؤں کہ یہی دنیا میں میری حجت ہے اور یہی موت کے

بعد میرا مقصد ہے۔ کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمہیں چلانے کا جو عزم کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں تمہارے دلوں میں اشتباہ باقی نہیں رہنا چاہیے۔ اور اس کے ماسواہ امور جو انسانی رائے کے اختراع کردہ ہیں؛ سو (میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں) بخدا اگر مجھے تمہارے (معاملات) میں اس پر یعنی کتاب و سنت پر عمل نہ کرنا ہوتا تو تم پر کبھی حاکم نہ بنتا، اور اگر تم اس پر عمل کرو تو دنیا کا جاہ و منصب جو مجھے حاصل ہے۔ یہ اگر کسی مغرض تری آدمی کو مل جائے تو میں اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں، جب کہ اللہ تعالیٰ اسی کو میرے دین سے بچلانے سے باز رکھے اور اگر یہی منصب کسی ایسے آدمی کو مل جائے، جس کے بارے میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسواہ پر عمل پیرا ہوگا۔ تو ایسے شخص کے لئے بڑے سے بڑے منصب حتیٰ کہ دنیا و مافیہا کا حصول بھی میرے نزدیک نہ قابل رشک نہ باعث شرافت ہے۔ نہ اس کو بلند مرتبہ سمجھتا ہوں۔

۱۔ بین القوسین کی اصل عبارت یہ ہے۔ 'وَأَمَّا مَاسْوَىٰ ذَلِكُ مِنَ الْأُمُورِ الَّتِي مِنْ رَأْيِ النَّاسِ فَإِنِّي لَعَمْرِي لَوْلَا أَنْ أَعْمَلَ ذَالِكَ فَيَكُم مَّا وَلَيْتَ أَمْرُكُمْ وَأَنْ تَعْمَلُوا بِهِ مَا نَفَسْتُ الَّذِي أَنَا فِيهِ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى الْبُغْضِ رَجُلٍ وَاحِدٍ إِذَا حُجِّزَ اللَّهُ عَلَى دِينِي وَلَا كُنْتُ أَرَى الْمَنْزِلَ الَّذِي أَتَى بِهِ لِمَنْ عَلَيَّ أَنْ يَعْمَلَ بَغَيْرِ كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ غَبَطَةً وَلَا كَرَامَةً وَرَفْعَةً وَلَا دُنْيَا وَمَا فِيهَا۔' اس پر محقق احمد عبید نے عربی حاشیہ میں لکھا ہے یہ دونوں جملے کتاب کے اصل نسخوں میں مضطرب ہیں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ صحیح عبارت کیا ہے۔ خیال ہے کہ کچھ الفاظ یہاں نقل سے رہ گئے ہیں۔ راقم السطور کو بھی انکے صحیح مفہوم میں التباس نہیں ہوا، غور و فکر کے بعد جو مفہوم سمجھ میں آیا۔ اسے آسان لفظوں میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے حضرات اہل علم سے التماس ہے کہ اگر اس سے بہتر مفہوم کسی صلیب کے ذہن میں آئے اس سے مطلع فرمایا جائے تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جائے۔ مترجم

اب جو شخص میرے دل کی بات پوچھنا اور اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے معاملے میں میرا منتہائے مقصود دریافت کرنا چاہے تو (میں اسے صاف صاف بتا دیتا چاہتا ہوں کہ) جو بات میرے دل میں ہے اور جو اہم مقصد میرے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ تم کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو اور ان تمام امور سے اجتناب کرو جن کی طرف نفسانی خواہشات اور فکری زلیخ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ جو شخص عملی زندگی میں کتاب و سنت کو چھوڑ دیتا ہے اسے دنیا و آخرت میں کبھی عزت اور سربلندی نصیب نہ ہوگی۔

جن لوگوں کے سامنے میرے اس خط کا ذکر آئے انہیں معلوم رہنا چاہیے کہ بخدا! یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہوگی کہ میں سب سے پہلے مر جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں لوگوں کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل کرنے کی اجازت دوں لوگ جیتیں تو اس پر جیتیں اور مریں تو اس پر مریں۔ میں چاہتا ہوں کہ کتاب و سنت کے اتباع کی حرص و اشتیاق پر میرا خاتمہ ہو۔ میرے نزدیک ایسے شخص کا تلف ہو جانا یا غمزہ ہونا نہایت معمولی چیز ہے جس سے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی ذرا بھی توقع کی جائے یہی چیز تو ہے جس نے ہمیں لسنی سے بلندی، بے قدری سے قدر و منزلت اور ذلت سے عزت بخشی۔ معاذ اللہ! کہ اب ہم اس کے بدلے کسی اور چیز کو قبول کریں: معاذ اللہ! کہ ہم اس کی پناہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پناہ میں آئیں۔ جب تم اپنی مجلسوں میں گفتگو کرو یا ایک آدمی اپنے بھائی سے ننہانی میں بات چیت کرے تو صرف اسی چیز کا مذاکرہ ہونا چاہیے۔ جس کی میں نے تمہیں ترغیب دی ہے یعنی کتاب و سنت کا احیاء اور ان کے ماسوا کا ترک، کیونکہ حق کے بعد صرف باطل ہے بنیائی کے بعد اندھا پن ہے، لوگوں کو ہدایت کے بعد گمراہی سے اور بنیائی کے بعد اندھا پن سے ڈرنا چاہیے۔ کیونکہ صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اور جو ثمود تھے۔ سو ہم نے ان کو راستہ دکھا دیا تھا۔ مگر انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی چنانچہ ان کی بد اعمالیوں کی بدولت ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے آدلوچا۔ بس جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز کرو اور اپنی ذات (اور اس کی دنیاوی شان و شوکت) کو میرے سامنے پیش نہ کرو کیونکہ الحمد للہ اس کے سوا میرے لئے مسرت کا کوئی سامان نہیں۔ بخدا! تم میں سے جو شخص کتاب و سنت کی خلاف ورزی کرتا ہو۔ اسے ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیے کہ جس شخص کو تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہ ہو۔ جو تمہارے دینی زلیخ کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو۔ اور جس کے لئے بے مقصد چیزوں میں تمہارا جھگڑنا ناقابل برداشت ہو۔ وہ ایسے شخص کی خونریزی میں نہایت جبری ہوگا جو کتاب اللہ سے انحراف کرے جو دین سے کنارہ کشی کرے اور جو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پس پشت ڈال دے۔ یہ میرے عزائم کا کچھ حصہ ہے۔ جو میں نے تمہارے سامنے واضح کر دیا۔ میں فوج اور فوج کے سربراہ اور وہ لوگوں سے کہتا ہوں کہ بخدا! تمہیں ناپسندیدہ روش ترک کرنی ہوگی اور بہترین مواعظ اور نصائح پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت اور اپنے وسیع فضل کے صدقے ہدایت والوں میں اضافہ فرمائے اور گنہگار کو عافیت دے کر توبہ کی توفیق بخشے اور جو شخص اس کی کتاب اور اسے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بارے میں بہت جلد ایسا فیصلہ فرمائے جو اسے ٹھکانے لگا دے۔ یقیناً وہ اس پر قادر ہے اور میں اسی کی طرف التجا کرتا ہوں اور یہ کہ عامۃ الناس کا انجام بخیر کرے اور بدکاروں کے گناہ میں ہمیں نہ پکڑے۔

اللہ کے لئے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی عمر، محترمہ ام عمر بنت مروان نے آپ سے کہا: ہمارے

اور آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے آپ نے ہمیں ان بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے جو دوسرے خلفائے ہمیں دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: پھوپھی جی! اگر اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا تو میں دوسروں سے زیادہ آپ کو دینے والا ہوتا۔

مال اور اس کی وصیت

مسلمہ بن عبد الملک، مرض وفات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے وقت میرے پاس موجود رہنا، تجھیز و تکفین کا انتظام خود کرنا۔ قبر تک میرے ساتھ جانا اور لحد میں خود اتارنا۔ پھر مسلمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ذرا غور کرو مسلمہ! تم مجھے کہاں چھوڑ گئے آؤ گے اور دنیا مجھے کن حالات کے حوالے کرے گی۔

مسلمہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! کوئی دمالی وصیت فرمائیے، فرمایا: میرے پاس مال ہی نہیں جس کی وصیت کروں عرض کیا: یہ میرے پاس ایک لاکھ دینار ہیں آپ جو چاہیں وصیت فرمائیں، فرمایا: مسلمہ! اس سے بہتر بات بتاؤں؟ یہ جہاں سے لئے ہیں وہیں لوٹا دو، مسلمہ نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، واللہ! آپ نے ہمارے سخت دلوں کو نرم کر دیا اور نیک لوگوں میں ہمارا نام کر دیا۔

مفسدوں کے ساتھ معاملہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ بن محمد (حاکم مین) کو لکھا: انا بعد: میں آپ کے پاس بنی عقیق کے چند لوگوں کو بھیج رہا ہوں، یہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے بدترین لوگ ہیں، ان کے نزدیک سب سے معزز وہ لوگ ہیں جو دین اور نفس کے اعتبار سے اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہوں، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر ایسا اختلاف ڈالے گا جو ان کی ناگواری کے باوجود۔ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔ نیز (مرنے کے بعد)

یہ لوگ (دنیا سے) اُس بدترین جگہ (جہنم) کوچ کر کے جائیں گے جہاں (انہی جیسے) مرنے والے کوچ کر گئے ہیں۔ بہر حال جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو جس قدر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہیں اسی قدر انہیں اپنے علاقہ کے سب سے بدترین خطے کے کنارے جگہ دیجئے (آباد کیجئے)

اہل علم کی قدر شناسی

میمون بن مہرانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مجھ سے میراث کا ایک مسئلہ دریافت کیا، میں نے اس کا جواب عرض کیا تو آپ نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: میمون میں نے دیکھا ہے کہ مردوں کی ملاقات سے عقل بار آور ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عام لوگوں کا متول

زید بن خطابؓ کی اولاد میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ صرف ڈھائی سال یعنی تیس مہینہ خلیفہ رہے، اتنی مختصر مدت میں یہ حالت ہو گئی کہ ایک شخص ہمارے پاس بھاری رقم لاتا اور کہتا کہ: آپ کی نظر میں جو ضرورت مند ہوں ان کو یہ مال دیدیجئے بڑی دھوپ اور پوچھ گچھ کے بعد بھی ہمیں کوئی آدمی ایسا نہ ملتا جسے یہ مال دیدیا جائے بالآخر اسے وہ مال واپس لے جانا پڑتا، اللہ تعالیٰ نے عمر بن عبد العزیزؓ کے ہاتھوں لوگوں کو اتنا غنی کر دیا تھا۔

اپنے فرزند کی درخواست کا جواب

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے ایک صاحبزادے کی آپ کی خدمت میں درخواست پہنچی کہ میرا نکاح کر دیجئے اور مہر بیت المال سے ادا کر دیجئے، یہ صاحبزادے پہلے سے شادی شدہ تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اس پر بے حد ناراض ہوئے اور اسے لکھا: تم نے اپنے خط میں مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تمہارے لئے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم خرچ کر کے

سو کنیں جمع کر دوں؟ (یعنی دوسری شادی کر دوں)، حالانکہ مہاجرین کی اولاد میں بعض ایسے افراد بھی ہیں جنہیں اپنی عفت کی حفاظت کے لئے ایک بیوی بھی میسر نہیں۔ خبردار! آئندہ ایسی بات مجھ نہ لکھنا۔ بعد ازاں آپ نے ان صاحبزادے کو ایک اور خط لکھا تمہارے پاس جو ہمارا تانا یا اور گھریلو سامان ہے اگر چاہو تو اسے فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لو۔

شادی بیاہ میں سارنگی کی ممانعت دفت کی اجازت

بزرگوار ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں لکھا کہ شادی بیاہ میں جو دفت اور سازنگی وغیرہ بجا جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے تحریر فرمایا جو لوگ سازنگیاں بجاتے ہیں انہیں تو منع کر دو، البتہ جو لوگ دفت بجاتے ہیں انہیں بجانے دو کیونکہ اس سے نکاح و سفاح (حرام کاری) کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے (نکاح کی صحت کے لئے اعلان ضروری ہے وہ دفت کی آواز سے خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شرعاً جائز ہے)

لوگوں کے غصب کردہ اموال کی واپسی میں آسانی اور فراوانی

ابو الزنادؓ فرماتے ہیں: عمر بن عبدالعزیزؓ رد مظالم (ظلماً غصب کئے ہوئے اموال و حقوق کے لئے قطعی شہادت طلب نہیں کیا کرتے تھے بلکہ معمولی سی گواہی پر اکتفاء فرماتے تھے جب کسی بھی طرح معلوم ہو جاتا کہ فلاں شخص کا حق غصب ہوا ہے تو فوراً اسے دلا دیتے اور اسے باقاعدہ گواہی پیش کرنے کی زحمت نہ دیتے، کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ ان سے پہلے حکمرانوں نے ظلماً لوگوں کے اموال و حقوق غصب کر رکھے تھے یہاں تک کہ حیب رد مظالم کے سلسلہ میں عراق کے بیت المال کا سارا مال ختم ہو گیا تو شام سے (حکومت کی ضرورت کے لئے) مال بھیجا گیا۔

دل ہلا دینے والی نصیحت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اطلاع ملی کہ ان کے فلاں بھائی کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے بعد اطلاع ملی کہ پہلی خبر غلط تھی، (وہ زندہ ہیں) اس پر آپ نے انہیں خط لکھا۔

”اما بعد: ہمیں ایک خبر پہنچی تھی جس پر تمہارے تمام بھائی گھبرا گئے تھے بعد ازاں خبر ملی کہ پہلی اطلاع غلط ہے، اس خبر سے ہمیں خوشی ہوئی! اگرچہ یہ خوشی بہت جلد ہی ختم ہونے والی ہے اور کچھ ہی دن بعد وہ خبر بھی آئے گی جس سے پہلی خبر کی تصدیق ہو جائے گی (یعنی جلد یا بدیر موت تو آکر ہی رہے گی) اے بندہ خدا تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے موت کا مزہ چکھ لیا ہو، (مر گیا ہو) پھر (دنیا میں) واپسی کی درخواست کی ہو اور اسے (زندہ رہنے کی) اجازت مل گئی ہو، ظاہر ہے کہ ایسا شخص فوراً ہی تیاری میں لگ جائے گا اور جہان تک ممکن ہو گا۔ اپنے کم سے کم خوش کن مال سے بھی دار قرار کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس کے مال میں سے اس کی چیزیں صرف وہی ہیں جو اس نے آگے بھیج دیں۔ کیونکہ ایسے شخص کے پلے تو دنیا و آخرت کا خسارہ ہی خسارہ پڑتا ہے جس کے پاس مختور ابھرتے مال ہو۔ مگر اس کے باوجود اس کی اپنی کوئی چیز نہ ہو (یعنی آخرت کے لئے کچھ نہ بھیجا ہو) رات اور دن ہمیشہ سے زندگی کی مدت کو ختم کرنے (السانوں کی) بساط حیات کو لپیٹنے اور شیرازہ عمر کو بکھیرنے میں دوڑے چلے جا رہے ہیں اور یہ دونوں (رات اور دن) اسی طرح طرح دوڑتے رہیں گے۔ اسے بوسیدہ اور فنا کر کے پھوڑیں گے۔ ہائے افسوس! یہ دن اور رات اسی طرح حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور بہت سی امتوں کے مصاحب رہے مگر یہ سب لوگ تو اپنے رب سے جا ملے اور اپنے (اچھے یا برے) کئے کو پایا مگر رات اور دن تاحال اسی طرح ترقی تازہ ہیں جن کو انہوں نے فنا کیا ان میں سے کوئی بھی ان کو بوسیدہ نہ کر سکا اور جن پر سے یہ گزرے ان میں سے

کوئی بھی ان کو فنا نہیں کر سکا، یہ بدستور گزشتہ لوگوں کی طرح باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ وہی کرنے کے لئے پوری طرح چُست اور تیار ہیں جو پہلے لوگوں کے ساتھ کر چکے ہیں۔
 تم آج اپنے بہت سے ہم عصر اور ہم سر لوگوں میں شریف انسان ہو، مگر تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کا ایک ایک جوڑ بند کاٹ دیا گیا ہو اور اس میں صرف زندگی کی رمت رہ گئی ہو اور وہ صبح شام بلاوے کا منتظر ہو، اس لئے ہم (سب) اپنی بد اعمالیوں پر توبہ و استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں جس سے ہمارے نفسوں کو عبرت ہو۔ والسلام۔

خارجیوں سے شاندار مناظرہ

شہزادہ حورری (خارجیوں کے سردار) اور اس کی جماعت (خارج) نے جب ”الجزیرہ“ کے علاقہ میں بغاوت کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کے پاس محمد زبیر الخطلی کو ان کے نام ایک خط دے کر بھیجا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ان خارجیوں کے پاس گئے اور ان کو حضرت عمر کا پیغام اور مکتوب پہنچایا تو انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے دو آدمی (نمائند) بھیج دیئے، ایک کا تعلق بنی شیبان سے تھا اور دوسرے کا جیشہ سے، یہ موخر الذکر (جس کا نام عاصم تھا) قوت تقریر اور زور بیان کے لحاظ سے بڑا ہی دلیر اور جری تھا۔ ہم ان دونوں شخصوں کو لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں آئے آپ اس وقت ”خناصرہ“ میں ایک بالا خانے میں فروکش تھے اور اس وقت آپ کے پاس آپ کے صاحبزادے عبدالملک اور سکرٹری مزاحم بھی موجود تھے۔ ہم اوپر بالا خانے میں گئے اور ان دونوں شخصوں کی آمد کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: ان کی تلاشی لے لو، کہیں ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، پھر انہیں یہاں لے آؤ، چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا یہ دونوں مکان میں داخل ہوئے اور السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم مجھے یہ سبت دے کہ تم نے خروج کیوں کیا ہے (بغاوت کیوں کی ہے) اور تمہیں ہم پر کیا اعتراض ہے۔
 عاصم واللہ! ہمیں آپ کی سیرت پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آپ عدل و انصاف کو مملکت میں نافذ کرتے ہیں، البتہ ہمارے اور آپ کے درمیان صرف ایک امر باعث اختلاف ہے اگر آپ اسے تسلیم کر لیں تو ہم آپ کے اور آپ ہمارے اور اگر اسے تسلیم نہ کریں تو نہ ہمیں آپ سے کوئی واسطہ نہ آپ کو ہم سے۔
 حضرت عمرؓ وہ کیا ہے؟

عاصم: ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے خاندان کے طرز عمل کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے طریق کار کے خلاف چلتے ہیں اور ان کے طریقہ کو ”مظالم“ سے تعبیر کرتے ہیں تو اگر آپ اپنے خیال کے مطابق ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہی پر تھکتے تو ان سے برات (بے تعلقی) کا اعلان کیجئے اور ان پر لعنت بھیجیے، بس یہی ایک بات ہے جو ہمیں اور آپ کو جمع کر سکتی ہے، یا جدا کر سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ: بلاشبہ میں اتنا تو سمجھ گیا ہوں کہ تم لوگوں نے طلب دنیا کی خاطر تو بغاوت اختیار نہیں کی، تم آخرت ہی کے طالب ہو مگر تم اس کے راستے سے ہٹ کر گئے ہو، اچھا میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے علم کے مطابق سچ بٹانا۔

عاصم: فرمائیے۔

فرمایا: یہ بتاؤ کہ کیا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تمہارے بزرگوں میں سے نہیں ہیں؟ کیا تم ان سے محبت نہیں رکھتے اور ان کے حق میں نجات کی شہادت نہیں دیتے؟
 عاصم: کیوں نہیں، یقیناً دیتے ہیں۔
 فرمایا: تم جانتے ہو؟ کہ عرب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا۔ خونریزی کی، ان کے بیوی بچوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنایا؟

عاصم: بیشک ایسا ہی ہوا ہے۔

فرمایا: تم جانتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان تمام قیدیوں کو رہا کر کے ان کے قبیلوں میں بھیج دیا؟

عاصم: یہ بھی صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا: پھر کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے برأت کا اعلان کیا تھا؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا: کیا تم ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک سے بھی اپنی برأت کا اظہار کرتے

ہو؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا اہل نہروان تمہارے اسلاف نہیں؟ کیا تم ان سے محبت نہیں کرتے اور ان کے لئے نجات کی شہادت نہیں دیتے؟

عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور کرتے ہیں۔

فرمایا: تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ نے جب اہل نہروان پر فوج کشی کی تو انہوں نے اپنے ہاتھ (ظلم و جور سے) روک لئے، نہ کسی امن پسند شخص کو ڈرایا دھمکایا نہ کسی کا خون بہایا نہ کسی کا مال لوٹا۔

عرض کیا: جی ہاں یہی ہوا۔

فرمایا: پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہے؟ کہ اہل بصرہ نے جب اہل نہروان پر عید اللہ بن وہب الراسی کی قیادت میں فوج کشی کی تو انہوں نے لوگوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور

خوب فتن کیا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن خطابؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے بھی درپے ہوئے اور ان کو اور ان کی باندی کو قتل کر ڈالا، پھر عرب کے ایک قبیلہ پر جو بنو قطیبہ کہلاتے تھے۔ شرب خون مارا اور ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو قتل کر ڈالا، یہاں تک کہ معصوم بچوں کو پتھر کی کھولتی ہوئی ہانڈیوں میں زندہ ڈالا گیا؟

عرض کیا یہ بھی صحیح ہے بے شک ایسا ہی ہوا۔

فرمایا: تو کیا اہل کوفہ نے اہل بصرہ سے اور اہل بصرہ نے اہل کوفہ سے برأت اور بے تعلقی اختیار کی تھی؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا: تو کیا تم ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک سے بھی برأت کا اظہار کرتے ہو؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں دین ایک ہے یا دو ہیں۔

عرض کیا: ایک ہی ہے۔

فرمایا: تو کیا اس ایک دین میں جس چیز کی گنجائش میرے لئے نہیں؟ تمہارے

لئے اس کی گنجائش ہے؟

عرض کیا: نہیں؟

فرمایا: پھر آخرا س کی گنجائش کیسے نکل آئی کہ تم حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں سے

محبت رکھو اور وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھیں، باوجودیکہ ان کی روش

اور طرز عمل میں کلی اختلاف رہا ہے۔ اور اس کی گنجائش کہاں سے نکل آئی کہ اہل بصرہ اہل کوفہ

سے اور اہل کوفہ اہل بصرہ سے محبت رکھیں۔ جب کہ ان کے طرز عمل میں شدید اختلاف

رہا ہے اور خود تمہارے لئے یہ گنجائش کیسے پیدا ہو گئی کہ تم ان دونوں فریقوں اہل کوفہ

اور اہل بصرہ سے محبت رکھو، جب کہ ان کے طریق کار میں جان، مال اور عورتوں کی عصمت جیسے عظیم الشان امور کے بارے میں اختلاف (بلکہ تضاد) رہا ہے اور تمہارے خیال میں میرے لئے اپنے خاندان پر لعنت کرنے اور ان سے برأت کا اعلان کرنے کے سوا کوئی گنجائش اور چارہ کار ہی نہ ہو؟ اور اگر گنہ گاروں پر لعنت کرنا ایسا ہی قطعی فریضہ ہے کہ اس کے سوا نجات کی کوئی صورت ہی نہیں تو اے خارجیوں کی طرف سے پونے والے نمائندے تو ہی بتا کہ تو نے اہل فرعون اور اہل ہامان پر لعنت کب اور کتنے دن ہوئے بھیجی تھی؟

عرض کیا: مجھے یاد نہیں میں نے کب ان پر لعنت بھیجی (یا نہیں بھیجی)

فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمہارے لئے تو فرعون پر بھی لعنت نہ بھیجنے کی گنجائش ہو، مگر تمہارے خیال میں میرے لئے اس کے سوا کسی بات کی گنجائش نہ ہو کہ میں اپنے اسلاف پر لعنت بھیجوں اور ان سے برأت کا اعلان کروں؟ بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو تم نے ایک عظیم مقصد کا قصد ضرور کیا، لیکن تم اس کے راستے سے بھٹک گئے، آج تم لوگوں سے ان چیزوں کو قبول کرتے ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد فرما دیا کرتے تھے اور ان باتوں کو رد کرتے ہو۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمایا کرتے تھے تمہارے یہاں وہ لوگ مامون ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مامون نہیں تھے اور تم ان لوگوں کے لئے خطرہ پیدا کرتے ہو۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن دیا کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، ہم ایسے نہیں ہیں۔

فرمایا: کیوں نہیں؟ دیکھو! تم ابھی اس کا اقرار کئے لیتے ہو، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا، جب کہ وہ بت پرست تھے آپ نے ان کو دعوت دی کہ وہ بتوں کی پرستش ترک کر دیں اور کہیں توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، جو شخص یہ اقرار کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے

جان و مال کی حفاظت کی جاتی اور وہ آپ کے ہاں مامون ہوتا اور اس کے حقوق تمام مسلمانوں کے برابر ہوتے اور جو شخص اس سے انکار کرتا۔ آپ اس سے جہاد کرتے (نہ اس کی جان محفوظ ہوتی نہ مال)

عرض کیا: جی ہاں! یہی ہوتا تھا۔

فرمایا: کیا آج تمہاری حالت یہ نہیں کہ جو لوگ بت پرستی چھوڑ کر توحید و رسالت کا اقرار کر چکے ہیں (اور مسلمان ہیں) تم ان سے تو برات اور لاتعلقی کا اعلان کرتے ہو ان پر لعنت بھیجتے ہو، انہیں قتل کرتے ہو، ان کی جان و مال کو حلال سمجھتے ہو اور یہود و نصاریٰ وغیرہ دنیا کی غیر مسلم اور منکر اسلام قوموں سے تم ملتے ہو تو ان کی جان و مال کا احترام اور حفاظت کرتے ہو اور وہ تمہارے یہاں امن و سلامتی کے ساتھ رہتا ہے۔

یہ سن کر حبشی عاصم نے کہا میں نے آج تک آپ کے دلائل سے زیادہ واضح اور زنی دلائل کبھی نہیں سنے، لیجئے میں تو گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچی پر ہیں اور میں ان تمام لوگوں سے بری اور بے تعلق ہوتا ہوں جو آپ کے مخالف ہیں۔

آپ نے شیبانی سے فرمایا: اور تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: آپ نے بڑی اچھی باتیں کہی ہیں اور بہت عمدہ تقریر فرمائی ہے، مگر میں جب تک مسلمانوں (خارجیوں) سے مشورہ نہ کروں اور ان کے جوابات نہ سن لوں اس وقت تک ان کے معاملے میں کوئی رائے دنیا پسند نہیں کرتا: فرمایا پھر تم جانو اور تمہارا کام "بعد ازاں آپ نے حبشی کو بتا دیا ہو گیا تھا۔ اس کا وظیفہ دینے کا حکم فرمایا۔ وہ پندرہ دن آپ کے پاس رہا پھر اس کا انتقال ہو گیا اور شیبانی اپنی قوم میں واپس چلا گیا اور ان ہی کے ساتھ قتل ہوا۔

صبر و رصا

عمر بن عبد العزیز کا ارشاد ہے: رضا (بالقضا) بہت کم ہے اور صبر و مومن کی پناہ گاہ ہے۔

رعایا کی خوش حالی پر مسرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی عادت تھی کہ سوار ہو کر باہر نکل جاتے اور آتے جلتے قافلوں سے مل کر ان سے مختلف علاقوں کے حالات دریافت فرماتے، ایک بار اسی مقصد کے لئے آپ اپنے خادم مزاحم کی معیت میں سوار ہو کر نکلے، آج انہیں ایک مسافر ملا جو مدینہ شریف سے آرہا تھا اس سے دریافت فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کی کیا حالت ہے؟ مسافر بولا:۔ آپ فرمائیں تو اجمالاً مختصر سی بات کہ دوں اور فرمائیں تو ہر چیز الگ الگ تفصیل سے بیان کروں۔

فرمایا:۔ بس مختصر ہی کہو اس نے کہا: ”میں مدینہ کو اس حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں ظالم بے بس اور مغلوب ہیں، مظلوم کی داد رسی ہوتی ہے، مالدار کے پاس دولت کی کمی نہیں اور تنگدست بھی خوشحال ہے اور اس کی ضروریات خوب پوری ہو رہی ہیں“ یہ سنکر حضرت عمرؓ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: قسم بخدا! اگر تمام شہروں کی حالت یہی ہو تو یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں۔

داد و دہش کا معیار

ایک بار سلیمان بن عبدالملک، مدینہ طیبہ آئے اور وہاں بہت سارا مال تقسیم کیا پھر داد طلبی کے طور پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے ابو حفص! آپ نے دیکھا ہم نے کیسی داد و دہش کی؟ آپ نے فرمایا جی ہاں میں نے دیکھا کہ آپ نے مالداروں کے مال میں اضافہ کر دیا اور فقرا کو فقر کی حالت میں چھوڑ دیا۔

خلیفہ کی توہین پر قتل؟ ایک شخص نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو

برا بھلا کہا اور اس کی توہین کی، سلیمان نے عمر بن عبدالعزیزؓ سے اس کے بارے میں مشورہ کیا کہ اسے کیا سزا دی جائے؟ حاضرین نے کہا: فوراً فیصلہ لکھ دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے! مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ خاموش رہے، سلیمان نے کہا: عمر! آپ کچھ نہیں فرماتے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا: ”آپ مجھ ہی سے دریافت کرتے ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سب و شتم سے کسی مسلمان کی خون ریزی جائز ہو“ یہ جواب سنا تو سارے لوگ اٹھ گئے اور سلیمان بھی یہ کہتے ہوئے اٹھ گیا: اے عمر! اللہ تمہیں خوش رکھے، اگر کسی قریشی کا قیمہ بنا دیا جائے تو تم اسے پکانے لگو گے (یعنی کسی قریشی کی حرمت کی تمہیں ذرا بھی پرواہ نہیں)“

معاشی مساوات اور اس کا طریقہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ ایک بار خطبے کے لئے کھڑے ہوئے، ابھی اتنا ہی فرمایا تھا: ”اے لوگو! کہ روتے روتے آپ کی، پھکی بندھ گئی۔ کچھ سکون ہوا تو فرمایا: اے لوگو! پھر پھکی بندھ گئی۔ پھر سکون ہوا تو فرمایا:۔“

”اے لوگو! جس آدمی نے اس حالت میں صبح کی ہو کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس کے باپ تک کوئی شخص بھی زندہ نہ ہو، وہ یقیناً موت کے منہ میں ہے اے لوگو! تم دیکھتے نہیں کہ تم ہلاک ہونے والوں سے پھینے ہوئے سامان اور مرنے والوں کے گھروں میں رہتے ہو، کوپچ کرنے والوں کی زمینوں پر تابض ہو، کل وہ تمہارے پڑوسی تھے اور آج وہ قبروں میں بے نام و نشان پڑے ہیں کسی کی روح قیامت تک امن اور چین میں ہے اور کسی کی روح قیامت تک مبتلائے عذاب ہے۔“

دیکھو! تم ان کو اپنے کندھوں پر لاد کر لائے اور پھر انہیں زمین

کے پیٹ میں ڈال آئے۔ جب کہ وہ اس سے پہلے دنیا کی عیش و عشرت اور ناز و نعمت میں مگن تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون، ہاں ہاں! بخدا میری خواہش ہے کہ اصلاحات کا آغاز مجھ سے اور میرے خاندان سے ہو، تاکہ ہماری اور تمہاری معیشت برابر کی سطح پر آجائے۔ بخدا! اگر مجھے اس کے علاوہ کوئی بات کہنی ہوتی تو اس کے لئے خوب زبان چلتی اور میں اس کے اسباب و وسائل کا ماہر ہوتا۔

یہ کہہ کر آپ نے چادر چہرے پر ڈال لی اور خوب روتے اور باقی سارے لوگ بھی آپ کے ساتھ رونے لگے۔

نصیحت کی فضیلت اور اس کے آداب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو القزحی نے کوئی ناصحانہ خط لکھا تھا، اس کے جواب میں تحریر فرمایا، انا بعد:۔ آپ کا گرامی نامہ مجھے ملا، جس میں آپ نے نصیحتیں فرمائی تھیں اور اس چیز کا ذکر کیا تھا جو میرا حصہ ہے (یعنی نصیحت کو تو جہ سے سننا) اور جو آپ کے ذمہ حق ہے (یعنی نصیحت کرنا)، آپ نے اس نصیحت نامہ کے ذریعہ سب سے افضل اجر پالیا، بلاشبہ نصیحت صدقہ کی مثل ہے۔ بلکہ اجر و ثواب میں اس سے بڑھ کر ہے اس کا نفع زیادہ پائیدار ہے یہ اس سے بہتر ذخیرہ بھی ہے اور مردِ مومن کے ذمہ اس سے بڑا حق بھی۔ ایک مومن کا اپنے بھائی سے بطور نصیحت ایک بات کہہ دینا جس سے اس کی ہدایت طلبی میں اضافہ ہو، اس مال سے یقیناً بہتر ہے جس کا اپنے بھائی پر صدقہ کرے، خواہ وہ اس صدقے کا ضرورت مند بھی ہو اور تمہارے بھائی کو وعظ و نصیحت سے جو ہدایت ملے گی۔ وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جو تمہارے مال سے اسے حاصل ہوگی اور تمہارا بھائی تمہارے وعظ و نصیحت کے ذریعہ ہلاکت سے نجات پائے۔ یہ اس کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ تمہارے

صدقے کے ذریعہ اپنے فقر کا مداوا کرے۔ لہذا جس کو نصیحت کیجئے اپنے اوپر حق لازم سمجھتے ہوئے کیجئے، مگر جب آپ کسی دوسرے کو نصیحت کریں تو اس پر خود بھی عمل کیجئے، آپ کی مثال اس طبیبِ حاذق کی سی ہونی چاہیے جو خوب جانتا ہے کہ اگر دوا کا بے موقعہ استعمال کرے گا تو مریض کو بھی پریشان کرے گا اور خود بھی پریشان ہوگا اور اگر مناسب موقع پر دوا لگائے گا تو تباہی کرے گا تو جہالت و گنہ گاری کا ترکیب ہوگا اور جب وہ کسی مجنون کا علاج کرے گا تو یونہی کھٹے بندوں کا علاج شروع نہیں کرے گا، بلکہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر اطمینان کرے گا۔ کیونکہ اسے خطرہ ہوگا کہ کہیں اس کا خیر کے ذریعہ اس سے بڑا اثر پیدا نہ ہو جائے گویا اس کا علم و تجربہ اس کے عمل کی کلید ہے، یاد رہے کہ دروازے پر تالا اس لئے نہیں لگایا جاتا کہ وہ ہمیشہ بند رہے، کبھی نہ کھلے، نہ اس لئے کہ ہمیشہ کھلا رہے، کبھی بند نہ ہو۔ نہیں! بلکہ اس لئے لگایا جاتا ہے کہ اسے اپنے وقت پر بند کیا جائے اور اپنے وقت پر کھولا بھی جائے۔ والسلام

علم اور علماء

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرماتے ہیں: اگر تم سے ہو سکے تو عالم بنو، یہ نہ ہو تو متعلم بنو، یہ نہ ہو تو علماء سے محبت ہی رکھو۔ یہ بھی نہ ہو تو کم از کم ان سے بغض تو نہ رکھو۔ فرمایا: جس نے اس نصیحت کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔

ہنسی مذاق کی نحوست

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے رفقا کو سوید میں جمع کیا پھر ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں وصیتیں فرمائیں: فرمایا: آپس میں ہنسی مذاق سے احتراز کیا کرو، کیونکہ یہ کینہ اور کھوٹ پیدا کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب کا مذاکرہ کیا کرو، اسی کے لئے مجلس آرائی ہو اور اس پر سفر ہو، اس سے تھک جاؤ تو مردانِ خدا کی باتوں میں سے کوئی بات بڑی اچھی چیز ہے۔

گورنر کے خلاف مقدمہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عروہ بن عیاض بن عدی کو مکہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عمرؓ مکہ سے تشریف لارہے تھے کچھ لوگ الوداع کہنے کے لئے آپ کے ساتھ آرہے تھے۔ جب مراً الظہران پہنچے۔ گورنر صاحب بھی ساتھ تھے۔ تو ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو نیکی دے۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے اور مشکل یہ ہے کہ میں اسے بیان بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے گورنر کو مخاطب کر کے فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے تو نے اس سے حلف لے رکھا ہے؟ پھر آپ نے ان صاحب سے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو بلا خوف و خطر ٹھیک بتاؤ۔ اس نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی دے اس نے گورنر کی طرف اشارہ تھا، مجھ سے میرے مال کا سودا کرنا چاہا۔ یہ چھ ہزار درہم دیتا تھا۔ میں اتنے پر فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوا، میرے ایک قرض خواہ نے اس کے پاس استغاثہ کیا، اس نے پکڑ کر مجھے جیل میں ڈال دیا اور جب تک میں نے اپنا مال تین ہزار میں اس کو نہیں دے دیا اس نے مجھے رہا نہیں کیا اور اس نے مجھ سے طلاق کی قسم لی ہے اگر کبھی اس کی شکایت کر دی۔

حضرت عمرؓ نے عروہ۔ گورنر صاحب کی طرف دیکھا، پھر اپنے ہاتھ کی چھڑی اس کی آنکھوں کے درمیان نشان سجدہ میں چھیونے ہوئے فرمایا: تیری اس خراب نے مجھے فریب دیا۔ پھر اس شخص سے فرمایا: جا! تیرا مال واپس کیا جاتا ہے اور تجھ پر قسم نہیں پڑی۔

ولید کو نصیحت اور حجاج کی سازش

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ، خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس گئے ان سے فرمایا: اے امیر المومنین! میرے پاس ایک نصیحت ہے، جب آپ کی عقل افکار سے خالی اور فہم مجتمع ہو تو مجھ سے دریافت کر لینا۔ اس نے کہا: اس وقت اس سے کیا مانع ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں، جو کچھ عرض کروں آپ اسے کامل کیسوی اور توجہ سے سنیں تو بہتر طور پر سمجھی جاسکے گی؟ ولید نے چند دن کے بعد دربان سے کہا کہ دروازے پر کون کون ہیں؟ اس نے چند آدمیوں کا نام لیا، ان میں عمر بن عبدالعزیزؓ بھی تھے ولید نے کہا: عمر بن عبدالعزیزؓ کو اندر بلا لو۔ آپ اندر تشریف لائے، ولید نے کہا: ہاں! ابو حفص! آپ کچھ نصیحت کرنا چاہتے تھے؟

آپ نے فرمایا: دیکھیے! اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے بعد خونریزی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں آپ کے حکام لوگوں کو بدریغ قتل کر دیتے ہیں اور محض سخن سازی کے لئے لکھ دیتے ہیں کہ اس مقتول کا جرم یہ تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ہی سے سولیت ہوگی اور آپ ہی کو گرفت ہوگی۔ اس لئے تمام حکام کو لکھ دیجئے کہ کوئی کسی کو سزائے موت نہ دے، بلکہ اس کا جرم آپ کو لکھ دیجئے اور اس پر شہادت بھی قائم کرے، پھر آپ بذات خود غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کریں ولید نے کہا: اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں برکت دیں اور آپ کی وفات کو ٹالے رکھیں۔ لاؤ فلم کاغذ چنانچہ ولید نے تمام گورنروں کو یہ حکم لکھ بھیجا سوائے حجاج کے کسی نے اس سے تنگی محسوس نہیں کی۔ اس کو یہ حکم بڑا شاق گذرا اور اس پر بڑا تلملایا، اس کا خیال تھا کہ یہ حکم میرے سوا کسی اور کو نہیں بھیجا گیا۔ اس نے تفتیش کرائی تو معلوم ہوا کہ اس کا یہ خیال صحیح نہیں، اس نے کہا یہ آنت ہم پر کہاں سے پڑی؟ امیر المومنین کو یہ مشورہ کس نے دیا؟ اسے بتایا گیا کہ یہ کارنامہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے انجام دیا ہے، یہ سن کر بولا: آہ! اگر مشورہ دینے والا عمر ہے تو اس کے حکم کو رد کرنا ممکن نہیں۔

پھر حجاج نے یحییٰ بن وائل کے ایک دیہاتی خارجی کو بلوایا جو بڑا اکھڑا اور بد مزاج تھا، حجاج نے اس سے پوچھا: معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے ان کی عیب جوئی کی پھر پوچھا: یزید کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے یزید کو گالیاں سننا دیں، پھر پوچھا: عبدالملک کیسا تھا؟ اس نے کہا: ظالم تھا۔ پھر پوچھا: ولید۔ موجودہ خلیفہ۔ کیسا

ہے۔ اس نے کہا: یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہے، کیونکہ اس نے تیرے جو دوست کو جانتے ہوئے بھی تجھ جیسے ظالم کو ہم پر مسلط کر دیا۔

حجاج اس پر خاموش ہو گیا، اسے ایک اچھا خاصا بہانہ مل گیا تھا۔ اس نے اس خارجی کو ولید کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا۔

”میں اپنے دین کے معاملے میں بے حد محتاط ہوں، جس رعایا پر آپ نے مجھے حاکم بنایا ہے ان کی سب سے زیادہ حفاظت کرتا ہوں اور میں اس بات سے نہایت احتراز کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو قتل کروں جو اس کا سزا وار نہ ہو۔ لیجئے میں آپ کے پاس ایک شخص کو بھیج رہا ہوں، میں اسی قسم کے لوگوں کو ان کے خیالاتِ فاسدہ کی بنا پر قتل کیا کرتا تھا۔ اب آپ جانیں اور یہ۔“

وہ خارجی ولید کے دربار میں پیش ہوا۔ اس وقت مجلس میں اہل شام کے سربراہان اور وہ لوگوں کے علاوہ خود عمر بن عبدالعزیز بھی موجود تھے، ولید نے خارجی سے کہا میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ظالم، جابر، جبار، ولید نے کہا اور عبدالملک؟ خارجی بولا: جبار، سرکش۔

ولید نے کہا: اور معاویہ؟ خارجی نے کہا: ظالم۔

ولید نے ابن ربیع کو (جو ولید کا شرطی تھا) حکم دیا: اڑا دو اس کی گردن! اگلے ہی لمحے خارجی کا سر تن سے جدا تھا۔ پھر ولید وہاں سے اٹھ کر گھر چلا گیا اور خادم سے کہا: ذرا عمر بن عبدالعزیز کو بلا لاؤ۔ وہ بلا لیا، ولید نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ”ابو حفص! کیا خیال ہے؟ ہم نے ٹھیک کیا یا غلط؟“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”آپ نے اسے قتل کر کے ٹھیک نہیں کیا، اس سے بہتر اور درست اقدام یہ تھا کہ آپ اسے جیل بھجواتے، پھر یا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و انابت اختیار کر لیتا یا موت اس کو آ لیتی۔“

ولید: اس نے مجھے اور میرے باپ، عبدالملک کو گالیاں دیں اور وہ خارجی تھا مگر پھر بھی آپ کے خیال میں میں نے اسے قتل کر کے ٹھیک نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ: جی نہیں! بخدا! میں اسے جائز نہیں سمجھتا، آپ اسے قید بھی تو کر سکتے تھے اور اگر معاف ہی کر دیتے پھر تو کیا ہی بات تھی۔

ولید یہ سن کر غصہ سے اٹھ کر چلا گیا۔ ابن ربیع نے حضرت عمرؓ سے کہا: ”ابو حفص! اللہ آپ پر رحم کرے، آپ نے تو امیر المؤمنین کو ایسے جواب دیے کہ مجھے خطر ہو گیا کہ مجھے آپ کی گردن اڑا دینے کا حکم فرمائیں گے۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر وہ حکم دے دیتے تو تم یہ کام کر ڈالتے؟ اس نے کہا: یقیناً۔ فرمایا: جا! دفع ہو جا۔

خوفِ آخرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں! میں نے گزشتہ رات ایک سورت پڑھی جس میں زیارت کا ذکر ہے یعنی:

اَللّٰهُمَّ السَّاعِثُ - حَتّٰی ذَرْتُمُ غَافِلٌ رَّكَّاهُ كُوْبَهَاتٍ كِي حَرَصْتُمْ يَہَا تَمَكَّ الْمَقَابِرُ - کہ تم نے (مرکز) قبروں کی زیارت کی۔

اب بتاؤ زیارت کنندہ اپنے میزبان کے پاس کب تک رہے گا؟ آخر اسے وہاں سے واپس لوٹنا ہے مگر کہاں؟ یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف (مطلب یہ کہ قبر ابدی قیام گاہ نہیں، ابدی قیام گاہ جنت یا دوزخ)

خلیفہ کی خوراک

ربیع بن عبدالعزیزؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس آئے، کچھ دیر تک باتیں ہوئیں اچھے گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن ربیع کو معزول کر کے اس کے لئے بد دعا فرمائی تھی۔

پھر آپ نے فرمایا: یہ رات میرے لئے بڑی لمبی ہوگئی اور اس میں نیند کم آئی، میرا خیال ہے اس کا سبب وہ کھانا تھا جو رات میں نے کھایا۔ زیان نے کہا: کھانا کیا تھا؟ فرمایا: مسور اور پیاز۔ زیان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو بڑی کشائش دے رکھی ہے۔ مگر آپ خود ہی اپنی جان پر تنگی ڈالتے ہیں۔ زیان نے آپ کو ملامت کے انداز میں فمائش کی۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اپنی حالت بتا دی اور اپنا بھید تجھ پر کھول دیا مگر میں نے تجھے خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ پایا، قسم کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

قیام عدل میں مدد کرتے والوں کو انعام

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اہل مواسم (جج میں آنے والوں) کے نام مندرجہ ذیل تحریری پیغام بھیجا :-

اما بعد: جو شخص کسی بے انصافی کو دفع کرتے کے لئے یا ایسے امر کے لئے جس سے اللہ تعالیٰ خاص و عام کے دین کی اصلاح کر دیں، ہمارے پاس آئے گا اسے اس کی حالت اور مسافت کے مطابق ایک سو دینار سے تین سو دینار تک انعام دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس کے لئے بعد مسافت اس کام سے اڑے نہ آئے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کسی حق کو زندہ کر دے یا کسی باطل کو مٹا دے یا اس کے ذریعہ کسی خیر کا دروازہ کھول دے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ بات لمبی ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے تمہیں ارکان جج میں رکاوٹ پیدا ہوگی تو میں ان باتوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا اور باطل کی ان چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے، مفصل ذکر کرتا۔ یہ کام تمہارے لئے صرف اللہ تعالیٰ نے کیا، اس کے سوا کسی اور کو اس کام کے کرنے والا نہیں پاؤ گے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیتا تو میں بھی دوسروں جیسا ہوتا۔ والسلام

ایک انصاری کا واقعہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خدمت میں "انصار" کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: امیر المؤمنین میرے بارے میں میرے والد کا کارنامہ یاد رکھیے فرمایا: تیرے باپ کا کارنامہ کیا ہے؟ عرض کیا: امیر المؤمنین! ایک مشترک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی، میرے والد نے جو نابینا انصاری تھے کہا: کوئی ایسا شخص نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس عورت سے غلط لے اچھا مجھے اس کے راستہ پر بٹھا دو اور جب وہ گزرے تو مجھے خبر کر دو، ان کو راستہ پر بٹھا دیا گیا، جب ان کو اس عورت کے گزرنے کی خبر ہوئی تو لپک کر حملہ کیا اور اسے ٹھکانے لگا دیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

تلك المکادم لا قعیان من لبن شیبایماء فعاد ابعدا ابوالا
یہ ہیں فضائل! نہ کہ دودھ کے درپالے جن میں پانی ملا دیا جائے بعد ازاں وہ شیباب بن جائیں۔

عمر بن عبد العزیزؓ کی خلافت - حجاج کے منہ سے

مصنف فرماتے ہیں: مجھے خبر ملی ہے کہ امام مالکؒ بن انس نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار حجاج پر غنودگی طاری تھی، اس وقت عئیسہ بن سعید بن عاص بھی موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ حجاج نے غنودگی کی حالت میں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ذکر کیا تو میں نے حجاج کو خوش کرنے کے لئے آپ پر نکتہ چینی کی۔ حجاج نے غنودگی ہی میں کہا خاموش! ہم کہتے ہیں کہ وہ اس اہر خلافت کے سربراہ بنیں گے اور اس میں عدل کریں گے میں اسے ادنگھٹا چھوڑ کر اٹھ آیا اور دوسرے لوگ بھی اٹھ گئے، اتنے میں حجاج کی آنکھ کھلی تو ہم سب غائب تھے اس نے خادم سے کہا: عئیسہ کو فوراً بلاؤ۔ میں آیا تو کہا: میں نے تجھ سے (غنودگی میں) کیا کہا تھا؟ میں نے کہا کوئی خاص بات نہیں اس نے کہا: کوئی بات کیوں نہیں تھی؟ اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں جان ہے اگر میں نے وہ بات کسی کے منہ سے سنی تو تیری گردن اڑا
دول گا۔

رجا بن حیوۃ کا عجیب خواب

سعید بن صفوان کہتے ہیں کہ عبدالملک بن ارطاة، رجا بن حیوۃ کنذی اور عمر بن عبدالعزیز
کی آپس میں گہری دوستی تھی اور تینوں عبادت و طاعت میں ہم صحبت تھے، رجا بن حیوۃ اردن
کے تھے، اپنے دور کے سب سے بڑے عابد، پسندیدہ اخلاق، دانا، حلیم اور باوقار تھے،
خلفاء ان کی قدر کرتے تھے اور انہیں اپنا وزیر و مشیر اور اپنے حکام اور اولاد کا نگران مقرر
کرتے تھے، سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ ان کے مراسم، سب سے زیادہ گہرے تھے، اُسے
ان پر بڑا اعتماد تھا اور اپنے راز ان سے کہہ دیتا تھا۔ ادھر بنی مروان میں عمر بن عبدالعزیز کو
سلیمان کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل تھا، اور اُسے آپ سے خصوصی تعلق خاطر تھا۔ جب سلیمان
نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا گورنر بنایا تو حضرت عمرؓ کے حالات معلوم کرنے کے لئے
رجا بن حیوۃ کو ان کے پاس بھیجا، تاکہ وہ حضرت عمرؓ کے طور و طریق اور سیرت و
روش کی ٹھیک ٹھیک خبر لائے۔ دراصل سلیمان کے دل میں حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ
بنانے کا خیال تھا، وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ کہاں تک اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔
رجا بن حیوۃ، عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے، آپ نے ان کی تعظیم و تکریم اور لطف و نوازش
میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ چند دن آپ کے یہاں ان کا قیام رہا، معمول یہ تھا کہ ہر
صبح نماز فجر کے بعد وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس چلے جاتے، دونوں کی نجی مجلس ہوتی
جب تک رجا بن حیوۃ باہر نہ آجاتے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی، ایک دن جب
یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو حضرت عمرؓ تو ان سے مخاطب تھے، مگر ان کا ذہن غیر
حاضر تھا۔ انہوں نے رات ایک خواب دیکھا تھا، اس کی سوچ میں لگے ہوئے تھے حضرت

عمرؓ نے ان سے فرمایا: کیا قصہ ہے؟ آپ کا ذہن کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہے؟
انہوں نے فرمایا:۔ دراصل میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے، بس اسی کو سوچ
سوچ کر تعجب کر رہا ہوں، حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، بیان تو کیجئے کیا
خواب دیکھا آپ نے؟ انہوں نے کہا: جی! ضرور بیان کروں گا اور اس میں کچھ حصہ آپ کا
بھی ہے۔

”خواب یہ ہے کہ میں نے آج رات دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں، میں ابھی
ان کھلے دروازوں کو دیکھ ہی رہا ہوں کہ اچانک دو فرشتے اترے، ان کے ساتھ ایک تخت
ہے۔ میں نے ایسا خوب صورت تخت کبھی نہیں دیکھا، تخت انہوں نے مدینہ میں لا کر رکھا پھر
اوپر چلے گئے اور میں انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، وہ دونوں آسمان کے دروازوں میں داخل
ہو گئے کچھ دیر بعد پھر اُسے اس باران کے پاس ایسے سفید کپڑے ہیں کہ میں نے ایسے بہترین کپڑے
کبھی نہیں دیکھے، ان کی مہک میرے مشام جاں کو معطر کر رہی تھی، میں ان دونوں کے قریب گیا اور
ان سے دریافت کیا کہ یہ کپڑے کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سندس و استبرق ہیں
جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ پھر وہ اوپر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھ ایک
شخص کو لائے جس کا حلیہ یہ تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی خوبصورت سرخ و سفید اور سر لگیں۔
زلفیں نہایت سیاہ، کانوں کی لوتک۔۔۔ دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ اچھا خاصا
جسم سڈول، گندھا ہوا۔ اور شخصیت۔۔۔ سراپا ہیبت و وقار کا مجسمہ دونوں فرشتوں
نے ان صاحب کو اس تخت پر جو سندس و استبرق کے فرش پر بچھا ہوا تھا لا کر
بٹھا دیا میں نے قریب جا کر دریافت کیا، یہ کون بزرگ ہیں؟ فرشتوں نے بتایا کہ
”آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“ یہ سن کر میں تو کانپ کانپ گیا، اور اسٹے
پاؤں ہٹتے ہٹتے اتنی دور جا کھڑا ہوا جہاں سے یہ سارا منظر نظر آ رہا تھا اور گفتگو
بھی سنائی دے رہی تھی۔“

دریں اثنا ایک اور شخص کو لایا گیا، جسم میانہ، بدن پر گوشت۔ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے، اسے لاکر آپ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، اسلام میں اس کے کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا تو میرا رفیق غار ہے تو ابوبکر صدیقؓ ہے مگر یہاں معاملہ میرے بس کا نہیں، کسی اور کے سپرد ہے۔ میں تیرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ صاحب بدستور کھڑے رہے، کچھ دیر بعد حکم ہوا، ان کو چھوڑ دیا گیا اور تخت کے ایک طرف زمین پر بٹھا دیا گیا۔

پھر ایک اور شخص کو لایا گیا۔ جسم نہایت خوب صورت اور ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے لاکر آپ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اس کے اسلامی کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا تو فاروقؓ ہے، جس کے ذریعہ اللہ عزوجل نے دین کو عزت بخشی اور تو وہی ہے جس نے یہودی کو ٹھکانے لگایا، مگر یہاں کا معاملہ میرے بس کا نہیں، کسی اور کے سپرد ہے اور میں تیرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ صاحب کچھ دیر کھڑے رہے، پھر ان کی رہائی کا حکم ہوا اور انہیں حضرت ابوبکرؓ کے پاس بٹھا دیا گیا۔

پس اسی طرح ایک ایک خلیفہ کو لایا جاتا رہا یہاں تک کہ آپ کا نمبر آیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جب اتنا سنا تو کانپتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ہاں! ابوالمقدم! ذرا جلدی بتانا کہ پھر میرے ساتھ کیا گزری؟

انہوں نے کہا: آپ کو لایا گیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے بڑی دیر تک آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا رکھا گیا، بالآخر رہائی کا حکم ہوا اور آپ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اس خواب سے بڑی حیرت ہوئی اور رجا بن حیوۃ سے فرمایا: اگر تمہارے درع و تقویٰ ریاضت و مجاہدہ، صدق و وفا اور دوستی و رفاقت پر

مجھے اعتماد نہ ہوتا تو آپ کو بتاتا کہ آپ کا خواب صحیح نہیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں کبھی اس امر خلافت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ مگر آپ کا خواب اور آپ کی گفتگو سُنکر مجھے خیال ہوتا ہے کہ خواہی خواہی مجھے اس اُمت کی خلافت میں مبتلا ہونا ہی پڑے گا۔ بخدا! اگر میں اس میں مبتلا ہوا تو یہ دنیا کا شرف تو ہے ہی مگر میں اس کے ذریعہ آخرت کا شرف حاصل کروں گا۔

خلیفہ کی معذرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اپنی گورنری کے زمانہ میں ایک دن مدینہ میں جا رہے تھے، چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی، محمد بن کعب القرظی نے ان کو پکار کر کہا: اے عمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو چادر ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں جلیے گی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا: کعب کے بچے! خدا سے ڈر! تیری مثال چراغ کی بتی جیسی نہ ہو کہ لوگوں کو روشنی کرتی ہے اور خود جلتی ہے (مطلب یہ تھا کہ جاتو اپنا کام کر خود را فضیحت، دیگران را نصیحت)۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو محمد بن کعب کا پوچھا بتایا گیا کہ وہ توجہ دہ پر ہیں۔ آپ نے درد ب کے گورنر کو لکھا کہ اگر وہ محاذ سے واپس آگئے ہوں تو انہیں زادِ سفر دے کر فوراً بھیج دو، البتہ اگر وہ آنا پسند نہ کریں تو انہیں مجبور نہ کیا جائے جب محمد بن کعب محاذ سے گورنر کے پاس پہنچے تو اس نے حضرت عمرؓ کے پاس جانے کی درخواست کی اور وہ خط پیش کیا، انہوں نے فرمایا: سامان کی تو مجھے حاجت نہیں، میرے پاس سب کچھ ہے باقی رہا جانے کا مسئلہ، تو اگر ان کا خط نہ آتا تب بھی میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

محمد بن کعب جب حضرت عمرؓ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ہیبت، مدینہ کی گورنری کی ہیبت سے بڑی مختلف ہے، حضرت عمرؓ نے پہلی بات یہ کہی: محمد! مدینہ میں جب

تم نے مجھے نصیحت کی تھی میں نے اس کا الٹ جواب دیا تھا، خدا را اس گناہ پر میرے لئے استغفار کیجئے، یہ کہا اور روتے روتے داڑھی تر ہو گئی، محمد بن کعب نے عرض کیا: امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے اور آپ کی لغزش معاف فرمائے۔

یہ حضرت عمرؓ کی طرف بار بار حوزہ کے ساتھ دیکھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے ہو، کیا بات ہے؟ عرض کیا یہ دیکھ کر سوچنا اور تعجب کرتا ہوں کہ وہ چمکیلا رنگ، وہ بہترین زلفیں اور وہ نرم و گداز جسم کہاں گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر قریب میں جانے کے تین دن بعد مجھے دیکھو، جب کہ میری آنکھوں کی پتلیاں رخساروں پر گر جائیں گی اور منہ اور ناک سے پیپ بہ رہی ہوگی اور کیڑے ریگتے ہوں گے تو اس وقت کیا حالت ہوگی؟ یقیناً تم اس دن میری حالت میں آج سے زیادہ تغیر پاؤ گے۔

اب تم سے دل چسپی نہیں رہی

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے آزاد کردہ غلام سہل بن صدقہ کہتے ہیں کہ جب خلافت حضرت عمرؓ کو ملی تو ان کے گھر سے بلند آواز سے رونے کی آواز سنی گئی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی باندیوں سے فرمایا کہ تجھ پر ایک ایسے کام کا بوجھ اڑا ہے جس نے تم سے میری دل چسپی ختم کر دی۔ اب تمہیں اختیار ہے، جسے آزادی کی خواہش ہو میں اسے آزاد کئے دیتا ہوں اور جو میرے یہاں رہنا چاہے یہ سوچ سمجھ کر رہے کہ اسے اب مجھ سے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے وہ آپ سے مایوس ہو کر رو رہی ہیں۔

آپ کی خلافت، سلیمان کے گناہوں کا کفارہ

ایک شخص نے سلیمان بن عبد الملک کو بتایا تھا کہ چند دن تک خلافت اسے (سلیمان کو) ملے گی اور پھر اسی طرح ہوا بھی، یہ شخص سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے پوچھا: میرے بعد خلیفہ کون

ہوگا؟ اس نے کہا مجھے خبر نہیں۔ سلیمان نے کہا: تجھ پر افسوس ہے میرا بیٹا ایوب ہی تو ہوگا۔ اس نے کہا: میں ایوب کا نام تو خلفائے میں نہیں پاتا، البتہ یہ پاتا ہوں کہ آپ اپنے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنائیں گے جو آپ کے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

قسطنطنیہ کے لوگوں پر شفقت

امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں۔ ابن زرارہ، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس آئے اور کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جو آپ کے عطیات کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ فرمایا: ہرگز نہیں! ہاں قسطنطنیہ کے لوگ ہوں تو ہوں۔

آپ سے پہلے غلوں کا نرخ

ابراہیم بن نشیط کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبد الملک کا جب انتقال ہوا اور عمر بن عبد العزیزؓ خلیفہ ہوئے اس وقت میرا سن شعور تھا اور میں ایک مدغلہ ستر دینار میں تلاش کرتا تھا۔

آپ کی خلافت پر بنی اُمیہ کا ردِ عمل

سلیمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے بیعت کر لی اور اس کی خبر عبد الرحمن بن حکم بن ابی العاص کو پہنچی تو اس نے ہشام بن عبد الملک کو ڈانٹ ڈپٹ کا خط لکھا اس میں چند اشعار تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے)

ہشام کو اور ان لوگوں کو جو وابق میں جمع تھے میرا پیغام پہنچا دو کہ اب تم زمانے کی مہاکت سے بچ نہیں سکتے۔

تم نے اپنے ہاتھوں اپنی موت کا سامان کیا، جیسے اس بکری نے زمین کو بیکر چھری نکال لی تھی۔

جس دن تم نے مخالف امام کی بیعت کر لی، جس کا تذکرہ مدینہ سے حجر تک ہے۔
اس کا جواب ہشام کی طرف سے بنی مردان میں سے کسی نے یہ دیا (اشعار کا ترجمہ)
ابو مردان کو میرا پیغام پہنچا دو۔ تو مجھے کس بات پر ملامت کرتا ہے؟ میری وفاداری اور

صبر پر؟

اگر ہدایت وہی ہے جس کی تو دعوت دیتا ہے تو تو نے اس کے لئے کیا سختی کی اور
کو نسا قابل ذکر کا نامہ انجام دیا؟
تو تو ہمیشہ دم چھل رہا ہے تو نہ کبھی صفت اول کا آدمی تھا، نہ صاحب صبر و عزیمت۔
ہم ہی نے تجھ سے اس کام کی کفایت کی، جیسا کہ گذشتہ دور میں ہمارا باپ تیرے باپ
سے تمام کاموں کی کفایت کرتا تھا۔

خلیفہ کی جانب سے نصیحت کی درخواست

سالم افطس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سب سے زیادہ خوش پوشاک تھے
عمدہ سے عمدہ عطر استعمال کیا کرتے تھے، جب خلافت آپ کے سپرد ہوئی تو گھٹنوں میں سر دے
کر رونے لگے، لوگوں نے کہا: خلافت کی خوشی میں روتے ہیں، پھر سر اٹھایا، آنکھیں صاف کیں
اور دعا کی: اے اللہ! مجھے وہ عقل عطا کر جو مجھے نفع دے۔ اور جس چیز کی طرف میں جانے
والا ہوں اسے میری نظر میں اہم بنا دے اس چیز کی بہ نسبت جو مجھ سے زائل ہونے
والی ہے پھر گھر گئے، وہ کپڑے اتار دیئے اور عطر کو پانی سے دھویا۔ حجام کو بلوا کر بال
ازوائے اور کاغذ قلم لے کر اپنے ہاتھ سے یہ خط لکھا:-

اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیزؓ کی طرف سے، حسن بصری اور مطرف بن عبداللہ
بن الشخیر کے نام۔ سلام علیکم: میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی
معبود نہیں اور اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے بندے اور رسول حضرت محمدؐ پر

رحمت نازل فرمائیں۔ اما بعد: میں تمہیں اللہ کے خوف (تقویٰ) کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ
اس کے کہنے والے بہت ہیں اور کرنے والے کم ہیں۔ جب میرا یہ خط ملے مجھے کچھ نصیحت
لکھ بھیجو، اور میری تعریف نہ کیجو۔ والسلام۔
اس کے جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا:-

حسن بن ابی الحسن بصریؒ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیزؓ کے نام السلام علیکم۔ میں آپ
کے سامنے اللہ پاک کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد: دنیا خوف
کا مقام ہے، یہاں آدم علیہ السلام کو بطور عقوبت بھیجا گیا تھا، جو شخص اس کی عزت
کرے یہ اسے ذلیل کر دیتی ہے اور جو اس کی اہانت کرے اس کی عزت کرتی ہے
اور جو اس کی خاطر مال جمع کرے اسے فقیر کر دیتی ہے ہر دن کوئی نہ کوئی اس کے ہاتھوں
قتل ہوتا رہتا ہے پس آپ اے امیر المومنین۔ اس کے لگائے ہوئے زخموں کا علاج
کرنے والے بن جائیئے اور دوا و علاج کی سختی پر صبر کیجیے کیونکہ آئندہ طویل ترین مصائب
کا خطرہ آپ کو لاحق ہے۔

اور مطرف بن عبداللہ نے جواب دیا:-

اللہ کے بندے، امیر المومنین عمر کے نام از طرف مطرف بن عبداللہ۔ امیر المومنین!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کے سامنے اللہ پاک کی حمد بجالاتا ہوں جس کے
سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد: صرف اللہ سے انس رکھیے، سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو رہیے
کیونکہ جن حضرات نے صرف اللہ سے انس رکھا اور اسی کے ہو رہے انہیں اپنی تنہائی
کے باوجود وہ انس حاصل ہوا جو لوگوں کو کثرت تعداد کے باوجود حاصل نہ ہو سکا انہوں نے
دنیا کی اسی چیز کو مار ڈالا جس کے بارے میں خوف تھا کہ ان کے دلوں کو مار ڈالے گی اور انہوں
نے خود ہی اس چیز کو چھوڑ دیا جس کے بارے میں اندیشہ تھا کہ وہ انہیں چھوڑ دے گی،

چنانچہ وہ اس چیز کے دشمن بن گئے جس سے لوگ دوستی کا پیمانہ بندھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان میں سے بنا دیں، کیونکہ یہ لوگ کم ہو گئے ہیں۔ والسلام

خلیفہ کا یومیہ وظیفہ :

حکم بن عمر حمصی کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے سب سے پہلے جس چیز سے آغاز کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کوئی مخصوص زمین نہیں رہتے دی اور اپنی طرف کسی کا کوئی مطالبہ نہیں رہنے دیا جسے پورا نہ کر دیا ہو، آپ نے تمام جائیداد، غلام، لونڈی، بچے، پائے، آلات، کساد زری، گھر کا سامان، سواری، لیا کس عطر وغیرہ سب کچھ بیچ ڈالا، اور تمام قیمت جو ۲۳ ہزار دینار تھی۔ دوسرے حضرات نے ۴۳ ہزار دینار بتائی ہے۔ اللہ کی راہ میں دینا اور ایک ہزار کی ایک لونڈی خرید لی جو آپ کا کھانا پکاتی اور کپڑے دھویا کرتی تھی ایک غلام خریدا جو آپ کی ضروریات میں ہاتھ بٹاتا تھا، آپ کو گوشت، روٹی اور ترکاری کے لئے یومیہ دو درہم ملتے تھے، خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ۔

عبداللہ بن عمر جزری کہتے ہیں: جب سلیمان کو دفن کیا جا چکا تو لوگ عمر بن عبدالعزیزؓ سے بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے ہجوم کی وجہ سے آپ کے صاحبزادے کی قمیص کا دامن پٹ گیا، آپ نے ان سے فرمایا: بیٹیا! قمیص کے گریبان کی مرمت کر لو، کیوں کہ جس قدر آج تم اس کے ضرورت مند ہو اتنے پہلے کبھی نہیں تھے۔

سائل سے ہمدردی

ابن عیاشؒ فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک روز اپنے شہیا نامی خچر پر سوار ہو کر گھر سے نکلے، ایک قمیص اور ایک بوسیدہ گیردی رنگ کی چادر زیب تن تھی، اتنے میں ایک اونٹ سوار آیا۔ اس نے سواری کو بٹھا کر دریافت کیا کہ عمر کہاں ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ ذرا

باہر گئے ہیں ابھی تشریف لاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ایک شخص کی معیت میں تشریف لائے تو سائل کو بتایا گیا کہ یہی امیر المؤمنین عمرؓ ہیں۔ سائل اٹھ کر آپ کی خدمت میں گیا اور اپنی زمین کے معاملہ میں عدی بن ارقطہ کی (جو آپ کے گورنر تھے) شکایت کی کہ وہ میری زمین نہیں دلواتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا اس کی سیاہ دستار نے ہمیں دھوکا دیا (کہ ہم نے اسے نیک سمجھ کر گورنر بنادیا) میں نے اسے لکھا تھا کہ جو شخص اپنے حق پر بکینہ (گواہی) پیش کر دے اس کی چیز فوراً اس کے سپرد کر دیا کرو، مگر اس نے میری وصیت فراموش کر دی اور تجھے خواہ مخواہ یہاں آنے کی زحمت دی۔ پھر آپ نے حکم لکھ دیا کہ اس کی زمین اسے دلوائی جائے پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا: میرے پاس آنے میں تیرا کیا خرچ آیا؟ اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ مجھ سے خرچ پوچھتے ہیں، حالانکہ آپ نے میری زمین مجھے دلوا دی جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ تو تیرا حق تھا ملا، تو یہ تاکہ تیرا خرچ کیا آیا؟

عرض کیا: جی معلوم نہیں۔ فرمایا کچھ اندازہ تو ہو گا۔ عرض کیا: یہی کوئی ساٹھ درہم ہوں گے آپ نے حکم فرمایا کہ بیت المال سے دیئے جائیں وہ جا رہا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اسے آواز دے کر بلایا اور جب وہ واپس آیا تو فرمایا لو یہ پانچ درہم میرے مال سے ہیں، گھر جانے تک ان کا گوشت لے کر کھاؤ گے انشاء اللہ

حضرت سلیمان بن داؤد دولانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرمایا کرتے تھے: کاش میں تمہارے معاملہ میں کتاب اللہ پر (پورا پورا) عمل کر سکتا اور تم لوگ بھی اس پر عمل کرتے اب تو یہ حالت ہے کہ جب تمہارے درمیان ایک سنت کو بھی نافذ کرتا ہوں تو میرا ایک عضو جھڑ جاتا ہے۔ بالآخر اسی میں میں میری جان نکل جائے گی۔

ولید کے بیٹے کے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بے انصافیوں کو رفع کرنا، بنی امیہ کے وظائف اور ان

کے نوکروں کی تنخواہیں بند کرنا اور ان کی زمینوں کو حسراج کی طرف واکدار کرنا شروع کیا اور ان کی جاگیریں ختم کر کے انہیں تلگدست کر دیا تو وہ اس پر بڑے سٹ پٹائے اور وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے بیت المال کو تو خوب بھر دیا مگر ان اصلاحات سے اپنے خاندان کو تلاش بنا دیا۔ یہ خلافت آپ سے پہلے اور لوگوں کے پاس بھی رہی ہے، پہلے خلفاء کے فیصلوں کو اپنی جگہ رہنے دیجئے اور آئندہ معاملات میں آپ جو چاہیں کریں۔ فرمایا: یہ تمہاری رائے ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: لیکن میری رائے یہ نہیں، واللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ناجائز فیصلہ ایسا نہ رہے جسے ختم نہ کر دوں، اس سلسلہ میں یہاں تک جانے کو تیار ہوں کہ میں جب بھی کسی ظلم کی اصلاح کروں اس کے عوض میرا ایک عضو گر جائے جس کی ٹیس مجھے بے آرام کئے رکھے اور وہ پھر صحیح سالم اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے یہاں تک کہ جب کوئی مظلمہ باقی نہ رہے تو میری روح پرواز کر جائے۔

بنی امیہ نے یہ سنا تو وہاں سے اٹھ کر ولید کے ایک بیٹے کے پاس گئے۔ جو ان کے خاندان میں سب سے بڑا تھا اور اس سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عمرؓ کو زبرد تو بیچ کا خط لکھے، ممکن ہے یہ خط انہیں ان کے غلط رویے سے باز رکھ سکے، چنانچہ اس نے آپ کو لکھا۔

”اما بعد: تو نے اپنے پیشرو خلفاء کی توہین کی ہے، تو نے ان کی سیرت و روش چھوڑ کر نئی راہ اختیار کی ہے، تو ان کی تنقیص اور ان کے اعمال پر نکتہ چینی کی غرض سے ان کے فیصلوں کو ”مظالم“ کا نام دیتا ہے اور ان کے بعد ان کی اولاد کو سب و شتم کا نشانہ بناتا ہے۔ حالانکہ تجھے اس کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ جس نے صدر رحمی کا حکم فرمایا ہے تو نے اسے قطع کر دیا ہے اور اپنے اہل قرابت سے بے انصافی کی ہے، تو نے محض ظلم و عدوان اور جو رستم کی بنا پر قریش کے اموال، ان کی میراث اور ان کے حقوق کو اپنے بیت المال میں داخل کر لیا ہے۔“

پس اے عبدالعزیز کے بیٹے! اللہ سے ڈر اور اس کا دھیان رکھ اگر تو اپنے اہل قرابت کو قطع رحمی اور ظلم کا نشانہ بناتا رہا تو تو زیادہ دیر تک اپنے منبر پر نہیں رہے گا قسم اللہ کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت سے نوازا تو نے اپنی اس خلافت کے ذریعہ، جس کو تو ابتلا سمجھتا ہے اور وہ واقعی تیرے لئے ابتلا ہی ہے۔ اللہ سے دور ہونے میں اضافہ کر لیا ہے اس لئے اپنے ظالمانہ طرز عمل میں لچک پیدا کر لے اللہ! سلیمان بن عبدالملک سے تو ہی حساب لے کہ اس نے اُمّ بن محمد (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے کیا سازش کی جب اس نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا کر ان پر تسلط پر کر دیا۔

اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے لکھا :-

امیر المؤمنین عمرؓ کی طرف سے غلام بن الولید کے نام سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تیرے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد اے غلام! تیری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تیری ماں ”بنانہ“ سکونی کی لونڈی تھی، جمہوں کے گھروں میں جاتی اور وہاں سارا دن دکانوں کا چکر کاٹتی تھی، خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کی وہاں کیا حالت تھی، پھر اسے دینار بن دینار نے مسلمانوں کی ”فئے“ سے خرید کر تیرے باپ کو مدہ یہ کیا، پس وہ تیرے ساتھ حاملہ ہوئی۔

پس تو ماں کے پیٹ میں بھی کیا ہی بُرا تھا اور پیدائش کے بعد بھی۔ پھر تیری نشو و نما ہوئی تو توجہ بار اور بد بخت بنا، تو نے اپنے خط میں مجھے ظالم کہا ہے اور تیرا خیال ہے کہ تیری اور تیرے گھرانے کی عزت و حرمت مسلمانوں کے بیت المال سے وابستہ ہے، جس میں اہل قرابت ضعیف، مسکین اور مسافر کا حق ہے تو انہی میں سے کا ایک ہے، جو ان کو ملے گا اتنا ہی تجھے کو ملے گا اور جو کچھ ان کے ذمہ ہوگا وہی تیرے ذمہ ہوگا۔ مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الہی کا تارک کون ہوگا اگر میں تیرے جیسے نادان بچے کو عامل بنا دوں کہ تو مسلمانوں کے خون و مال میں اپنی من مانی کرتا پھرے جس کی نہ نیت صحیح ہو، نہ اولاد کی محبت کے سوا اس کے فیصلوں کی کوئی بنیاد ہو، حالانکہ یہ نہ

تو تیرے لئے جائز ہے، نہ اس کا تجھے حق ہے۔ پس ہلاکت ہے تیرے لئے اور تیرے باپ کے لئے۔ قیامت کے دن تم دونوں پر نالاش کرنے والوں اور گردن میں کپڑا ڈالنے والوں کی تعداد کیا کچھ کم ہوگی؟ اور جس کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو اس کی نجات کی کیا سبیل ہو سکتی ہے؟ مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الہی کا تارک کون ہوگا اگر میں مسلمانوں کی فتنے اور ان کے صدقات میں فلاں بربری عورت کا حصہ لگا دوں؟ تیری ماں تجھے گم پائے کیا اس عورت نے ہجرت کی ہے یا بیعت رضوان میں شریک ہوئی ہے کہ وہ مقاتلین (مجاہدین) کے حصہ کی مستحق ہو؟ اور مجھ سے بڑھ کر ظالم اور عہد الہی کا تارک وہ ہے جس نے قرۃ بن شریک ایسے اکھڑ، گنوار دیہاتی کو مصر کا عامل بنا ڈالا اور اسے ناؤ نوش، شراب اور ساز و سازنگی کی کھلی چھٹی دے رکھی اور مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الہی کا تارک وہ ہے جس نے یزید بن ابی مسلم کو سارے مغرب پر مسلط کیا کہ وہ مال حرام سمیٹتا اور خون ناحق بہاتا رہے۔ ذرا صبر کر، اگر میرے چل چلاؤ کی تیاری جلدی شروع نہ ہوگئی اور میری عمر نے وفا کی اور اللہ تعالیٰ نے حقوق ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیئے تو میں تیرے گھرانے کے واسطے پوری طرح فارغ ہو جاؤں گا اور تمہیں سیدھی اور روشن روش پر قائم کر کے چھوڑ دوں گا، مدتِ دراز تک تم لوگوں نے راستہ کی چھوٹی چھوٹی پگھڑیوں کو اختیار کئے رکھا اور حق کو پس پشت ڈالا۔ علاوہ بریں ایک اور چیز جس کے بارے میں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بہتر رائے ہوگی، یہ ہے کہ میں تیری گردن کے بیچنے کا قطعی حکم دوں گا کیونکہ کتاب اللہ کے مطابق ہر مسلمان کا تجھ میں حصہ ہے۔

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ہاں ظالموں کو اللہ کا سلام نہیں پہنچتا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب نے عبداللہ بن یوسف سے انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن المنشی البکلی اور محمد بن حجاج الخولانی سے سنا وہ ذکر کرتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید کے کسی لڑکے کے نام خط لکھا تھا اس کا مضمون وہی اوپر کے مکتوب کا ہے البتہ اس میں

”اللہ اعلم“ والا فقرہ نہیں اور اس خط میں یہ بھی لکھا ہے۔

”ہاں اگر تم چاہو تو میں بتاؤں کہ مجھ سے زیادہ ظالم اور عہد الہی کا تارک کون ہے؟ وہ تیرا باپ ہے جس نے بنی ابی عقیل کے غلام یزید بن ابی مسلم کو مغرب کے ۲/۵ حصہ پر مسلط کیا۔ جس کے لئے قتل کرنا، سولی دینا، اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنا معمولی بات تھی“ اور اس میں اس سے زیادہ اور اس سے بڑھ کر ناگوار باتیں تھیں۔“ اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو مجھے تجھ سے باز رکھتی ہے تو میں تیری طرف ایسے شخص کو بھیجتا جو تیری توہین و تذلیل کے لئے تیرے سر مونڈھ لانا۔ مگر ابھی تک پانی سر سے اونچا نہیں ہوا“ والسلام

خلیفہ کے خصما ۶

مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ سلیمان بن عبدالملکؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رحمہ اللہ سے کہا۔ دیکھئے موسمِ حج میں کس کثرت سے لوگ جمع ہیں؟ فرمایا: امیر المومنین یہ سب آپ کے خصما ہیں (قیامت کے دن دربارِ خداوندی میں آپ کے خلاف نالاش کریں گے)

ولید کی تہمت اور اس کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید بن ہشام المصطفیٰ کو تنسیرین کا امیر لشکر اور فرات بن مسلم کو وہاں کا امیر خراج مقرر کیا۔ ان دونوں کے درمیان ان بن ہوگئی، ولید بن ہشام نے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا دیا کہ تنسیرین کے چار معمر افراد کو تیار کیا کہ وہ فرات کے خلاف شہادت دیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، صحت و اقامت کی حالت میں بھی رمضان کے روزے نہیں رکھتا، غسل جنابت تک نہیں کرتا اور ماہواری کی حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے، یہ لوگ جن کی ڈاڑھیاں مہندی سے رنگین تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور یہ گواہی دی، حضرت عمرؒ نے فرمایا: یہ تو خیر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس نے نماز نہیں پڑھی، خدا جانے جان

بوجھ کر، یا سہو و نسیان کی وجہ سے۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا ہوگا کہ بظاہر اسے کوئی مرض نہیں تھا اس کے باوجود اس نے رمضان میں روزہ نہیں رکھا، لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ جنابت کا غسل نہیں کرتا اور خاص حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے؟ واللہ! یہ گالی کسی کو نہیں دی جاسکتی، یا لخصوص فرات ایسے پاک و امن اور امانت دار شخص کو؟ اے غلام! ان بدکردار بڑھوں کو پولیس افسر کے حوالے کر اور اس سے کہو کہ ہر ایک کی چوٹی پر بیس کوڑے لگائے اور بقاضائے عمر ذرا نرم ضربیں لگائیں اور ان کو وہی ذلت و رسوائی کافی ہے جس کی طرف یہ لوٹ کر جانے والے ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف نہ کر دے۔ بعد ازاں ان سے ضمانتیں لیں کہ فرات ہی خود اگر ان سے اپنا حق وصول کریں یا انہیں معاف کر دیں اور معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ عز و جل کے ہاں قرب کا ذریعہ ہے پھر آپ نے ولید اور فرات کے درمیان صلح صفائی کرادی۔

آئندہ سال ولید، فسرین کے چند سربراہ آوردہ نبطیوں کی معیت میں آیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرات کو لکھا کہ وہ بھی آئیں، وہ آئے، یہ حضرت عمر کے تخت کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے کہ اتنے میں نبطی داخل ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: تمہارے امیر (فرات) کے میرے یہاں آنے کے لئے تم لوگوں نے ——— زاد سفر کے طور پر کیا کچھ مہیا کیا تھا؟ وہ بولے: امیر المؤمنین! کیا واقعی وہ آئے ہیں؟ فرمایا: تمہیں اس کا علم نہیں؟ عرض کیا: نہیں، واللہ، امیر المؤمنین! ہمیں کچھ خبر نہیں۔

اب حضرت عمرؓ نے ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ولید! ایک شخص فسرین کی سرزمین کا بادشاہ ہے۔ وہ اپنے زیر سلطنت علاقے سے اور اپنی زیر حکومت زمین سے چل کر مجھ تک پہنچتا ہے مگر کسی کو کانوں کان اس کی خبر تک نہیں ہوتی وہ نہ کسی کو ہٹو بچو کہتا ہے، نہ کسی کو ڈراتا دھمکتا ہے، کیا مناسب نہیں ہوگا کہ اسے تواضع کا خوگر اور عقیف باور کیا جائے؟

ولید نے کہا: امیر المؤمنین! وہ واقعتاً عقیف ہیں اور میری جانب سے ان پر ظلم و تعدی ہوئی، میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اعتراف خطا بڑی اچھی بات ہے، اور اصرار پر اس کی فضیلت بالکل واضح ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو اپنے عہدوں پر واپس کر دیا۔

ولید کی نمائش کا انجام

ولید نے محض نمائش طور پر حضرت عمرؓ کے یہاں اپنی قیمت بڑھانے کے لئے آپ کو یہ خط لکھا: میں نے اپنے ماہانہ مصارف کا تخمینہ لگایا وہ اتنے درہم ہوتے ہیں اور میری تنخواہ میری ضروریات سے اتنی زیادہ ہے، اگر امیر المؤمنین کی رائے ہو تو زائد کی تخفیف فرما دی جائے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ولید ایسی چیز کا نمائش اظہار کیا چاہتا ہے جو میرے خیال میں اس میں نہیں پائی جاتی، اگر محض بر بنائے گمان کسی کو معزول کرنا تو اسے کرتا، پھر آپ نے اتنی تنخواہ کی تخفیف کر دی جس کی اس نے درخواست کی تھی اور اپنے ولی عہد یزید بن عبدالملک کے نام یہ تحریر لکھوائی:-

ولید بن ہشام نے مجھے اس مضمون کی درخواست بھیجی ہے، میرا بیشتر گمان یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی چیز کا غلط اظہار کیا ہے، جس پر وہ قائم نہیں، اگر میں اپنے گمان پر عمل کرتا تو میری جانب سے کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دیا جاتا۔ مگر میں ظاہر پر معاملہ کرتا ہوں اور غیب کا علم اللہ کے پاس ہے، میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے اور خلافت تیرے ہاتھ آئے اور ولید تجھ سے یہ درخواست کرے کہ اس کی یہ تنخواہ بحال کر دی جائے اور وہ یہ ذکر کرے کہ میں نے خواہ مخواہ اس کی تنخواہ کم کر دی تھی تو تیرے یہاں اپنی ملوثی میں وہ ہرگز کامیاب نہ ہو کیونکہ اس نے اس کے ذریعہ اللہ سے دغا بازی کی ہے،

اللہ تعالیٰ اسے اس دعا بازی کی سزا دے گا۔

چنانچہ یہی ہوا: حضرت عمرؓ کا وصال ہوا اور خلافت یزید کے سپرد ہوئی تو ولید نے اسے لکھا کہ عمرؓ نے مجھے پر ظلم کیا اور میری سخاوت کم کر دی (لہذا میری سخاوت بحال کی جائے) یزید یہ پڑھ کر غضب ناک ہوا اس کو معزول کر دیا اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے اب تک یعنی سخاوت وصول کر چکا تھا اس کا تاوان بھی اس پر ڈالا اور مرتے دم تک پھر اسے کوئی عہدہ نہیں ملا۔

حضرت عمرؓ اور آپؐ کے تین خلیفہ

عبدالرحمان بن سلیمان بن عبدالملک کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کے خادم مزاحم بھی موجود تھے، آپؐ ایک کھردرے سے گدے پر تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا:۔

عبدالرحمن! قریب آ جاؤ، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ گدے پر بٹھالیا، پھر فرمایا عبدالرحمن ان تینوں نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: وہ تینوں کون؟ فرمایا: تیرا دادا (عبدالملک) تیرا باپ (سلیمان) اور تیرا چچا (ولید) میں نے عرض کیا: آپؐ کی طرح انہوں نے بھی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، پھر بلاوا آیا تو چل دیئے۔ فرمایا میں ان کا قصہ بتاؤں؟ عرض کیا ضرور۔ فرمایا: دوسروں کی طرح میں بھی تیرے دادے کی صحبت میں رہا ہوں، اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا اس کے دفن میں بھی اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ میں نے کسی کو اس سے زیادہ دنیا کا عالم نہیں دیکھا، پھر یہ تمام چیزیں تیرے چچا کے سپرد ہوئیں، میں اس کے پاس بھی رہا اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا، دوسروں کے ساتھ اس کے دفن میں حصہ لیا، میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر دنیا پر غالب نہیں دیکھا، پھر یہ ساری چیزیں تیرے باپ کے سپرد ہوئیں، زندگی بھر میرا اس کا ساتھ رہا، اس کی تیمارداری اور کفن و دفن میں بھی شریک ہوا، میں نے اس سے زیادہ دنیا کو کھاتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اب یہ دنیا میری طرف متوجہ

ہوئی ہے اور مجھے میرے دین کا سودا کیا چاہتی ہے؟ یہ فرماتے ہوئے آپؐ پر گریہ طاری ہو گیا اور بے اختیار رو پڑے، یہ دیکھ کر آپؐ کے خادم مزاحم نے کہا: عبدالرحمن! تم اٹھ جاؤ میں اٹھ کر ابھی مکان کے دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ آپؐ کے رونے کی آواز اس طرح بلند ہونے لگی جیسے بیل کی آواز ہو۔

سیڑھیوں کی مرمت

ابن عیاشؒ کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کے مکان کے صحن سے اندر جانے کے لئے دو سیڑھیاں تھیں (یعنی مکان کا کمرہ صحن سے نشیب میں تھا، دو قد چوں کے ذریعہ اس میں اترتے تھے) ان میں سے ایک اکھڑ گئی۔ آپؐ کے اعزہ میں سے کسی صاحب نے اس کی مرمت کرا دی، تاکہ آپؐ کو اترنے میں دقت نہ ہو، حضرت عمرؓ تشریف لائے اور اس پر نظر پڑی تو فرمایا یہ کس نے کیا، عرض کیا گیا: فلاں صاحب نے فرمایا: اسے بلاؤ، وہ صاحب آئے تو ان سے فرمایا: افسوس ہے تجھے اس پر حسد ہوا کہ عمر ابنٹ پرائنٹ رکھے بغیر دنیا سے چلا جائے؟ اگر یہ اصلاح کے بعد تخریب نہ ہوتی تو میں اسے پہلی حالت کی طرف بدل دیتا۔

بیت المال کا مال کس کا حق ہے؟

عنبسہ بن سعیدؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے کچھ مال کی درخواست کی تھی، اس پر انہیں فرمایا: عنبسہ! جو مال تیرے پاس پہلے سے موجود ہے اگر وہ حلال کا ہے تو تجھے وہی کافی ہے اور اگر حرام کا ہے تو اس پر مزید حرام کا اضافہ نہ کر۔ تم ہی بتاؤ کیا تم محتاج ہو؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: کیا تمہارے ذمے قرض ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بلا ضرورت اللہ کا مال اٹھا کر تمہیں دیدوں اور فقرا مسلمین کو یونہی چھوڑ دوں؟ اگر تم مقروض ہوتے تو میں تمہارا قرضہ ادا کر سکتا تھا۔ یا اگر محتاج ہوتے تو بقدر کفایت تمہیں

دہنے سکتا تھا، لہذا جو مال تمہارے پاس موجود ہے اسی پر پس کیجئے، اسے کھائیے اور اللہ سے ڈرتے رہیے اور سب سے پہلے تو یہ دیکھیے کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا اور اپنے نفس کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ اس ذات سے سابقہ پڑے جس کے ہاں نہ تمہارا کوئی معاہدہ ہے نہ کسی جہل و حجت کی گنجائش۔

اللہ کا مال، مسلمانوں کی ضروریات کے لئے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس کسی علاقہ کا قاصد آیا، رات کے وقت حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچا دنگ دی، دربان باہر نکلا تو اس سے کہا کہ امیر المؤمنین سے عرض کیجئے کہ فلاں گورنر کا قاصد دروازے پر حاضر ہے، دربان اندر گیا اور حضرت عمرؓ کو اطلاع کی، آپ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے، اور فرمایا اسے بلالو، قاصد اندر داخل ہوا تو حضرت عمرؓ نے ایک بڑی شمع منگوالی جس کی روشنی کافی تیز تھی۔ قاصد سے اس علاقے کے حالات دریافت فرماتے رہے کہ وہاں کسے مسلمانوں اور ذمیوں کی حالت کیسی ہے؟ عامل (گورنر) کا طور و طریق کیا ہے؟ بھاؤ اور نرخ کیسے ہیں؟ مہاجرین و انصار کی اولاد کے حالات کیا ہیں؟ مسافروں اور فقرا کی کیا کیفیت ہے؟ کیا ہر حقدار کو اس کا حق دیا جاتا ہے؟ کیا کسی کو شکایت تو نہیں؟ گورنر نے کسی سے بے انصافی تو نہیں کی؟ قاصد کو اس خطے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا اس نے عرض کر دیا، آپ ایک ایک چیز کے بارے میں گریڈ گریڈ کر دریافت فرماتے رہے اور قاصد جواب دیتا رہا، جب آپ کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو قاصد نے آپ کی مزاج پرسی کی، صحت کیسی ہے؟ اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے احوال دریافت کئے؟ حضرت عمرؓ نے پھونک سے شمع بجھا دی اور فرمایا: ادھر کے! ذرا چراغ لائیو، چنانچہ ایک معمولی چراغ لایا گیا جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی، آپ نے فرمایا ہاں اب جو چاہو لو چھو! اس نے آپ کے، آپ کے اہل و عیال اور متعلقین کے حالات پوچھے

آپ جواب دیتے رہے، قاصد کو شمع بجھانے کے قصہ سے بڑا تعجب ہوا، عرض کیا: امیر المؤمنین یہ آپ نے ایک انوکھا کام کیا؟ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا: جب میں نے آپ کی اور اہل و عیال کی مزاج پرسی کی تو آپ نے شمع گل کر دی۔ فرمایا: بندہ خدا! یہ شمع جو میں نے بجھا دی تھی۔ اللہ کے مال اور مسلمانوں کے مال سے روشن تھی، میں جب تک مسلمانوں کے حالات و ضروریات تم سے دریافت کر رہا تھا تو یہ مسلمانوں کی خاطر اور ان ہی کی ضرورت کے لئے میرے سامنے جل رہی تھی، مگر جب تو نے میری ذات اور میرے اہل و عیال کا قصہ شروع کیا میں نے مسلمانوں کی آگ بجھا دی۔

ہدیہ یا رشوت؟

عمر بن مہاجر کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی خدمت میں چند سیب پیش کئے گئے، آپ نے قبول نہیں فرمائے، عرض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہدیہ قبول فرما لیتے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو واقعی ہدیہ ہوتا تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

بیت المال کا موتی اور خلیفہ کی صاحبزادی

آپ کی صاحبزادی نے آپ کے پاس ایک موتی بھیجا اور فرمائش کی کہ اس کے ساتھ کا ایک اور موتی (بیت المال سے مل جائے تو کانوں کے آئینے بنالوں، آپ نے آگ کے دو انگارے بھیج دیئے کہ اگر ان کو کانوں میں پہن سکتی ہو تو دوسرا موتی بھیج دوں گا۔

صبح و شام دو درہم

مسلم بن زیاد کہتے ہیں: حضرت عمرؓ اپنے اہل و عیال پر صبح و شام دو درہم صرف فرماتے تھے۔

ایک حکیمانہ نصیحت

مسلمہ فرماتے ہیں: میں نماز فجر کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے خلوت خانے میں حاضر ہوا، یہاں کوئی اور شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا ایک لونڈی صیغانی کھجور کا تھال لائی، یہ آپ کو بہت مرغوب تھیں، آپ نے دونوں ہاتھ سے کچھ کھجوریں اٹھائیں اور فرمایا: مسلمہ! اگر کوئی شخص ان کو کھا کر پانی پی لے۔ کیونکہ کھجور پر پانی پینا بڑا اچھا رہتا ہے۔ تو کیا خیال ہے رات تک کے لئے کافی ہوں گی۔؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے خبر نہیں۔ پھر اس کچھ زیادہ اٹھا کر فرمایا اور اتنی؟ عرض کیا: ہاں امیر المومنین! اس سے کم بھی کافی ہو سکتی ہیں اور اتنی کافی کہ ان کے بعد پھر کسی اور کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فرمایا پھر کاہے کے لئے آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ مسلمہ کہتے ہیں: یہ نصیحت مجھے جتنی کارآمد ہوئی کبھی کوئی نصیحت کارآمد نہیں ہوئی۔

امیر المومنین کا صبح و شام کا کھانا

ابو اسلم کہتے ہیں: مجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے ایک حبشی غلام نے بیان کیا کہ جاڑے کا دن تھا، میں دیر سمعان میں حضرت عمرؓ کے مکان گیا، دیکھا کہ آپ ایک کونے میں بیٹھے دھوپ تاپ رہے ہیں اور ایک چادر لپیٹ رکھی ہے۔ ابو اسلم نے اپنا کپڑا سر پر رکھا اور اسے رخساروں کی ایک جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھ کر کہا کہ خسی غلام نے مجھے حضرت عمرؓ کا نقشہ اس طرح بتایا تھا۔ میں قریب گیا تو سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: بیٹھو، میں بیٹھ گیا آپ نے پھر فرمایا: نیچے ہو جاؤ، میرے دل میں القا ہوا کہ آپ جوتے اتارنے کو فرماتے ہیں میں نے جوتے اتار دیئے۔ پھر آپ مجھ سے باتیں کرنے لگے، میں کچھ بے تکلف اور مالوس

ہوا تو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں یا سیدی سے آپ کو خطاب کروں کہ کہیں آپ کو ناگوار نہ ہو۔ اس لئے میں نے عرض کیا: امیر المومنین! آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟ فرمایا میں نے کپڑے دھوئے ہیں، عرض کیا: کتنے کپڑے ہیں آپ کے؟ فرمایا: بس قمیص چادر ہتھمند، ذرا دیر بعد عمر بن ہماجر آئے۔ یہ آپ کے پہرے دار تھے۔ ان سے فرمایا: تم کہاں تھے؟ وہ بولے: میں باہر ایک ذمی کی دادرسی کر رہا تھا، فرمایا: فلاں کو بلاؤ ذرا سی دیر میں ایک نوجوان آیا، آپ نے اسے فرمایا: اس کا (یعنی میرا) کھانا ابھی لاؤ۔ وہ فوراً ایک موٹی سی صحنک لے آیا، جس میں روٹی کے ٹکڑوں پر پانی، نمک اور زیتون ڈالا تھا فرمایا: کھاؤ۔ جب میں کھانے لگا تو آپ اٹھ کر چلے گئے اور پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چمک چادر کے نیچے سے مجھے صہات دکھائی دے رہی تھی۔ یہ تو آپ کے پاس میرے دن کے قیام کا واقعہ تھا اور جب رات ہوئی تو مؤذن نے مغرب کی اذان دی آپ نکلے اور نماز پڑھی، ہم چار آدمی تھے، ایک میں دوسرے عمر بن ہماجر، اور دو آدمی انصار کے جو مدینہ سے آئے تھے، آپ نماز سے واپس آئے تو میں اور دونوں انصاری ادھر بلا خانے میں چلے گئے، تھوڑی دیر میں وہی صحنک، جس میں صبح کھانا کھایا تھا، پھر آگئی، اب اس میں مسور کی دال کا شرید تھا، جس پر پیاز کے تراشے ڈالے گئے تھے، یہ صحنک آپ کے خدام اور دربان کے لئے تھی، خدام نے یہ صحنک پیش کرتے ہوئے کہا: اگر امیر المومنین حضرت عمرؓ (بن عبدالعزیز) کے ہاں اس کے علاوہ کوئی اور کھانا ہوتا تو تمہیں ضرور کھلایا جاتا خود آپ نے بھی اسی سے روزہ افطار کیا ہے۔

انصاریوں کو مناصب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے عمال (گورنروں) کو لکھا:-

اما بعد: مشرکین ناپاک ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان کا لشکر ٹھہرایا ہے اور

انہیں ایسے لوگ قرار دیا ہے، جو اعمال کے لحاظ سے سراسر خسارے میں ہیں، جن کی ساری محنت دنیوی زندگی میں کھپ گئی اور وہ بزعم خود اچھے کام کر رہے ہیں۔ بخدا! یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کی محنت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت پڑتی ہے۔ گزشتہ دور میں مسلمان جب کسی بستی میں جاتے جہاں مشرک آباد ہوتے، تو ان سے (بھی کاروبار محکمات میں) مدد لیا کرتے تھے، کیونکہ یہ لوگ تحصیلداری، کنایت اور نظم و نسق سے واقف ہوتے تھے اور اس سے مسلمانوں کو مدد ملتی تھی، مگر اب اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کے ذریعہ یہ ضرورت پوری کر دی۔ اس لئے اگر تمہارے زیر سلطنت علاقے میں کوئی غیر مسلم کاتب (کلرک) یا کوئی اور منصب دار ہو تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ مسلمانوں کو مقرر کرو کیونکہ ان کے عہدے اور منصب کا ٹٹانا درحقیقت ان کے دینوں کا ٹٹانا ہے، حقارت و ذلت کا جو مقام اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تجویز کیا ہے انہیں اسی مقام پر رکھنا مناسب ہے اس لئے اس حکم کی تعمیل کرو اور اپنی کارگزاری کی اطلاع مجھے دو اور دیکھو کوئی نصرانی زمین پر سوار نہ ہو، بلکہ وہ پالان پر سوار ہوا کریں۔ ان کی کوئی عورت اونٹ کے کچا دے میں سوار نہ ہو بلکہ پالان پر بیٹھیں اور یہ لوگ چو پاؤں پر ٹانگیں کشادہ کر کے نہ بیٹھیں، بلکہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے بیٹھیں اور سلسلہ میں اپنے تمام ماتحت افسران کو بھی پابند کرو، اور انہیں سختی سے گشتی فرمان جاری کرو، میرے لئے صرف تمہیں لکھنا کافی ہونا چاہیے ولا قوۃ الا باللہ

ذمیوں کے بارے میں خاص ہدایات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے پوری قلم و میں حسب ذیل گشتی فرمان جاری کیا:-
کوئی نصرانی سر میں مانگ نکالے بغیر اور چمڑے کی زناں پہنے بغیر نہ چلے پھرے، اسے قبا، چغہ، پنڈلی والی شلوار اور شمشیر دار جوتی پہننے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کسی نصرانی کے گھراسلحہ پایا جائے تو اسے ضبط کر لیا جائے گا۔

چو پاؤں کے بارے میں ہدایات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بازاروں کے نگراں کے نام یہ حکمنامہ تحریر فرمایا:-
”چو پاؤں کو موضع رستن کی بنی ہوئی بھاری لگام نہ دی جائے نہ انہیں ایسی چھڑی سے ہانکا جائے جس پر لوہے کا تھول پڑھا ہو۔“
اور حضرت عمرؓ نے خیابان گورنر مصر کو لکھا: ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ مصر میں بار برداری کے اونٹوں پر ہزار ہزار رطل بوجھ لاداجاتا ہے۔ جب میرا یہ خط ملے تو اس کے بعد کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زیادہ بوجھ لادنے کی اطلاع نہ آئے۔“

ذمیوں کے تاوان موقوف

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے عمال (گورنروں) کے نام حسب ذیل فرمان جاری کیا کہ جمع عام میں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں: اما بعد: میرا یہ خط زمین والوں (ذمیوں) کو پڑھ کر سننا کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی وساطت سے وہ تمام ظالمانہ تاوان ان سے موقوف کر دیئے ہیں جو ان سے وصول کئے جاتے تھے جن کی تفصیل یہ ہے: نوروز اور مہرجان کے تحائف، سرکاری خطوط اور قاصدوں کے اخراجات، پیغام رسالوں کے انعامات، روسا کے نذرانے، حکام کا سفر خرچ اور ان کی ضیافت، غلہ کے نرخوں میں توازن پیدا کرنے کے لئے دراہم کی کٹوتی اور پیمانوں کے توازن کی کٹوتی جو ان سے وصول کی جاتی تھی۔ انہیں چاہیے کہ اس پر اللہ رب العزت کا شکر کریں۔“

دیہاتیوں کی تعلیم کا اہتمام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے یزید بن ابی مالک اور حارث بن محمد کو دیہات میں

بھیجا کہ لوگوں کی سنت کی تعلیم دیں اور ان کا وظیفہ مقرر فرما دیا، بزمید نے تو وظیفہ قبول کر لیا۔ مگر حارث نے یہ کہہ کر وظیفہ لینے سے انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے عطا فرمایا ہے میں اس کی مزدوری نہیں لوں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے اس کا ذکر ہوا تو فرمایا: ہمارے علم کے مطابق بزمید نے بھی وظیفہ قبول کر کے کچھ برا نہیں کیا، مگر حارث جیسے لوگ اللہ تعالیٰ ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ پیدا کرے (جو شخص اللہ کی خاطر دین کی تبلیغ کریں)۔

معاشرہ میں پھیلتی ہوئی بُرائی کو نہ روکنے کا انجام

عثمان بن کثیر بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے بعض گورنروں کو یہ خط لکھا:

”اے بعد! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں کوئی بُرائی ظاہر ہو اور اس قوم کے نیک لوگ اس پر روک ٹوک نہ کریں پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو کسی عذاب میں نہ پکڑا ہو۔ یہ عذاب کبھی براہ راست اللہ کی جانب سے آتا ہے اور کبھی اس کے بندوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے اور لوگ اللہ کی گرفت اور سزا سے اسی وقت تک محفوظ رہتے ہیں جب تک کہ اہل باطل کو دبا کر رکھا جائے اور گناہ علانیہ نہ ہونے پائیں، لوگوں میں یہ صلاحیت ہو کہ جو نہی کسی سے ارتکابِ حرام کا ظہور ہو فوراً اس سے انتقام لیں، لیکن جب محارم کا ارتکاب کھلے بندوں ہونے لگے اور معاشرے کے نیک اور صالح افراد بھی روک ٹوک کرنے میں تساہل کریں تو آسمان سے زمین پر عذابوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ گنہگاروں پر بھی اور تساہل پسند دینداروں پر بھی اور اس وقت توقع رکھنی چاہیے کہ یہ ملامت دیندار بھی ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو کر رہیں گے، اگرچہ وہ گنہگاروں کے خلاف تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب میں جہاں ایسے عذاب کا ذکر فرمایا وہاں میں نے یہ نہیں سنا کہ ایک کو ہلاک کر دیا ہو اور ایک کو بچا لیا ہو بجز ان لوگوں کے جو بُرائی سے روکتے تھے۔“

اگر بالفرض اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو نہ تو آسمانی عذاب سے پکڑے، نہ بندوں کے ہاتھوں کوئی عذاب نازل کرے تب بھی یہ تو ضرور ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ان محارم میں مبتلا لوگوں پر خوف و ہراس اور ذلت و نفرت مسلط کر دے گا، ایسا اوقات وہ ایک فاجر سے دوسرے فاجر کے ذریعہ اور ایک ظالم سے دوسرے ظالم کے ذریعہ انتقام لیتا ہے، پھر دونوں فریق اپنے اعمالِ بد کے ساتھ جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ ہم ظالم یا ظالموں سے مدامت برتنے والے بنیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے ہاں بدکاری عام ہو رہی ہے اور فاسق و بدکار شہروں میں مامون اور بے خوف ہیں اور وہ علانیہ محارم کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے اور وہ اس پر چشم پوشی کو براشت نہیں کرتا۔ یہ چیز ان لوگوں میں علانیہ ظاہر نہیں ہوتی تھی، جنہیں اللہ کا ادب و احترام تھا اور وہ اس کی غیرت سے ترساں و لرزاں تھے۔ وہ اہل فحور سے معزز بھی تھے اور تعداد میں زیادہ بھی یہ تمہارے سلف کا راستہ نہیں، نہ اس کے ذریعہ اللہ کی نعمت تم پر پوری ہوئی، بلکہ تمہارے سلف کافروں پر سخت اور باہم شفیق تھے، مومنوں کے سامنے لپٹ اور کافروں پر غالب تھے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

بخدا! جہاد فی سبیل اللہ ہی کا ایک شعبہ اہل محارم پر ہاتھ اور زبان سے سختی کرنا اور ان کی خاطر مشقتیں برداشت کرنا بھی ہے، خواہ وہ باپ بیٹے ہوں یا قبیلے اور برادری کے لوگ۔ اللہ کا راستہ، اس کی فرمانبرداری ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ ملامت کے اندیشہ سے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کستی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں خوش اخلاق، بے تکلف اور اپنی فکر کرنے والا سمجھیں، مگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوش اخلاق نہیں بلکہ اخلاق ہیں ادا انہوں نے اپنی فکر نہیں کی بلکہ اپنے آپ سے لپٹ پھیر لی ہے اور یہ تکلف سے بری نہیں بلکہ اس میں بری طرح گر چکے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم سے جو حالت ان کے لئے تجویز کی تھی اسے چھوڑ کر انہوں نے دوسری

روح اختیار کر لی ہے۔

ہاں بہت سے لوگوں کی زبان پر ایک آیت بار بار آتی ہے جسے وہ بے محل پڑھتے ہیں اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ
لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ
اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

بلاشبہ حق تعالیٰ کا ارشاد حق ہے، کسی گمراہ کی گمراہی ہمارے لئے مضر نہیں جب کہ ہم ہدایت پر ہوں، نہ کسی کی ہدایت ہمارے لئے مفید ہے جبکہ خدا نخواستہ ہم گمراہ ہوں، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، مگر جو چیز خود ہماری ذات پر اور ان لوگوں پر لازم ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بھی تو شامل ہے، یعنی جب کچھ لوگ حرام کا ارتکاب کریں تو خواہ وہ کوئی سے ہوں اور کہیں رہتے ہوں مگر لازم ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”ہمارے لئے اپنا شغل کافی ہے“ اور یہ کہ ”ہمیں لوگوں سے کیا پڑی؟“ اگر سب اہل طاعت اسی نظریے پر چل پڑیں تو نہ اللہ کی کسی طاعت پر عمل ہوگا نہ کسی معصیت سے بچاؤ کی صورت ہوگی، نتیجہ یہ کہ باطل پرست، حتیٰ پرستوں پر غالب آجائیں گے اور یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ چوپاؤں کی ہو جائے گی، بلکہ ان سے بھی بدتر اور گم کردہ راہ۔

اس لئے فاسقوں پر تسلط رکھو خواہ تمہاری اور ان کی حیثیت کیسی بھی ہو، اپنی سچائی سے ان کے باطل کو اور اپنی بنیائی سے ان کے اندھے پن کو دفع کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فاجر اور بدکاروں کے مقابلے میں نیکو کاروں کو کھلا غلبہ دیا ہے اور ان پر ان کا دبدبہ رکھا ہے، خواہ یہ نہ حاکم ہوں نہ رئیس اور جو شخص اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے برائی کو روکنے سے عاجز ہو اسے امام و خلیفہ سے کہنا چاہیے کیونکہ یہ بھی نیکی اور تقویٰ میں تعاون کی ایک صورت ہے، اللہ تعالیٰ اہل معصیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

أَفَامِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ
أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ
جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ بچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو، یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے، سو یہ لوگ خدا کو ہرگز نہیں ہرا سکتے۔ (دیان القرآن)

فاجر لوگ باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ انہیں باز رکھیں گے چنانچہ ارشاد ہے:-
لَنُغْرِيَنَّهُمْ بِهُمُ تَشْمَلُ لَا يَجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا (الاحزاب: ۷۰)
تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینے میں بہت ہی کم رہنے پا دیں گے

قسطنطنیہ کے مسلمان قیدی

بکر بن خنیس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قسطنطنیہ کے مسلمان قیدیوں کے نام خط لکھا۔

”اما بعد: تم اپنے آپ کو قیدی تصور کرتے ہو، معاذ اللہ۔ تم قیدی نہیں، بلکہ اللہ کے راستہ میں مجبوس ہو اور تمہیں علم ہوتا چاہیے کہ میں اپنی رعایا میں کوئی چیز تقسیم کرتا ہوں تو تمہارے گھر والوں کو بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ حصہ پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے پانچ پانچ دینار بھیج رہا ہوں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ زیادہ بھیجنے کی صورت میں رومی طاغوت اس کو روک لے گا اور تم تک نہیں پہنچنے دے گا تو اس سے زیادہ بھیجتا اور میں فلان صاحب کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ رومیوں کو منہ مانگا معاوضہ دے کر تمہارے چھوٹے بڑے، مرد، عورت، آزاد غلام سب کو رہا کر لے گا۔ لہذا تمہیں بار بار خوش خبری دی جاتی ہے۔ والسلام“

بیت المال سے مقروضوں کے قرضے ادا کر نیکا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے اپنے عمال کو لکھا کہ مقروضوں کے قرضے بیت المال سے ادا کرو۔ آپ کو لکھا گیا کہ بعض افراد (مقروض تو ہیں مگر ان کے پاس مکان، خادم، سواری اور گھر کا سامان موجود ہے) کیا ان کے قرضے بھی بیت المال ہی ادا کرے؟ حضرت عمرؓ جواباً تحریر فرمایا:-

ہر مسلمان کے پاس مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ سر چھپا سکے اور ایک خادم جو اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے اور ایک گھوڑا جس پر وہ جہاد کر سکے اور گھر کا سامان جو گھر کی ضروریات میں کام آئے، اور اگر ان سب چیزوں کے باوجود وہ مقروض ہے تو اس کا قرض ادا کیا جائے۔

آئندہ تمہیں ایک درہم بھی نہیں دل گا

عنبسہ بن سعید حضرت عمرؓ کے ہاں سے نکلے تو دروازے پر بنی امیہ کے لوگ جمع تھے، جن میں یزید بن عبدالملک بھی تھے، جو حضرت عمرؓ کے بعد ولی عہد تھے یہ لوگ عنبسہ کی آمد پر کھڑے ہو گئے اور ان سے حضرت عمرؓ کی شکایت کی کہ ہمیں دس دس دینار بھیجے ہیں، ہمیں ان کی رنجش کا اندیشہ ہے، ورنہ یہ واپس کر دیئے ہوتے، یزید، ولی عہد تے کہا: انہیں تباہ کیجئے کہ میں ان پر راضی نہیں، شاید ان کا خیال ہوگا کہ میں ان کے بعد خلیفہ نہیں ہوں گا۔ یہ سنکر عنبسہ دوبارہ اندر گئے اور حضرت عمرؓ سے بات کی کہ آپ کی برادری کے لوگ دروازے پر بیٹھے ہیں، انہیں آپ سے شکوہ ہے کہ آپ نے ان کو فی کس دس دینار پر پڑھا دیا اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے بات کروں اور آپ کو تباؤں کہ وہ ان پر راضی نہیں اور یزید۔ ولی عہد۔ نے تو یہاں تک کہا کہ شاید عمرؓ کا خیال ہوگا کہ ان کے بعد خلیفہ

بننے والا نہیں ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان سے میرا سلام کہو، سلام کے بعد انہیں میری طرف سے بتاؤ کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے یہ ساری رات جاگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و استغفار کرتے کافی ہے اس بات پر کہ میں نے دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر تمہیں فی کس دس دینار کیوں دے ڈالے؟ سو اللہ العظیم، آئندہ تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا الا یہ کہ تمام مسلمانوں کو بھی ملے۔

باقی رہے اے یزید تم! میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اگر تم میری بیعت توڑ ڈالو اور مسلمان مجھے خلافت سے معزول کر دیں اور تم خلافت سنبھال لو تو کیا تم مجھ سے اتنا گھٹیا معاملہ کر سکتے ہو، جتنا میں نے (خلیفہ ہوتے ہوئے) خود اپنے آپ سے کر رکھا ہے؟ جب کاروبار خلافت تمہارے سپرد ہوگا تو جو جی میں آئے کیجیو۔

عنبسہ باہر نکلے تو ان سے یہ سارا قصہ بیان کیا اور کہا یہ خود تم ہی لوگوں کا کیا دھرا ہے۔ تم لوگوں نے عمر بن خطابؓ کے خاندان سے عاصم کی بیٹی کا رشتہ لیا، اس نے عمر جیسا بیٹا جنا۔ مزید کہا: بھائیو! جس کی زمین ہے وہ جا کر اپنی زمین کی دیکھ بھال کرے (یہاں کچھ نہیں ملے گا)

اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف

ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! (آپ کے سامنے) میرے اس کھڑا ہونے سے آپ (بارگاہِ الہی میں) اپنا کھڑا ہونا یاد کیجئے۔ جس دن دعویٰ کرنے والوں کی کثرت آپ کو اللہ سے اوجھل نہیں کر سکے گی، جس دن آپ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے مگر نہ تو عمل پر کوئی اعتماد ہوگا نہ گناہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: ارے میاں! اپنی بات دوبارہ کہو۔ اس نے پھر دہرای، حضرت عمرؓ رورہے تھے اور بار بار فرما رہے تھے: ہاں ذرا پھر دہرانا؟

حضرت عمرؓ سے قبل

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے (اپنی خلافت سے قبل) فرمایا: شام میں ولید (حاکم ہے) عراق میں حجاج بن محمد بن یوسف، حجاز میں عثمان بن حیان، مصر میں قرۃ بن شریک اور مغرب میں یزید بن ابی مسلم۔ واللہ! زمین ظلم سے بھر گئی۔

درمیانہ طبقہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عدی بن ارقطہ کو لکھا: تیرے امین درمیانہ طبقہ کے لوگ ہونے چاہئیں کیونکہ وہ بہترین لوگ ہیں نہ حق کو چھوڑتے ہیں نہ باطل کھاتے ہیں، نہ توہم نہ قاری مسدد، نہ فاسق مبرز۔

قتل صرف شاتم رسولؐ کی سزا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک خارجی شخص نے نعرہ تحکیم "بلند کیا۔ ابو بکر بن محمد اس وقت نماز پڑھا رہے تھے۔ اس نے تلوار سونت لی اور سب کی نماز خراب کر دی ابو بکر نے یہ قصہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا، حضرت عمرؓ کا جواب آیا تو اسے پڑھ کر سنایا گیا، اس نے حضرت عمرؓ کو اس خط کو اور خط لانے والے کو گالیاں دینا شروع کر دیں، ابو بکر نے اس کی گردن اڑا دینے کا ارادہ کیا، مگر حضرت عمرؓ سے مشورہ سمجھا، آپ کو بتایا کہ اس شخص نے آپ کو گالیاں دیں اور میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر آپ سے مشورہ ضروری سمجھا، حضرت

اے پہلے گزر چکا ہے کہ مغرب میں یزید بن ابی مسلم کا حاکم ہونا، حضرت عمرؓ کے دور تک تاریخی طور پر

صحیح نہیں۔ مترجم اے آخری فقرے کا مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

عمرؓ نے لکھا: اگر تو اسے قتل کر دیتا تو اس کے بدلے میں تجھے قتل کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کسی کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ جب میرا یہ خط ملے تو اسے قید کر کے مسلمانوں سے اس کے شر کو روک دو اور ہر مہینے اسے توبہ کی دعوت دو، جب توبہ کر لے تو رہا کر دو۔

یہ شخص حضرت عمرؓ کے حین حیات قید رہا، حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو یزید بن عبدالملک نے اسے قتل کرادیا۔

دو خارجیوں سے گفتگو

دو خارجی حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس آئے (اور آپ سے ان کی حسبِ یل گفتگو ہوئی)

خارجی :- السلام علیک، یا انسان

خلیفہ :- وعلیکم السلام، اے انسانو!

خارجی :- اللہ کی طاعت ہی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس کی پیروی کرے۔

خلیفہ :- جو اتنا بھی نہیں جانتا وہ گمراہ ہے۔

خارجی :- اموال، دولت مندوں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہیں ہو سکتے۔

خلیفہ :- وہ ان سے محروم کر دیے گئے۔

خارجی :- اللہ کا مال اس کے اہل پر تقسیم ہوگا۔

خلیفہ :- اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی تفصیل بتا دی ہے۔

خارجی :- نماز اپنے وقت پر ہونی چاہیے۔

خلیفہ :- یہ بھی نماز کا ایک حق ہے۔

خارجی :- نماز میں صفیں درست کرنا۔

خلیفہ : یہ کمالِ سنت ہے

خارجی : ہمیں ایک پیغام دے کر تیرے پاس بھیجا گیا ہے۔

خلیفہ : پہنچاؤ، ڈرو نہیں۔

خارجی : لوگوں کے درمیان حق و انصاف قائم کیجئے۔

خلیفہ : اللہ تعالیٰ تم سے پہلے یہ حکم دے چکے ہیں۔

خارجی : اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ اے

خلیفہ : بابت تو سچی ہے اگر اس کے معنی غلط نہ لو۔

خارجی : امانتداروں کو امین بناؤ۔

خلیفہ : میرے اخوان و مددگار یہی لوگ ہیں۔

خارجی : خیانت سے ڈرو۔

خلیفہ : چور سے ڈرنا ہی چاہیے۔

خارجی : شراب اور خنزیر؟

خلیفہ : مشرک ان کے زیادہ مستحق ہیں۔

خارجی : جو اسلام میں داخل ہو وہ مامون ہے۔

خلیفہ : اسلام نہ ہوتا تو ہم مامون نہ ہوتے۔

خارجی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدے والے (ذمی)؟

خلیفہ : ان سے عہد بدستور قائم ہے۔

خارجی : انہیں طاقت سے زیادہ زحمت نہ دو۔

خلیفہ : اللہ کسی نفس کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اے ان الحکمہ اللہ - یہ خارجیوں کا مخصوص لغو تھا (مترجم)

خارجی : گر جے دیران ہو گئے۔

خلیفہ : یہ میری رعیت کی بہتری کی علامت ہے۔

خارجی : قرآن سے کوئی نصیحت کیجئے۔

خلیفہ : اس دن سے ڈرو، جس دن تم اللہ کی طرف لوٹاؤ جاؤ گے۔

خارجی : جنہوں نے ہمیں بھیجا ہے۔ ان کی طرف ہمیں واپس کیجئے۔

خلیفہ : میں تمہیں روکتا کب ہوں؟

خارجی : ہم اپنے بھائیوں سے کیا کہیں۔

خلیفہ : جو تم نے دیکھا، سنا۔

خارجی : ہمیں ڈاک کی سواریوں پر واپس کریں گے؟

خلیفہ : جی نہیں! وہ اللہ کا مال ہے، اس کو تمہارے واسطے ہم درست نہیں سمجھتے۔

خارجی : ہمارے پاس خرچ نہیں۔

خلیفہ :- پھر تم مسافر ہو، تمہارا خرچ میرے ذمے ہے۔

موت کو یاد کر لیا کرو

قریش کا ایک شخص، جو خلفاء کے ہاں اپنی ضرورت لے کر آتا تو ناکام نہیں جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کوئی ضرورت پیش کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ تو جائز نہیں" وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو غضب ناک ہو کر چل دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دوبارہ بلایا اسے خیال ہوا کہ شاید اب ان کی رائے بدل گئی ہے، میری ضرورت اب پوری ہو جائے گی، واپس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: "جب دنیا کی کسی چیز کو دیکھو اور وہ تم کو پسند آئے تو موت کو یاد کر لیا کرو، اس سے وہ غم ملے گا جو تم کو پسند آئے۔" جاؤ یہ نصیحت اس چیز سے بہتر ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا۔

بلکہ قیدی واپس کر دیں گے۔

قاصد کا بیان ہے کہ مجھے اس کی رہائی کے انتظار میں چند دن وہاں ٹھہرنا پڑا، ایک دن بادشاہ کے دربار میں گیا تو عجیب منظر دیکھا، بادشاہ اپنے تخت سے نیچے بیٹھا ہے اور چہرے پر حزن و ملال کے آثار تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: جانتے ہو میں اس طرح کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے کہا مجھے خبر نہیں مگر آپ کی نشست کا منظر میرے لئے موجب حیرت ضرور ہے۔ بادشاہ نے کہا: مجھے بعض علاقوں سے خبر پہنچی ہے کہ اس نیک آدمی (حضرت عمرؓ) کا انتقال ہو گیا اس کے سوگ میں اس طرح بیٹھا ہوں، پھر کہا: کوئی نیک آدمی جب بڑے لوگوں میں گھرا ہوا ہو تو اسے بہت کم مدت رہنے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔ قاصد کہتا ہے: مجھے اس اطلاع سے اس مظلوم قیدی کی رہائی سے مایوسی ہوئی، اس لئے میں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے واپسی کی اجازت ہو، بادشاہ نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی زندگی میں ان کی بات مان لیں اور ان کی موت کے بعد اس سے پھر جائیں، چنانچہ اس قیدی کو رہا کر کے میرے ساتھ بھیج دیا۔

خلیفہ کا گھر ویران اور رعایا کا گھر آباد

عراق کی ایک عورت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس آئی، آپ کے دروازے پر پہنچی تو کہنے لگی، امیر المومنین کے دروازے پر دربان نہیں ہوتا؟ اسے بتایا گیا کہ یہاں کوئی دربان نہیں، اندر جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو، یہ عورت زنان خانہ میں فاطمہ (حضرت عمرؓ کی زوجہ) محترمہ کے پاس گئیں، فاطمہ گھر میں روٹی ٹھیک کر رہی تھیں، سلام دعا کے بعد فاطمہ نے بیٹھنے کو کہا، اس نے بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھا، گھر میں کوئی خاص چیز نظر نہ آئی تو بولی: میں تو اس ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی تھی؟ فاطمہ نے کہا: تیرے گھر جیسے گھر کی آبادی ہی نے تو اس گھر کو اجاڑا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ گھر آئے اور گھر کے کنویں سے پانی کے ڈول نکال

ایک مسلمان قیدی کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے شاہ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا، یہ قاصد ایک دن بادشاہ کے پاس سے اٹھا تو گھومتے پھرتے ایک ایسی جگہ پہنچا، جہاں ایک شخص کے قرآن پڑھنے اور چکی پیسنے کی آواز آرہی تھی، یہ اس کے پاس گیا اور اسے سلام کیا، مگر اس نے جواب نہیں دیا اس نے دو تین مرتبہ سلام کیا بالآخر اس نے یہ کہا کہ اس شہر میں سلام کیسا؟ قاصد نے بتایا کہ وہ شاہ روم کے نام امیر المومنین کا ایک پیغام لے کر آیا ہے اور اس سے دریافت کیا کہ تمہاری سرگذشت؟ اس نے بتایا کہ مجھے فلاں جگہ سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے مجھے دعوت دی کہ میں نصرانی ہو جاؤں، مگر میں نے انکار کر دیا، بادشاہ نے دھکی دی کہ اگر ایسا نہیں کر دگے تو آنکھیں نکال دی جائیں گی، مگر میں نے آنکھوں کے بجائے دین کو ترجیح دی چنانچہ گرم سلاخیوں سے میری آنکھیں ضائع کر دی گئیں اور مجھے یہاں پہنچا دیا گیا، یومیہ اتنی گندم پیسے کو ملتی ہے اور ایک روٹی کھانے کو۔

قاصد حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو اس شخص کا قصہ بھی پیش کیا، قاصد کا بیان ہے کہ میں ابھی پورا قصہ بیان نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ اُبل پڑا، جس سے ان کے آگے کی جگہ تر ہو گئی، پھر شاہ روم کے نام خط لکھا۔

”اما بعد: مجھے فلاں صاحب کی خبر پہنچی ہے (یہاں اس قیدی کے احوال ذکر کئے گئے)، اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے اس کو رہا کر کے میرے پاس نہیں بھیجا تو میں تیرے مقابلہ میں ایسا لشکر بھیجوں گا، جس کا پہلا دستہ تیرے پاس ہو گا اور پچھلا میرے پاس“

قاصد پھر شاہ روم کے یہاں گیا، اس نے کہا: بڑی جلدی دوبارہ آئے؟ قاصد نے حضرت عمرؓ کا خط پیش کیا، اس نے پڑھ کر کہا: ہم نیک آدمی کو لشکر کشی کی زحمت نہیں دیں گے

نکال کر مٹی پر جو گھر میں پڑی تھی، ڈالنے لگے اور آپ کی نظر بار بار فاطمہ پر پڑ رہی تھی۔ اجنبی عورت نے فاطمہ سے کہا: اس مٹی بناتے والے مزدور سے پردہ تو کر لو، میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ تمہاری طرف ہی گھور رہا ہے، فاطمہ نے کہا: یہ مزدور نہیں، امیر المومنین ہیں۔

حضرت عمرؓ اس کام سے فارغ ہو کر فاطمہ کی طرف آئے، سلام کیا، گھر میں اپنی جائے نماز کی طرف گئے، نماز پڑھی، پھر فاطمہ سے اس عورت کا حال دریافت کیا، اس نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے، آپ نے تو شہ دان اٹھایا اس میں کچھ انگور تھے، چن چن کر اس خاتون کو دیئے، پھر دریافت فرمایا: تم کس ضرورت سے آئیں؟ اس نے بتایا کہ وہ عراق سے آئی ہے۔ اس کی پانچ بے کس و بے سہارا لڑکیاں ہیں اور وہ آپ سے حسنِ شفقت کی تلاش میں آئی ہے، آپ بے کس و بے سہارا کا لفظ دہرا دہرا کر رونے لگے، پھر آپ نے کاغذ قلم لیا اور والی عراق کے نام خط لکھنا شروع کیا، عورت سے فرمایا: ہاں بڑی لڑکی کا نام بتاؤ، اس نے نام بتایا تو آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا، عورت نے کہا الحمد للہ، پھر دوسری، تیسری اور چوتھی کا نام دریافت فرماتے اور ایک ایک کا وظیفہ مقرر فرماتے جاتے اور عورت ہر ایک وظیفے پر الحمد للہ کہتی جاتی، جب چوتھی لڑکی کا وظیفہ ہوا تو عورت خوشی سے بے قرار ہو گئی، آپ کو دعائیں دیں اور جزاک اللہ کہا۔ اس پر آپ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا: جب تک تو مستحقِ حمد۔ اللہ تعالیٰ۔ کا شکر کرتی رہی ہم وظیفہ لگاتے رہے مگر اب تو نے جو میرا شکر یہ ادا کیا تو اس کے بعد کا وظیفہ نفسانیت پر مبنی ہوگا، پس ان چاروں لڑکیوں کو کہنا کہ اسی میں سے پانچویں کو بھی دیدیا کریں۔

عورت یہ تحریر لے کر عراق پہنچی اور خط والی عراق کے سامنے پیش کیا، اس نے خط پڑھا تو روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی، کچھ سنبھلا تو بولا: اللہ تعالیٰ صاحبِ خط پر رحم فرمائے، عورت بولی: کیا ہوا؟ کیا ان کا انتقال ہو گیا؟ کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر عورت چیخنے اور واہ لیا کرنے لگی اور واپسی کا ارادہ کیا، والی عراق نے کہا: ٹھہرو! فکر کی بات نہیں

میں کسی بھی معاملے میں ان کی تحریک کو رد نہیں کر سکتا، پھر اس کی تعمیل کی اور اس کی لڑکیوں کا وظیفہ لگا دیا۔

خلیفہ کے خانگی معمولات اور احساسِ فمرداری

حضرت عطاء نے فاطمہ بنت عبد الملک (حضرت عمرؓ کی زوجہ محترمہ) کو پیغام بھیجا کہ مجھے حضرت عمرؓ کے (حالات بھجوائیئے، فاطمہ نے کہا: ضرور! حضرت عمرؓ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات کو مسلمانوں کے لئے اور اپنے ذہن کو ان کے کاموں کے لئے فارغ کر لیا تھا، اگر شام ہو جاتی اور وہ مسلمانوں کے کام سے فارغ نہ ہو سکے ہوتے تو دن کے ساتھ رات بھی ملا لیتے اور رات گئے تک کام کرتے رہتے، جب یومیہ کام ختم ہو جاتے تو اپنا دیا منگوا لیتے، پھر دو گانہ پڑھتے، اور سرگھٹنوں پر رکھ کر اکڑوں بیٹھ جاتے، رخساروں پر آنسوؤں کی نہریں بہتیں اور اتنی زور کی آواز سے روتے گویا بادل پھٹ جائے گا اور روح نکل جائے گی، رات بھر یہ کیفیت رہتی صبح ہوتی تو روزہ رکھ لیتے۔

(ایک بار) میں آپ کے قریب گئی اور عرض کیا: امیر المومنین! رات بھر جو کچھ ہوا کیا آپ ہی کی طرف سے نہیں ہوا، فرمایا: ہاں، ہاں، جا! تو اپنی حالت پر رہ اور مجھے میری حالت پر چھوڑ دے، میں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ میں بھی کچھ نصیحت پکڑوں فرمایا آپھر میں تجھے بتاتا ہوں۔ میں نے خور کیا تو پایا کہ میں اس امت کے سیاہ و سفید پر حاکم ہوں پھر مجھے بھوکے فقیر، بے حال مسافر، مظلوم قیدی کم مال اور کثیر عیال کے افراد اور وہ لوگ یاد آئے، حیدر دور دور کے علاقوں اور زمین کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، پھر مجھے یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سب رعایا کے بارے میں مجھ سے سوال کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف سے میرے مقابلے میں وکیل استغاثہ ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں میرے کسی عذر معذرت کو نہیں سنیں گے، نہ رسول اللہ

کے مقابلہ میں مجھ سے کوئی حجت پیش کی جاسکے گی۔ فاطمہ! اللہ کی قسم! مجھے اپنے نفس پر اتنا رحم آیا کہ میرے اَلْسُونِکَل پڑے اور دل درد سے بھر گیا، میں اس منظر کو جتنا زیادہ سوچتا ہوں میرے خوف میں اتنا ہی اضافہ ہوا جاتا ہے۔ اب تیرا جی چاہے تو نصیحت پکڑ یا نہ پکڑ۔“

علم کی ترغیب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا ارشاد ہے: علم سیکھو، کہ یہ غنی کی زینت ہے اور فقیر کے لئے معاون۔ میں یہ نہیں کہتا کہ فقیر علم کے ذریعہ مانگتا پھرے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم اسے قناعت پر آمادہ کرے گا۔

تمت بحمد اللہ وعونه

محمد رفیع الرحمن دہلوی

شہید اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی چند تصانیف

آپ کے مسائل اور ان کا حل

جلد اول: عقائد، اجتہاد و تقلید، محاسن اسلام، غیر مسلم سے تعلقات، غلط عقائد رکھنے والے فرقے، جنت و دوزخ توہم پرستی

جلد دوم: وضو کے مسائل، غسل و تیمم، پاکی سے متعلق عورتوں کے مسائل، نماز کے مسائل، جمعہ و عیدین کے مسائل

جلد سوم: نماز تراویح، نفل نمازیں، میت کے احکام، قبروں کی زیارت، ایصال ثواب، قرآن کریم، روزے کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، منت و صدقہ

جلد چہارم: حج و عمرہ کے مسائل، قربانی، عقیقہ، حلال اور حرام جانور، قسم کھانے کے مسائل

جلد پنجم: شادی بیاہ کے مسائل، طلاق و خلع، عدت، نان و نفقہ، عائلی قوانین

جلد ششم: تجارت یعنی خرید و فروخت اور محنت و اجرت کے مسائل، قسطوں کا کاروبار، قرض کے مسائل، وراثت اور وصیت

جلد ہفتم: نام، تصویر، داڑھی، جسمانی وضع قطع، لباس کھانے پینے کے شرعی احکام، والدین، اولاد اور پڑوسیوں کے حقوق، تبلیغ دین، کھیل کود، موسیقی ڈانس خاندانی منصوبہ بندی، تصوف

جلد ہشتم: پردہ، اخلاقیات، رسومات، معاملات، سیاست، تعلیم اور وظائف، جائز و ناجائز، جہاد اور شہید کے احکام جلد نهم: متفرق مسائل

ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (بڑی) سیرت عمر بن عبدالعزیز

ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ (چھوٹی) رسائل یوسفی

حسن یوسف (مقالات کا مجموعہ) شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم

اختلاف امت اور صراط مستقیم مکمل عہد نبوت کے ماہ و سال

عصر حاضر احادیث نبوی ﷺ کے آئینے میں اطیب النغم

شخصیات و تاثرات (دو جلدیں) رجم کی شرعی حیثیت

دور حاضر کے تجدید پسندوں کے افکار دنیا کی حقیقت (دو جلدیں) فتنہ گوہر شاہی

تحفہ قادیانیت (۴ جلدیں) اصلاحی موعظ خاتم النبیین ﷺ

18 سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی-5

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 7780337 فیکس: 7780340

مکتبہ اسلامی